تاریخِ اودھ

مصنفہ

مولانا نجم الغنی خان

نفیس اکیڈمی
اسٹریچن روڈ
کراچی ۱

تاریخ اودھ

حصۂ اوّل

میر محمد امین المخاطب بہ برہان الملک نواب سعادت خان بانی سلطنت اودھ سے لے کر مرزا محمد مقیم المخاطب بہ نواب ابو المنصور خان صفدر جنگ کی زندگی تک کے حالات اور برہان الملک کا نسب نامہ۔ اودھ کی حقیقت۔ لکھنؤ کی آبادی اور شیخ زادے۔ حضرت مخدوم شاہ مینا صاحب قدس سرہ کا حال۔ دربار دہلی میں سادات بارہہ کا قابو اُن کا عروج و زوال۔ خاندان بنگش کے انقلابات۔ مرہٹوں کے کارنامے۔ نادر شاہی حملے۔ نواب سید علی محمد خان بہادر و نواب سید سعد اللہ خان بہادر روہیلوں کے سوانحات۔ احمد شاہ ابدالی کی آمد کے حالات یعنی ۱۱۳۱ھ ہجری سے ۱۱۶۷ھ تک کے جزو کل تمام واقعات۔ محمد شاہی دربار کی عبرت خیز و حیرت انگیز روئداد۔ ارکانِ دولت و کارپردازانِ سلطنت کے عیوب و نقائص اور اُن کی کور نمکی و خود غرضی و زر کشی اور غیروں سے طلبِ امداد کے دلچسپ و دلکش سین نہایت شرح و بسط کے ساتھ کھینچے گئے ہیں جو ہر طرح سے عبرت و حیرت کا ایک بے بہا مرقع ہے۔

مصنّفہ

مولانا حکیم محمد نجم الغنی خان رامپوری

ناشر

نفیس اکیڈمی

اسٹریچن روڈ۔ کراچی

ناشر

چوہدری محمد اقبال سلیم گاہندری

مالک

نفیس اکیڈیمی اسٹریچن روڈ کراچی

ناظم

★۔ طارق اقبال گاہندری

طبع اوّل ______ جنوری سنہ ۱۹۷۸ء

ٹیلیفون ______ ۲۱۳۳۰۳

قیمت ______ [illegible] روپے

ضخامت ۳۳۵ صفحات

مطبوعہ :۔ نفیس اکیڈیمی آفسٹ پرنٹرز



مولانا حکیم محمد نجم الغنی خانصاحب رامپوری

فہرست مضامین

تاریخِ اودھ

جلد اوّل

نمبر شمار		صفحہ نمبر

تاریخِ اودھ

از:- چوہدری محمد اقبال سلیم گاہندری

یہ کتاب جو اس وقت پیش کی جا رہی ہے، مشہور و معروف مصنّف و مورخ جناب حکیم نجم الغنی صاحب رام پوری کی تصنیف کردہ "تاریخ اودھ" ہے۔ یہ کتاب اودھ کی تاریخ پر شاید سب سے زیادہ وسیع اور مفصل کتاب ہے۔ اس کے مصنف بہت سی کتابوں کے مشہور مصنّف تھے، متعدد فنون پر بڑی بڑی ضخیم اور پُراز معلومات کتابیں ان کی تصنیفات میں ہیں۔ اُنھوں نے اپنی وفات کے وقت بیس ہزار صفحات سے زاید کتابی صورت میں چھوڑے۔ ان کی ہر کتاب اُس فن پر معلومات کا بیش بہا خزینہ ہے۔

اودھ کی اور خصوصیت کے ساتھ اودھ کی شاہی پر اُن کی یہ کتاب تاریخِ اودھ پانچ حصّوں میں ہے اور بلا اختلاف اپنے موضوع پر ایک وسیع کتاب ہے، اس میں وہ ساری معلومات اکٹھی ہو گئی ہیں جو بہت سی کتابوں میں بکھری ہوئی ملتی تھیں، مرحوم مولانا حکیم نجم الغنی خانصاحب نے برسوں محنت کر کے وہ ساری معلومات اپنی اس ضخیم کتاب میں جمع کر دیں، اور اہلِ علم کے لئے یہ موقع مہیا کر دیا کہ وہ بہت سی کتابوں کی تلاش اور ہزاروں صفحات کی ورق گردانی سے بے نیاز ہو کر صرف اس کتاب کے مطالعہ سے اودھ اور خصوصاً اودھ کی بادشاہی سے پوری طرح واقفیت حاصل کر لیں۔

تاریخ اودھ جب ۱۹۱۴ء میں پہلی بار نیر اعظم پریس مراد آباد سے چار جلدوں میں شائع ہوئی تھی تو مولانا عبد الحلیم شرر لکھنوی نے اپنے رسالہ "دل گداز" میں اس پر تبصرہ فرماتے ہوئے لکھا تھا۔

> "مولانا حکیم محمد نجم الغنی خانصاحب رام پوری نے یہ تاریخ بڑی محنت، جستجو اور قابلیت سے تصنیف فرمائی ہے"۔

اور مرحوم مولانا محمد علی جوہر نے اپنے اخبار "ہمدرد" میں اس کا تعارف ان الفاظ میں کر دیا تھا۔

> "یہ کتاب مولانا حکیم نجم الغنی خانصاحب رام پوری مدرس اعلیٰ مہارانا ہائی اسکول اودے پور نے بعض مستند تاریخی کتابوں کی مدد سے مرتب کی ہے اور بہت تفصیل کے ساتھ ہر واقعہ کا حال دیا ہے"۔

مصنف مرحوم نے اس کی پہلی اشاعت کے بعد اس پر نظر ثانی کی، بعض مزید اضافے کئے، واقعات کی مزید چھان بین کی اور اس گراں قدر کتاب کو مزید مفید بنا دیا۔ ۱۹۱۹ء میں نولکشور پریس لکھنؤ سے یہ کتاب پانچ حصوں

میں شائع ہوئی۔ اور ہاتھوں ہاتھ لی گئی اور اب تو بہت دنوں سے کمیاب نہیں بلکہ نایاب ہو چکی تھی، ہم نے ۱۹۱۹ء کے نظر ثانی اور اضافہ شدہ نسخہ کو حاصل کیا اور اسے بذریعہ عکس کشی شائع کیا۔ الحمدللہ کہ خدا نے ہمیں اس سلسلہ میں کامیابی عطا فرمائی اور اسی کی امداد سے آج یہ بے مثال کتاب ہدیۂ ناظرین کی جارہی ہے اللہ تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ نفیس اکیڈیمی کو جیسے اور بہت سی بہترین کتابوں کی اشاعت کا فخر حاصل ہے، اس کتاب کی اشاعت کی سعادت بھی حاصل ہوئی۔

ایوب قادری صاحب ہمارے ملک کے نامور مورخوں اور محققوں میں سے ہیں مختلف علمی اور تاریخی موضوعات پر ان کی متعدد کتابیں ملک کے ممتاز علمی اداروں کی طرف سے شائع کی جاچکی ہیں۔

تاریخ اودھ بھی ان کے موضوعاتِ تحقیق میں شامل ہیں۔ اس لئے ہم اس کتاب کا مقدمہ لکھنے کی دعوت انھیں دی۔ خوشی کی بات ہے۔ کہ یہ مقدمہ نہ صرف مولوی نجم الغنی کے حالاتِ زندگی کے بارے میں پہلی اہم دستاویز ہے بلکہ تاریخ اودھ کے مآخذ مصادر کا بھی ایک رہنما اشاریہ ہے۔

پہلی مرتبہ جب یہ کتاب شائع ہوئی تھی۔ تو اس کے ساتھ کوئی اشاریہ نہیں تھا۔ فہرستِ مطالب تھی۔ لیکن وہ کتاب کے تمام مباحث کا احاطہ نہیں کرتی تھی۔ ایسی صورت میں اہلِ تحقیق کے لئے کتاب سے استفادہ کرنا خاصہ تکلیف دہ تھا۔ اب زیرِ نظر اشاعت میں ایک مفصل اشاریہ شامل کیا جارہا ہے۔ جس سے بیک نظر معلوم ہو جاتا ہے کہ کس شخص کا حال کن کن صفحات پر موجود ہے۔ یہ دقت طلب کام پروفیسر مشرف احمد صاحب نے انجام دیا ہے۔ اور اس کے لئے ہم اُن کے ممنون ہیں۔

وَمَا تَوفِیقُنَا اِلَّا بِاللہِ العَظِیم۔

مُقدّمہ

از:- پروفیسر محمد ایوب قادری

اودھ، اجودھیا کا نام ہے جسے رام و لچھمن کے مولد ہونے کا فخر حاصل ہے۔ ہندوؤں کی یہ قدیم تاریخی بستی آج بھی فیض آباد کے قریب موجود ہے۔ ہندوؤں کے عہد میں بھی اس علاقے کی خاص شہرت تھی اور بہت سے نامور راجا یہاں حکمراں رہے۔ اجودھیا کے علاوہ ہندوؤں کا مشہور تیرتھ بنارس بھی پورب ہی میں واقع ہے۔ مسلم اقتدار کی روایت کا آغاز سالار مسعود غازی کی مجاہدانہ سرگرمیوں سے ہوا۔ سالار مسعود کا مزار بہرائچ میں واقع ہے۔ تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس علاقے میں مسلمانوں کی باقاعدہ حکومت کے قیام سے پہلے بعض مقامات پر مسلمان آباد ہو چکے تھے۔ محمود غزنوی کے قدم قنوج تک پہنچے۔ غوری کی کوششوں کے نتیجے میں ہندوستان میں مسلمانوں کی باقاعدہ حکومت قائم ہوئی۔ دہلی میں قیامِ حکومت کے بعد مسلمانوں کے قدم پورب کی طرف بڑھے اور بقول علامہ سلیمان ندوی مرحوم جب اسلام کے علم و فضل کا موکب آگے بڑھا تو اس کی پہلی منزل بدایوں تھی اور اس کے بعد کڑہ، بعدازاں اودھ کا علاقہ شروع ہو جاتا ہے۔ اودھ میں بلگرام بھی مسلمانوں کی اوّلین بستیوں میں سے ہے۔ عہدِ تغلق میں حضرت نظام الدین اولیاء بدایونی ؒ کے دو نامور خلیفہ شمس الدین یحییٰؒ اور حضرت نصیر الدین چراغ دہلویؒ بھی سرزمینِ اودھ کے باشندے تھے جن کی دینی و روحانی حیثیت مسلمہ ہے بلکہ حضرت نصیر الدینؒ کی روحانی تجلّیوں نے تو ایک عالم کو روشن کر دیا۔ اسی زمانے میں شیخ علاء الدین نیلی اودھیؒ بھی علم و فضل میں شہرہ آفاق تھے۔

جب غیاث الدین تغلق نے ہندوستان کی حکومت کو استحکام بخشا تو اس کے نامور بیٹوں ظفر خاں اور جونا خاں کے نام پر ظفر آباد اور جونپور دو شہر آباد ہوئے۔ خواجہ جہاں نے دہلی سے سلطان الشرق کا خطاب پاکر جونپور کو مرکز بنایا اور اس کے بیٹے مبارک شاہ شرقی نے آزاد شرقی سلطنت کی بنیاد ڈالی جس کا پایہ تخت جونپور قرار پایا۔ سلاطین شرقیہ کی معارف پروری و علم دوستی کی وجہ سے یہ شہر علماء و فضلاء کا مرکز بن گیا اور قاضی شہاب الدین جیسے اکابر علماء یہاں سکونت پذیر ہوئے۔ اور اس علاقے میں مسلمانوں کی علمی و ثقافتی سرگرمیاں تیز سے تیز تر ہو گئیں اسی کا نتیجہ تھا کہ اودھ کے بہت سے قریات و قصبات مثلاً بلگرام، چریا کوٹ، گوپامئو، کاکوری، سندیلہ، موہان، جائس، امیٹھی وغیرہ علماء و مشائخ کی سکونت کی وجہ سے علم و فضل کے مرکز قرار پائے اور شاہجہاں بادشاہ نے ایک

موقع پر کہا کہ

"پورب شیراز ماست"

جس علاقے پر آج کل اودھ کا اطلاق ہوتا ہے دورِ اکبری میں یہ علاقہ دو صوبوں اودھ و الہ آباد پر مشتمل تھا آئینِ اکبری کے مطابق صوبہ اودھ میں پانچ سرکاریں (۱) اودھ (۲) بہرائچ (۳) خیرآباد (۴) گورکھپور (۵) لکھنؤ اور صوبہ الہ آباد میں نو سرکاریں (۱) الہ آباد (۲) بنارس (۳) جونپور (۴) جٹاوہ (۵) غازی پور (۶) کڑا (۷) کوڑہ (۸) کالیجر (۹) مانکپور تھیں۔

علامہ سلیمان ندوی نے تاریخ فرشتہ[1] کے حوالے سے لکھا ہے کہ تاریخ میں سب سے پہلے لکھنؤ کا نام ۸۰۳ھ میں ملتا ہے۔ مغلوں کے آخری زمانے میں اس شہر میں شیوخ نے خاصی طاقت بہم پہنچائی تھی۔ عالمگیر کے زمانے میں فدائی خاں یہاں کے حاکم تھے ان کے بعد شیخ نواب ابوالمکارم خاں کو اودھ کی حکومت ملی جن کے نام سے لکھنؤ میں محلہ مکارم نگر آباد ہے۔ عالمگیر ہی کے عہد میں لکھنؤ کی شہرہ آفاق درس گاہ "دارالعلوم فرنگی محل" کی بنیاد پڑی۔ جس کے نامور فضلاء میں مُلّا نظام الدین، مُلّا عبد العلی بحرالعلوم، مُلّا حسن جیسے منتخب روزگار حضرات تھے۔ آخری دور میں فرنگی محل کی آبرو علامہ عبدالحئی اور مولانا عبدالباری مرحوم تھے۔

محمد شاہ کے دور میں برہان الملک سعادت خاں نے اودھ کی صوبیداری پائی اور شیوخ لکھنؤ کے زور کو توڑ کر اس علاقے میں اپنا سکہ بٹھا دیا۔ ایران اور ماوراءالنہر کے بہت سے لوگ یہاں آکر سکونت پذیر اور سرکار و دربار میں باریاب ہوئے۔ اعلیٰ فوجی اور سول عہدے پائے۔ اس طرح یہاں ایرانی افکار، عجمی تہذیب اور شیعیت کو بار آور ہونے کا خوب موقع ملا۔ برہان الملک کے جانشینوں نے سوا سو سال سے زیادہ اس علاقے پر حکومت کی جیسا کہ ذیل کے گوشوارے سے واضح ہے۔

۱۔ سعادت خاں برہان الملک	(ابن محمد نصیر)	۱۱۳۲ھ / ۱۷۱۹ء - ۲۰	۱۱۵۱ھ / ۱۷۳۹ء
۲۔ ابوالمنصور خاں صفدر جنگ	(ابن جعفر خاں)	۱۱۵۱ھ / ۱۷۳۹ء	۱۱۶۷ھ / ۱۷۵۴ء
۳۔ جلال الدین حیدر شجاع الدولہ	(ابن صفدر جنگ)	۱۱۶۷ھ / ۱۷۵۴ء	۱۱۸۸ھ / ۱۷۷۵ء
۴۔ محمد یحییٰ آصف الدولہ	(ابن شجاع الدولہ)	۱۱۸۸ھ / ۱۷۷۵ء	۱۲۱۲ھ / ۱۷۹۷ء
۵۔ وزیر علی خاں	(متبنّٰی آصف الدولہ)	ربیع الثانی ۱۲۱۲ھ	شعبان ۱۲۱۲ھ

۱؎ تاریخ فرشتہ صفہ ۱۵۹ (نولکشور ایڈیشن)

۶۔ سعادت علی خاں	(ابن شجاع الدولہ)	۱۲۱۲ھ / ۱۷۹۷ء	۱۲۲۹ھ / ۱۸۱۴ء
۷۔ غازی الدین حیدر	(ابن سعادت علی خاں)	۱۲۲۹ھ / ۱۸۱۴ء	۱۲۴۳ھ / ۱۸۲۷ء
۸۔ نصیر الدین حیدر	(ابن غازی الدین حیدر)	۱۲۴۳ھ / ۱۸۲۷ء	۱۲۵۳ھ / ۱۸۳۷ء
۹۔ محمد علی شاہ	(ابن سعادت علی خاں)	۱۲۵۳ھ / ۱۸۳۷ء	۱۲۵۸ھ / ۱۸۴۲ء
۱۰۔ امجد علی شاہ	(ابن محمد علی شاہ)	۱۲۵۸ھ / ۱۸۴۲ء	۱۲۶۳ھ / ۱۸۴۷ء
۱۱۔ واجد علی شاہ	(ابن امجد علی شاہ)	۱۲۶۳ھ / ۱۸۴۷ء	۱۲۷۲ھ / ۱۸۵۶ء

فروری ۱۸۵۶ء میں واجد علی شاہ معزول ہوئے اور مٹیا برج کلکتہ میں نظر بند کر دیے گئے اور وہیں ۱۳۰۴ھ / ۱۸۸۷ء میں فوت ہوئے۔

تاریخ اودھ پر فارسی، اردو، انگریزی اور ہندی زبان میں بہت کچھ لکھا گیا ہے یہاں ہم فارسی اور اردو میں لکھے ہوئے خاص خاص تاریخی ماخذ کا ذکر کرتے ہیں۔

فارسی ماخذ

نواب برہان الملک کے ایک دوست نے ایک تاریخی نوشتے میں برہان الملک کی اس جد وجہد کا ذکر کیا ہے جو نادر شاہ کے حملے کے موقع پر ظاہر ہوئی تھی۔

مولوی خیر الدین الہ آبادی (انتقال تقریباً ۱۸۲۷ء) مشہور مورخ تھے انھوں نے تاریخ پر کئی قابل قدر کتابیں لکھی ہیں جن میں جونپور نامہ، بلونت نامہ، گوالیار نامہ اور تذکرۃ العلماء (جونپور) خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔ مولوی خیر الدین نے ایک تاریخ، نواب شجاع الدولہ کی وفات سے مختار الدولہ کے قتل (سنہ ۱۱۸۹ھ) تک کے حالات پر مشتمل لکھی ہے۔

منشی انعام علی بن خرم شاہ (ساکن بجنور ضلع لکھنؤ)، وہ ہم عصر مورخ ہیں جو دس سال صفدر جنگ کی اور بارہ سال شجاع الدولہ کی ملازمت میں رہے انھوں نے اوصاف آصف کے نام سے ایک کتاب ۱۱۹۹ھ / ۸۵-۱۷۸۴ء میں لکھی جس کا خطی نسخہ مسلم یونیورسٹی لائبریری علی گڑھ میں محفوظ ہے۔

نواب آصف الدولہ نے سنہ ۱۷۹۴ء میں نواب غلام محمد رئیس رام پور پر انگریزوں کی مدد سے چڑھائی کردی۔ اس جنگ کا حال ایک شخص موزوں (غالباً تخلص) نے آصف نامہ کے نام سے لکھا ہے۔

اس جنگ کا حال مولوی غلام جیلانی رفعت رام پوری نے فارسی مثنوی میں "جنگ دوجوڑہ" کے نام سے لکھا ہے جس کا خطی نسخہ ہماری نظر سے رضا لائبریری رام پور میں گزرا ہے اس کا حال کسی شخص نے جنگ نامہ آصف الدولہ کے عنوان سے سنہ ۱۲۱۰ھ میں بھی لکھا ہے اس جنگ نامہ کا حصہ اول مکتوبہ سنہ ۱۲۱۳ھ (از کاتب خیر اللہ) رضا لائبریری رام پور میں محفوظ ہے۔

اردو زبان میں بھی مختلف شعراء نے جنگ دوجوڑہ کے حالات منظوم کیے ہیں خلیفہ محمد معظم عباسی (تلمیذ قدرت اللہ شوق) نے نہایت تفصیل سے لکھے ہیں۔ راقم الحروف نے کئی خطی نسخوں کی روشنی میں مثنوی کو مرتب کیا ہے جو "جنگ نامہ آصف الدولہ و نواب رام پور" کے نام سے شائع ہو رہی ہے۔ اس میں بطور ضمیمہ اس جنگ سے متعلق مثنوی میر تقی میر، نظم عبدو (رام پوری) اور اشعار تسلیم (امیر اللہ) (انتخاب تاریخ بدیع) بھی شامل ہیں۔

ابوطالب اصفہانی (ف ۱۲۲۰ھ/۱۸۰۵ء) دربار اودھ کے اعلیٰ عہدیدار اور مصنف ہیں انھوں نے کیپٹن رچرڈسن کی فرمائش پر دورِ آصفی کے حالات و واقعات تفضیح الغافلین کے نام سے لکھے ہیں یہ تاریخی نوشتہ "وقائع زمانِ نواب آصف الدولہ" کے عنوان سے ڈاکٹر عابد رضا بیدار نے بہ ترتیب و حواشی ۱۹۶۵ء میں رام پور سے شائع کر دیا ہے اس کا اردو ترجمہ ڈاکٹر ثروت علی نے تاریخ آصفی کے نام سے شائع کیا ہے۔ اس کا انگریزی ترجمہ ڈبلو۔ ہوئے نے کیا تھا۔

ابوطالب اصفہانی تاریخ کا اعلیٰ ذوق رکھتے تھے انھوں نے ایک تذکرہ حدیقۃ الافکار (۱۷۹۱ء) اور تاریخ لب السیر و جام جہاں نما بھی لکھی ہیں۔ لب السیر کا موضوع تاریخِ عالم اور جام جہاں نما، تاریخِ ہند سے متعلق ہے۔

آغا محمد علی بہبہانی نے تاریخ وزیر علی کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے جو آصف الدولہ کے متبنّیٰ وزیر علی کی تخت نشینی اور معزولی کے حالات پر مشتمل ہے۔ اس کا ایک اختصار "خلاصہ تاریخ وزیر علی" کے نام سے پنجاب یونیورسٹی لائبریری (لاہور) میں محفوظ ہے۔

وزیر علی کے واقعات پر مشتمل ایک مثنوی اقبال نامہ کے نام سے ذی الحجہ ۱۲۱۵ھ/۱۸۰۰ء میں کسی شخص نے لکھی ہے، جس کا ایک خطی نسخہ بوہار لائبریری (کلکتہ) میں محفوظ ہے۔

سلطان علی حسینی صفوی اردبیلی نے معدن السعادت کے نام سے ایک تاریخ لکھی ہے جس میں خاندانِ تیموریہ کے علاوہ نوابان اودھ کا بھی حال ہے یہ کتاب نواب سعادت علی کے نام ان کے سال جلوس ۱۲۱۸ھ کے موقع پر معنون کی گئی۔

غلام علی نقوی بن محمد اکمل خاں، کرنل جان بیلی رزیڈنٹ لکھنؤ کے دفتر میں میر منشی تھے انھوں نے عماد السعادت کے نام سے ایک تاریخ لکھی ہے جو نواب سعادت علی کے عہد ۱۲۲۳ھ/۱۸۰۸ء میں مکمل ہوئی۔ اس میں ۱۲۱۶ھ/۱۸۰۱ء تک کے حالات آگئے ہیں کتاب میں برٹش رزیڈنٹوں کا حال بھی شامل ہے یہ کئی مرتبہ شائع ہو چکی ہے۔ ایک شخص محمد صالح نے بحر السعادت کے نام سے اودھ کی تاریخ لکھی ہے جو بقول اسپرنگر۔

عمادالسعادت کا نظرثانی شدہ اڈیشن ہے۔

فیض بخش بن غلام سرور کاکوروی بہو بیگم (والدہ نواب آصف الدولہ) کی سرکار میں میر منشی تھے وہ تاریخ وانساب پر گہری نظر رکھتے تھے انھوں نے ایک کتاب فرح بخش لکھی ہے اس میں ۱۱۷۹ھ/۱۷۶۵-۶۶ء سے ۱۲۳۳ھ/۱۸۱۷-۱۸ء تک کے حالات بیان کئے گئے ہیں تاریخ فیض آباد کے علاوہ مغل بادشاہوں کے حالاتِ زوال اور سادات بارہہ کی سرگرمیوں کا بھی ذکر ہے۔ اس کا خطی نسخہ ڈاکٹر ابواللیث صدیقی کے ذاتی کتب خانے میں محفوظ ہے۔ اس کتاب کا خلاصہ "بیان احوال فیض آباد" کے نام سے مہدی علی امام نے کیا تھا۔ تاریخ فرح بخش کا انگریزی ترجمہ ڈبلو۔ ہوئے نے کیا تھا جو دو جلدوں میں الٰہ آباد سے ۱۸۸۸-۸۹ء میں شائع ہوا ہے۔ اس انگریزی ترجمہ (حسب ضرورت اقتباسات) کا اردو ترجمہ ڈاکٹر صفدر حسین نے پروفیسر حامد حسن سید سے کرایا ہے۔ اور اسے "سیدان بادشاہ گر" کے نام سے مرتب کر دیا ہے (لاہور ۱۹۷۵ء)

منشی فیض بخش نے چشمۂ فیض کے نام سے شیوخ کاکوری کا ایک نسب نامہ بھی لکھا ہے جس کا خطی نسخہ ہماری نظر سے گزرا ہے۔ انھوں نے اپنے خود نوشت حالات بھی تحریر کئے تھے جن میں لکھنؤ اور فیض آباد کے بہت سے زمینداروں اور مشاہیر کے حالات اور اہم سیاسی واقعات کا ذکر بھی مل جاتا ہے یہ کتاب ۱۲۳۰ھ/۱۸۱۵ء میں مرتب ہوئی۔

قاضی محمد صادق اختر، مشہور شاعر وادیب اور غازی الدین حیدر کے عہد کے ملک الشعراء تھے انھوں نے لارڈ ہیسٹنگز اور غازی الدین کی ملاقات کا حال نظم و نثر میں گلدستۂ محبت کے نام سے لکھا ہے یہ کتاب ۱۲۳۹ھ/۱۸۲۳ء میں لکھنؤ سے شائع ہو چکی ہے۔

عبدالاحد بن مولوی محمد فائق نے لفٹیننٹ جان ڈوز ویل شکسپیر نائب رزیڈنٹ لکھنؤ کی فرمائش پر بادشاہ بیگم زوجہ غازی الدین حیدر کے حالات و واقعات پر ایک کتاب "وقائع دلپذیر" کے نام سے ۱۲۵۳ھ/۱۸۳۷-۳۸ء میں لکھی۔ اس کا انگریزی ترجمہ ولیم ہوئے نے کیا محمد تقی صاحب نے ۱۹۳۸ء میں اسے تاریخ بادشاہ بیگم کے نام سے شائع کر دیا۔ پاکستان میں مولوی محمود احمد عباسی کی تحریک پر ولیم ہوئے کے انگریزی ترجمہ کا اردو ترجمہ سراج احمد عثمانی نے کیا جسے مولوی محمود احمد عباسی نے اپنے طویل مقدمہ کے ساتھ "تاریخ بادشاہ بیگم" ہی کے نام سے شائع کیا۔

غازی الدین حیدر کے دور (۱۸۱۴ء۔ ۱۸۲۷ء) سے متعلق ایک تاریخی نوشتہ "روزنامچہ دربار ابوالمظفر غازی الدین حیدر بادشاہ اودھ" کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد دکن میں محفوظ ہے۔

نواب محمد محتشم خاں (ابن نواب محبت خاں ابن حافظ الملک حافظ رحمت خاں) نے

ایک کتاب "تاریخ محتشم" اودھ حکمراں خاندان کے متعلق لکھی ہے اس میں نصیر الدین حیدر کے زمانے ۱۲۵۳ھ/۱۸۳۷ء تک کے حالات شامل ہیں اس کا خطی نسخہ حبیب گنج کلیکشن (مسلم یونیورسٹی لائبریری) علی گڑھ میں موجود ہے۔

فخر الدولہ دبیر الملک راجا رتن سنگھ زخمی بن رائے بالک رام، دربار اودھ کے معتمد عہدیدار اور فاضل شخص تھے انھوں نے اودھ کے تاریخی حالات پر "سلطان التواریخ" کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے جس میں محمد علی شاہ کی وفات ۱۲۵۸ھ/۱۸۴۲ء تک حالات آگئے ہیں۔ اس کے خطی نسخے انڈیا آفس لائبریری اور برٹش میوزیم میں موجود ہیں۔ زخمی نے ایک ضخیم تذکرہ شعرا انیس العاشقین کے نام سے لکھا ہے جس کا ایک خطی نسخہ انجمن ترقی اردو کے کتب خانہ میں تھا جو اب نیشنل میوزیم آف پاکستان (کراچی) میں محفوظ ہے۔

دیوانِ وزارت لکھنؤ میں ایک شخص پران چند عہدیدار تھا اس نے ۱۲۶۷ھ/۱۸۵۰-۵۱ء میں واجد علی شاہ کے لئے "اعجاز السیر" کے نام سے اودھ کی تاریخ لکھی اس کا خطی نسخہ انڈیا آفس لائبریری میں موجود ہے۔ پران چند نے اعجاز السیر کو سلطان السیر کا خلاصہ بتایا ہے جو بقول اس کے ایک ضخیم جلد میں مکمل ہوا چاہتی تھی۔

لال جی بن منشی سیتل پرشاد ساکن کڑا نے سلطان الحکایات کے نام سے ایک متوسط الحجم کتاب ۱۲۷۰ھ/۱۸۵۳ء میں لکھی جس میں برہان الملک سے لے کر واجد علی شاہ تک کے حالات شامل ہیں۔ اس کتاب کا خطی نسخہ انڈیا آفس لائبریری (لندن) میں موجود ہے۔

امیر علی خاں (ف نومبر ۱۸۷۹ء) اعلیٰ عہدیدار اور گورنمنٹ انگریزی کے معزز و معتمد تھے انھوں نے وزیر نامہ کے نام سے اودھ کی تاریخ لکھی ہے۔ جس میں واجد علی شاہ کے حالات تفصیل سے لکھے گئے ہیں یہ کتاب ۱۲۹۳ھ/۱۸۷۶ء میں کانپور سے شائع ہو چکی ہے۔

امیر علی خاں نے دو تاریخی نوشتے امیر نامہ (مطبوعہ کلکتہ ۱۸۷۰ء) اور بیرنگ نامہ (مطبوعہ کلکتہ ۱۸۷۶ء) بھی لکھے ہیں۔

کنور درگا پرشاد مہر (ابن راجا دھنپت رائے ساکن سندیلہ) تاریخ کا اعلیٰ ذوق رکھتے تھے۔ انھوں نے بوستانِ اودھ کے نام سے اودھ کی مفصل تاریخ لکھی ہے یہ کتاب لکھنؤ سے ۱۸۹۲ء میں شائع ہوئی ہے۔ راجا درگا پرشاد نے ایک کتاب گلستان ہند (مطبوعہ لکھنؤ ۱۸۸۹ء) اور شاعرات کا تذکرہ حدیقہ عشرت (مطبوعہ ۱۸۹۴ء) بھی لکھا ہے۔ راجا صاحب نے دو اور کتابیں تاریخ سندیلہ (مطبوعہ

اور تاریخ اجودھیا (مطبوعہ) بھی یادگار ہیں۔

میر سید محمد شاعر بن عبد الجلیل بلگرامی نے ۱۱۸۲ھ/۱۷۶۸ء میں سادات بلگرام کے حالات میں ایک کتاب تبصرۃ الناظرین لکھی ہے اس کتاب میں اُس دور کے عام حالات بھی ملتے ہیں۔

مولوی ابن حسن نے ایک کتاب برہان اودھ کے نام سے لکھی جس کا نسخہ سبحان اللہ کلیکشن مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں موجود ہے۔ اسی طرح ایتھے نے ایک خطی کتاب "احوال نواب برہان الملک وغیرہ" کا بھی ذکر کیا ہے[1]

گور سہائے ولد لالہ بینی پرشاد قانون گو شاہ آباد ضلع ہردوئی نے ایک کتاب تاریخ اودھ لکھی جس میں غازی الدین حیدر کے سال جلوس ۱۲۴۲ھ تک کے حالات ہیں یہ کتاب طبع ہو چکی ہے ہیبت پرشاد اکبر آبادی نے سر ولیم ہنری سلیمن رزیڈنٹ لکھنؤ کی فرمایش پر ۱۸۴۹ء میں تواریخ اودھ لکھی جو آگرہ کے حاکم عدالت صدر رولینڈ منی کی فرمایش پر اردو میں ترجمہ ہوئی یہ اردو ترجمہ مطبع مفید انام فتح گڑھ میں ۱۸۶۰ء میں طبع ہو چکا ہے۔

نجم الدولہ افتخار الملک سید محمد رضا خاں بہادر حسام جنگ نے ایک کتاب مفاتیح الریاست کے نام سے لکھی ۱۲۸۱ھ میں بعد نظر ثانی اس کا تکملہ آثار المحشر کے نام سے لکھا۔ سید محمد رضا لکھنؤ کے باشندے تھے اس کتاب میں اودھ و روہیل کھنڈ سے متعلق خاصا تاریخی مواد ہے۔ اس کتاب کا خطی نسخہ رضا لائبریری رام پور میں ہماری نظر سے گزرا ہے۔ اسی طرح تاریخ اودھ سے متعلق ایک ماخذ تاریخ شاہیر نیشاپور کا خطی نسخہ بھی رضا لائبریری رام پور میں موجود ہے راقم الحروف محمد ایوب قادری کے کتب خانے میں تاریخ اودھ سے متعلق ایک مخطوطہ ہے جس کا جامع کوئی ہندو ہے کیونکہ کتاب کا ہر نیا عنوان "سری گنیش آنمہ" سے شروع کیا گیا ہے پہلے خلاصۃ الاحوال مؤلفہ آسا رام کا طویل اقتباس ہے پھر عماد السعادت وغیرہ کے اقتباسات ہیں۔ برہان الملک اور صفدر جنگ کے حالات کے علاوہ دوسرے تاریخی واقعات مثلاً حملہ نادر شاہ، احوال دکنیاں (مرہٹہ) اور فرقہ قزلباش کا بھی ذکر ہے۔

ایک سیاح نجابت حسین خان نجیب آبادی نے امجد علی شاہ کے عہد کے واقعات "سوانح لکھنؤ" کے نام سے لکھے ہیں اس کا خطی نسخہ (فارسی) پٹنہ یونیورسٹی لائبریری میں موجود ہے۔

اس دور کے بعض مجموعہ انشاء و مکاتیب بھی اودھ کے تاریخی واقعات و حالات پر روشنی ڈالتے ہیں۔ انشائے فیض بخش کاکوروی اور انشائے لچھمی نرائن اسی ذیل میں آتی ہیں آخر الذکر مجموعہ

---

[1] یہ ساری تفصیلات بڑی حد تک سی اے اسٹوری (پرشین لٹریچر) سیکشن II (مطبوعہ لندن) سے ماخوذ ہیں۔

شائع ہو چکا ہے حکیم نجم الغنی خاں رام پوری نے تین اور ایسے مجموعہ مکاتیب کا ذکر کیا ہے ان میں قلمی خطوط کا پہلا مجموعہ شجاع الدولہ، صفدر جنگ اور حافظ الملک حافظ رحمت کی مراسلت پر مشتمل ہے حکیم نجم الغنی خاں مرحوم کو یہ نادر مجموعہ بھرت پور سے ملا تھا۔ نجم الغنی خان نے ایک اور خطوط کے قلمی مجموعہ کا ذکر کیا ہے جو مجتہد العصر کے گھرانے سے متعلق ہے۔ سلطان العلماء مولوی سید محمد (ابن سید دلدار علی) کی یادداشتوں کا ایک مجموعہ "تحریرات سلطان العلماء" کے نام سے رام پور کے کتب خانے میں محفوظ ہے ان تحریرات میں تاریخ اودھ اور انتزاعِ سلطنت پر بحث ہے۔

آخری تاجدار اودھ واجد علی شاہ ایک خوش فکر شاعر اور قلم کار بھی تھے ان سے بہت سی کتابیں اور مجموعہ مکاتیب یادگار ہیں۔ یہ آثار واجدی بھی تاریخ اودھ کے ماخذ ہیں۔

اُردو ماخذ

اب ہم تاریخ اودھ کے اردو ماخذ کا ذکر کرتے ہیں۔

مہدی علی خاں، اقتدار الدولہ محتشم الملک ضیغم جنگ تخلص حسن، نامور رئیس اور شجاع الدولہ کی اولاد سے تھے انھوں نے غازی الدین حیدر کے زمانے سے ۱۸۶۳ء تک کے واقعات تاریخ اقتداریہ کے نام سے دو جلدوں میں لکھے ہیں ان میں سے کچھ بزرگوں کے شنیدہ اور کچھ ان کے خود چشم دیدہ ہیں اس کتاب کا خطی نسخہ کتب خانہ آصفیہ میں موجود ہے۔

کمال الدین حیدر المعروف بہ میر محمد زائر سرکار اودھ میں ایک اعلیٰ عہدیدار تھے انھوں نے ایک مفصل تاریخ برہان الملک کے دور سے عہدِ واجد علی شاہ تک دو جلدوں میں سوانح سلاطین اودھ المعروف بہ قیصر التواریخ کے نام سے لکھی ہے۔ یہ کتاب کئی مرتبہ طبع ہو چکی ہے منشی طوطا رام شایاں نے طلسم ہند کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے جو پونے چھ سو صفحات پر مشتمل ہے عام تاریخ ہندوستان کے تاریخی واقعات کے علاوہ اس میں تقریباً تین سو صفحات تاریخ اودھ سے متعلق ہیں طلسم ہند ۱۸۷۴ء میں نولکشور پریس لکھنؤ سے شائع ہو چکی ہے طوطا رام شایاں نے کرنل سانڈرس الکسس ایبٹ کمشنر لکھنؤ کی فرمائش پر تواریخ نادر العصر کے نام سے لکھی جسے منشی نولکشور نے ۱۸۶۳ء میں اپنے پریس سے شائع کیا اس میں واجد علی شاہ کے حالات کے علاوہ لکھنؤ کی عمارات کا خاص طور سے ذکر کیا گیا ہے۔

منشی رام سہائے تمنا نے احسن التواریخ دو جلدوں میں لکھی ہے جس کی جلد اوّل ۱۸۷۶ء میں تمنائی پریس لکھنؤ سے شائع ہوئی اور دوسری جلد افضل التواریخ کے نام سے ۱۲۹۶ھ میں شائع ہوئی۔

محمد حسن رئیس بجنور (ضلع لکھنؤ) نے ضیائے اختر کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے یہ کتاب ۱۸۷۸ء میں نول کشور پریس لکھنؤ سے شائع ہو چکی ہے اسی طرح تاریخ اودھ پر ایک کتاب بلاقی داس نے گلدستہ اودھ (مطبوعہ میور پریس دہلی) شائع کی ہے۔

منشی رادھے لال رئیس قصبہ موہان نے فنانشیل کمشنر (لکھنؤ) کے سکریٹری ایچ۔ ایس میکن کی فرمائش پر ایک کتاب "تاریخ فرمانروایانِ اودھ" لکھی جو ۱۸۷۸ء میں نولکشور پریس لکھنؤ سے شائع ہوئی۔

مرزا رجب علی بیگ سرور اردو کے مشہور ادیب ہیں ان کی دو کتابیں تاریخِ اودھ سے متعلق ہیں فسانۂ عبرت اور سرورِ سلطانی، دونوں کتابیں طبع و شائع ہو چکی ہیں "فسانۂ عبرت" مسعود حسن ادیب نے جدید ترتیب و تہذیب کے ساتھ شائع کی ہے۔

ابوالحسن مانکپوری نے آئینہ اودھ کے نام سے ایک کتاب ۱۲۸۶ھ / ۱۸۶۹ء میں آر۔ ایچ۔ ڈیوس چیف کمشنر اودھ کی فرمائش سے لکھی۔ اس میں اودھ کے تاریخی واقعات کے علاوہ وہاں کے بہت سے خاندانوں کے شجرے اور خاندانی حالات بھی شامل کئے گئے ہیں یہ کتاب مطبع نظامی کانپور سے ۱۳۰۳ھ میں شائع ہو چکی ہے۔

ضیغم الدولہ سید زین العابدین نے تاریخ قیصری المعروف بہ بوستان اودھ کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے جو اثنا عشری پریس (لکھنؤ) سے ۱۳۰۸ھ میں شائع ہو چکی ہے۔

عہد واجد علی شاہ میں مولوی امیر الدین علی نے ہنومان گڑھی پر مسجد بابری کے سلسلہ میں جہاد کیا تھا اس کے تفصیلی واقعات چشم دید مورخ کی حیثیت سے مرزا جان نے حدیقۂ شہداء کے نام سے قلم بند کئے ہیں۔ یہ تاریخی نوشتہ بھی دو بار شائع ہو چکا ہے۔

مولوی مسیح الدین خان بہادر کاکوروی کا سفر نامہ لندن بھی تاریخ اودھ کے سلسلے میں ایک تاریخی ماخذ ہے یہ سفر نامہ بھی طبع ہو چکا ہے سفیر اودھ کے حالات ۱۹۲۹ء میں الناظر پریس لکھنؤ سے شایع ہو چکے ہیں۔

شبابِ لکھنؤ کے نام سے منشی احمد علی کی ایک کتاب ۱۸۹۹ء میں لکھنؤ سے شائع ہوئی جو ایک اہم تاریخی ماخذ ہے۔ محمد ہادی بن محمد عباس نے وضعدارانِ لکھنؤ کے نام سے تمدنِ لکھنؤ پر ایک کتاب لکھی ہے جو تصویر عالم پریس (لکھنؤ ؟) سے ۱۹۰۸ء میں شائع ہو چکی ہے اسی طرح دہلی سے ۱۹۰۳ء میں بہارستانِ اودھ کے نام سے ایک اور کتاب شائع ہوئی ہے۔

روہیل کھنڈ لٹریری سوسائٹی (بریلی) کا آرگن مخزن العلوم تھا اس کے شمارہ ۷ جلد ۲ (جولائی ۱۸۶۶ء) میں تتمہ تاریخ روہیل کھنڈ کے عنوان سے ایک طویل مضمون شائع ہوا ہے اس میں تین مندرجہ ذیل عہدنامے نقل ہوئے ہیں۔

(۱) عہدنامہ مابین شجاع الدولہ و سردارانِ روہیلہ۔

(۲) عہدنامہ مابین آصف الدولہ و احمد علی خاں۔

(۳) عہدنامہ نواب سعادت علی خاں و کمپنی بہادر۔

اودھ اور نوابان و شاہانِ اودھ کا یہ منتخب تاریخی سرمایہ ہے اودھ کے مندرجہ ذیل قصبات و بلاد، اجودھیا، اعظم گڑھ، امیٹھی، بلرام پور، بلگرام، بنارس، جائس، جونپور، دریاباد، رائے بریلی، سندیلہ، شاہ آباد، غازی پور، قنوج، کاکوری، کڑہ مانکپور، گورکھپو، مبارک پور، موہان وغیرہ کی مستقل تاریخیں لکھی گئی ہیں یہ کتابیں بھی تاریخ اودھ کے مطالعہ میں مددگار ہو سکتی ہیں۔ ان میں سے اکثر کتابیں طبع ہو چکی ہیں۔ بعض شہروں پر کئی کئی کتابیں لکھی گئی ہیں۔

۱۹۱۰-۱۲ء میں مشہور مورخ مولوی حکیم نجم الغنی خاں رام پوری نے تاریخ اودھ کے عنوان سے چار جلدوں میں ایک ضخیم کتاب لکھی جس کا پہلا اڈیشن مطبع نیر اعظم مراد آباد و مطبع مطلع العلوم مراد آباد سے شائع ہوا، اس کتاب کا دوسرا اڈیشن نہایت اہتمام سے پانچ جلدوں میں نولکشور پریس لکھنؤ سے ۱۹۱۹ء میں شائع ہوا۔ اس کا تفصیلی ذکر آگے آئے گا۔

مولوی حکیم نجم الغنی خاں رام پوری کی تاریخ اودھ (پانچ جلد) کے بعد اودھ اور لکھنؤ پر مندرجہ ذیل کتابیں۔ (۱) مرقع اودھ (منشی احمد علی، لکھنؤ ۱۹۱۲ء) (۲) مشرقی تمدن کا آخری نمونہ (عبد الحلیم شرر) (جانِ عالم (عبد الحلیم شرر، لاہور ۱۹۵۱ء) قدیم ہنر و ہنرمندانِ اودھ و لکھنؤ (۔ سرار حسین، لکھنؤ ۱۹۳۶ء) بیگماتِ اودھ (شیخ تصدق حسین، لکھنؤ ۱۹۵۶ء) واجد علی شاہ اور ان کا عہد (رئیس احمد جعفری، لاہور ۱۹۵۸ء) تاریخی شہ پارے (مرزا علی اظہر برلاس، کراچی ۱۹۷۱ء، تاریخ لکھنؤ حصہ اوّل (محمد باقر شمس کراچی ۱۹۷۲ء) بہارِ اودھ (محمد غوث الدین علوی، راولپنڈی ۱۹۷۵ء) لکھنؤ کی تہذیبی میراث (ڈاکٹر صفدر حسین، لاہور ۱۹۷۵ء) امجد علی شاہ (سبط محمد نقوی لکھنؤ ۱۹۷۶ء) تاریخ لکھنؤ (سید آغا مہدی، کراچی ۱۹۷۶ء) وغیرہ طبع و شائع ہوئی ہیں۔ اور یہ حقیقت ہے کہ ان کتابوں کا ایک اہم اور بنیادی ماخذ مولوی حکیم نجم الغنی خاں کی کتاب تاریخ اودھ رہی ہے۔

اب ہم حکیم نجم الغنی خاں کے حالات پیش کر رہے ہیں۔

روہیلوں کے عہد اقتدار میں روہیل کھنڈ کے اکثر قصبات و بلاد علوم وفنون کا مرکز بن گئے اطراف و جوانب سے بہت سے علماء و فضلا اور شعراء و حکماء اس علاقے میں آکر سکونت پذیر ہوئے مولوی نجم الغنی خاں کے بزرگ ملا محمد سعید خاں، تیرہ سے ترک سکونت کر کے پہلے دہلی آئے یہ خاندان چنگیز خاں کی نسل میں چغتہ برلاس ہے۔ محمد سعید خاں نے اس دور کے نامور عالم اور محدث شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے سامنے زانوئے ادب تہ کیا۔ ان ہی سے تمام مروجہ علوم حاصل کئے اور شاہ صاحب کے ہمراہ حج بیت اللہ کی سعادت سے بھی بہرہ اندوز ہوئے۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے انتقال ۱۱۷۶ھ/۱۷۶۲ء کے بعد وہ روہیلوں کے مرکزی شہر بریلی آئے۔ اس وقت زمام اقتدار حافظ الملک حافظ رحمت خاں کے ہاتھ میں تھی۔ حافظ صاحب نے ملّا محمد سعید خاں کو اپنے فرزند اکبر عنایت خاں کی تعلیم و تربیت پر مقرر کیا اور سعید خاں کا بریلی ہی میں انتقال ہوا۔

شجاع الدولہ نواب وزیر کی ہوس ملک گیری اور ناعاقبت اندیشی سے حافظ رحمت خاں کی شہادت کے بعد روہیلوں کی حکومت کا خاتمہ ہوگیا۔ نواب فیض اللہ خاں ابن نواب علی محمد خاں کو رام پور کا علاقہ ملا۔ بچے کھچے خاندانوں نے رام پور کا رخ کیا۔ ملّا سعید خاں کے پانچ فرزند بھی بریلی کی سکونت ترک کر کے رام پور پہنچے ان میں ایک ملا عبدالرحمٰن تھے جو ظاہری اور باطنی علوم میں کامل تھے، شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ ان کو "فضائل مآب" اور "فضیلت پناہ" لکھتے تھے ۱۲۲۴ھ میں ملّا عبدالرحمٰن کا انتقال ہوگیا۔ ان کے صاحبزادے مولوی عبدالعلی خاں تھے جو نہایت فاضل اور رام پور میں مفتی عدالت تھے ان کو شاعری کا بھی ذوق تھا اور علی تخلص کرتے تھے۔ ۱۲۷۸ھ میں ان کا انتقال ہوا۔ یہ حکیم نجم الغنی خاں کے حقیقی دادا تھے ان کے صاحبزادے مولوی عبدالغنی تھے جو ۱۲۴۴ھ میں پیدا ہوئے انہوں نے رام پور کے مشاہیر و اکابر علماء مفتی شرف الدین، ملّا غفران، اور مولوی عبدالعلی خاں ریاضی داں وغیرہ سے تحصیل علوم کی۔ کچھ دنوں رام پور میں وکالت کی پھر وہ اودے پور میواڑ چلے گئے اور وہاں مختلف عہدوں پر فائز رہے۔ ملازمت سے سبکدوش ہونے کے بعد رام پور آئے ۲ راپریل ۱۸۹۹ء کو مولوی عبدالغنی کا رام پور میں انتقال ہوا۔ ان ہی کے فرزند مولوی حکیم نجم الغنی خاں رام پوری ہیں جو اپنے دور کے نامور عالم، مدرس، مصنف اور مورخ گزرے ہیں۔ انھوں نے اردو کے تاریخی و علمی سرمائے میں گراں قدر اضافہ کیا ہے۔

مولوی نجم الغنی خاں رام پوری ۱۰ ربیع الاول ۱۲۷۶ھ مطابق ۱۸ر اکتوبر ۱۸۵۹ء کو رام پور میں پیدا ہوئے۔ محمد نجم الغنی (۱۲۷۶ھ) ان کا تاریخی نام ہے وہ اپنے والد کے اکلوتے فرزند

تھے۔ ان کی پرورش و تربیت پر خاص توجہ دی گئی۔ مولوی نجم الغنی خاں کی عمر ابھی چار سال کی تھی کہ ان کے والد مولوی عبدالغنی ۱۸۶۳ء میں بسلسلۂ ملازمت اودے پور چلے گئے لہٰذا ان کی ابتدائی تعلیم تمام تر اودے پور میں ہوئی۔

مولوی نجم الغنی خاں نے عربی و فارسی کی ابتدائی کتابیں اپنے والد مولوی عبدالغنی سے اودے پور میں پڑھیں اور پھر وہ ۱۳۰۱ھ میں رام پور آ گئے۔ انھوں نے علوم مروجہ کی تحصیل علمائے رام پور سے کی فلسفۂ قدیم کی بعض کتب شمس العلماء مولانا عبدالحق خیرآبادی سے پڑھیں اور عربی ادب کی تحصیل مولانا طیب عرب مکّی سے کی دوسرے تمام علوم شمس العلماء مولانا حفیظ اللہ سے حاصل کئے۔ ۱۸۸۹ء میں مدرسہ عالیہ رام پور سے درس نظامی کا امتحان درجہ اوّل میں پاس کیا۔ اس کے بعد علم طب کی تحصیل کی اطبائے لکھنؤ اور اپنے ماموں حکیم اعظم خاں رام پوری سے استفادہ کیا۔ حکیم اعظم خاں اپنے دور کے شہرت یافتہ حکیم تھے۔

تحصیل علوم میں مولوی نجم الغنی خاں نہایت محنت اور کوشش کرتے ٹمٹماتے ہوئے چراغ کے سامنے رات رات بھر مطالعہ کتاب میں گزار دیتے۔ ایک مرتبہ رات کو مطالعہ کے دوران چراغ کی لَو سے ان کی پگڑی میں آگ لگ گئی لیکن بروقت آگاہ ہو گئے، طالب علمی کے زمانے میں لباس و طعام کی بھی کچھ پروا نہیں کرتے تھے۔ ان کے شوق علم کا اندازہ اس واقعہ سے لگائیے کہ اپنے ایک استاد کے یہاں کیاریوں کو سینچنے کے لئے روزانہ کنوئیں سے پانی کھینچتے تھے اور اس کام کے انجام دینے میں اکثر ان کے ہاتھوں میں آبلے پڑ جاتے تھے ایک اور واقعہ ملاحظہ ہو۔ مولوی نجم الغنی خاں رام پور میں ایک طبیب کے یہاں پڑھنے جایا کرتے تھے ان کا مکان نجم الغنی خاں کے گھر سے کافی فاصلے پر تھا ایک روز جبکہ موسلادھار بارش ہو رہی تھی وہ پڑھنے کے لئے گئے۔ استاد نے کہلا دیا کہ ابھی بارش ہو رہی ہے سہ پہر کو آنا، مولوی نجم الغنی خاں بھیگتے ہوئے واپس چلے آئے۔ اتفاق سے اس روز بارش نہیں تھمی۔ سہ پہر کو پھر بھیگتے بھاگتے استاد کے یہاں پہنچے۔ استاد اُن کے ذوقِ علم سے بہت متاثر ہوئے اور اپنے تساہل کی معافی چاہی۔

تحصیلِ علم کے بعد نجم الغنی خاں نے طب کا مشغلہ اختیار کیا۔ رجوع خلق خوب ہونے لگی۔ بعض پیچیدہ بیماریوں کے علاج بھی کئے۔ اس کے ساتھ ساتھ تصنیف و تالیف کا کام بھی جاری رہا۔ چونکہ ان کے والد ریاست اودے پور میواڑ میں نیک نامی سے خدمات انجام دے چکے تھے لہٰذا اودے پور میں مولوی نجم الغنی خاں کی طلبی ہوئی اور یکم نومبر ۱۹۰۱ء کو اودے پور ہائی اسکول

میں بحیثیت ہیڈ مولوی تقرر عمل میں آیا۔ اودے پور میں قیام کے زمانے میں بھی تصنیف و تالیف کا کام جاری رہا بلکہ جلد ہی ان کی اچھی خاصی شہرت ہوگئی اور ملک کے مشاہیران سے ملاقات کے لئے اودے پور پہنچنے لگے۔

اوائل جولائی ۱۹۲۴ء میں اودے پور کی ملازمت سے سبکدوش ہو کر اپنے وطن مالوف رام پور آگئے اور سارا وقت مطالعہ کتب اور تصنیف و تالیف میں صرف کرنے لگے جو کام بڑے بڑے علمی اداروں کے کرنے کے تھے وہ مولوی نجم الغنی خاں نے تنہا انجام دیئے۔ ریاست رام پور کی معارف پروری کی بدولت اودے پور کے قیام کے زمانے میں بھی نجم الغنی خان کو پچاس روپیہ ماہانہ وظیفہ ملتا تھا مگر رام پور آنے کے بعد وظیفے کی رقم سو روپیہ ماہانہ ہوگئی طعام اور سواری وغیرہ کا انتظام ریاست کی طرف سے اس کے علاوہ تھا۔

ایک مرتبہ مولوی نجم الغنی خاں کو نواب حامد علی خاں رئیس رام پور (ف ۱۹۳۰ء) کے عتاب کا سامنا کرنا پڑا۔ صورت یہ ہوئی کہ روہیلہ ریاست کے بانی نواب علی محمد خاں (ف ۱۱۶۲ھ) کو ایک روہیلہ سردار داؤد خاں نے پرورش کیا تھا۔ وہ داؤد خاں کو ایک لڑائی میں موضع بانکولی تحصیل بہیڑی (ضلع بریلی۔ یوپی) سے کم سنی میں ہاتھ لگے تھے۔ جاٹ قبیلہ کے چشم و چراغ تھے، داؤد خاں کے کوئی اولاد نہ تھی اس لئے اس نے علی محمد خاں کی نہایت اعلیٰ پیمانے پر پرورش اور تعلیم و تربیت کی اور اپنا جانشین مقرر کیا۔ علی محمد خاں روہیلوں کے سردار اور ریاست کے بانی ہوئے یہی بات حکیم نجم الغنی خاں نے اپنی کتاب اخبار الصنادید (تاریخ روہیل کھنڈ) طبع اوّل ۱۹۰۴ء میں لکھ دی۔ بھلا یہ بات نواب حامد علی خاں کو کب گوارا ہو سکتی تھی۔ نواب کی رشتہ داری جانسٹھ کے سادات میں ہو چکی تھی اور سادات جانسٹھ نے نواب حامد علی خاں کے لئے ایک "شجرۂ سیادت" بھی مرتب کر دیا تھا۔ نواب حامد علی خاں نے حکیم نجم الغنی کو اودے پور سے طلب کر لیا۔ دربار میں حاضر ہوئے۔ نواب نے نہایت غم و غصہ کا اظہار کیا اور فیصلہ ہوا کہ اخبار الصنادید (طبع اوّل ۱۹۰۴ء) بحق سرکار ضبط اور نذر آتش، اس کتاب کا ایک ایک نسخہ حاصل کر کے جلایا گیا اور کتاب پر جو رقم خرچ ہوئی تھی وہ نجم الغنی خاں کو ادا کی گئی۔ خاکسار کے خاندان میں اخبار الصنادید کا یہ نادر نسخہ (طبع اوّل) محفوظ تھا جو اب پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی (کراچی) لائبریری کی زینت ہے اور طبع اوّل کا ایک جلا ہوا نسخہ ترقی اردو بورڈ (کراچی) کے کتب خانے میں بھی ہے ۱۹۱۸ء میں نجم الغنی خاں نے اخبار الصنادید کا دوسرا اڈیشن تیار کر کے شائع کرایا جس میں

نواب حامد علی خاں رئیس رام پور کے حسب الحکم سادات کا نسب نامہ شامل کیا گیا مگر اتفاق کی بات نواب حامد علی خاں ۱۹۳۰ء میں فوت ہو گئے اور نجم الغنی خاں زندہ رہے چنانچہ ان کے قلم حقیقت رقم نے ایک کتاب "مختصر تاریخ ریاست رام پور" لکھ کر اصل حقیقت پھر ظاہر کر دی۔ حکیم نجم الغنی خاں کے ہاتھ کا لکھا ہوا قلمی نسخہ ہماری نظر سے گزرا ہے ہم نے اس کی ایک ٹائپ شدہ نقل پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی (کراچی) کی لائبریری میں داخل کر دی ہے۔

حکیم نجم الغنی خاں نے اخبار الصنادید (طبع دوم) علامہ اقبال کی خدمت میں ارسال کیا جس کی رسید و رائے دیتے ہوئے علامہ اقبال نے حکیم نجم الغنی خاں کو مندرجہ ذیل خط لکھا۔

لاہور۔ ۱۴ر دسمبر ۱۹۱۸ء

مخدوم و مکرم جناب قبلہ حکیم صاحب۔ السلام علیکم

اخبار الصنادید کی دو جلدوں کے لئے سراپا سپاس ہوں۔ میں نے پہلی جلد کو بالخصوص نہایت دلچسپی سے پڑھا۔ قوم افغان کی اصلیت پر آپ نے خوب روشنی ڈالی ہے۔ کشامرہ غالباً اور افاغنہ یقیناً اسرائیلی الاصل ہیں۔ قاضی امیر احمد شاہ رضوانی جو خود افغان ہیں ایک دفعہ مجھ سے فرماتے تھے کہ لفظ "فغ" قدیم فارسی میں بمعنی "بت" آیا ہے اور افغان میں الف سالبہ ہے چونکہ ایران میں بود و باش رکھنے کے وقت افغان بت پرست نہ تھے اس واسطے ایرانیوں نے انہیں افغان کے نام سے موسوم کیا ہے۔

میرے خیال میں حال کی پشتو زبان میں بہت سے الفاظ عبرانی اصل کے موجود ہیں۔ اگر تحقیق کی جائے تو مجھے یقین ہے نہایت بارآور ہوگی۔ آپ کا طرز تحریر نہایت سادہ اور مؤثر ہے اور بحیثیت مجموعی آپ کی تصنیف تاریخ کا عمدہ نمونہ ہے۔

آپ کا مخلص

محمد اقبال بیرسٹرایٹ لا

حکیم نجم الغنی خاں کا سارا وقت مطالعہ کتب اور تصنیف و تالیف میں صرف ہوتا تھا وہ دن کا ایک حصہ رام پور کے سرکاری کتب خانے میں گزارتے تھے اور بقیہ حصہ اپنے گھر میں تصنیف و تالیف میں صرف کرتے تھے۔ لوگوں سے بہت کم ملتے تھے۔ رام پور کا ایک خاص محدود علمی طبقہ تھا۔ جس سے ان کا رابطہ تھا۔ اکثر لوگ ان کی علمی حیثیت اور مرتبے سے

بھی بے خبر تھے۔ جب خواجہ حسن نظامی، نواب حبیب الرحمٰن خاں شروانی، مولانا عبدالحلیم شررؔ، مولوی رضی الدین بسمل بدایونی (مؤلف کنز التاریخ) اور علامہ شبلی نعمانی جیسے مشاہیر ملت مولوی نجم الغنی خاں سے ملنے ان کے مکان پر جاتے تھے تو اہل محلہ کو نجم الغنی خاں کی حیثیت اور علمی مرتبے کا اندازہ ہوتا تھا۔

حکیم نجم الغنی کی زندگی بہت سادہ تھی۔ صبح کو جب تک وہ بیس صفحے نہیں لکھ لیتے تھے مکان سے نہیں نکلتے تھے۔ ان کے اوقات نہایت منضبط تھے۔ اسی اصول پرستی اور نظام الاوقات کی پابندی کا نتیجہ ہے کہ اُنھوں نے اتنی ضخیم کتابیں اپنی یادگار چھوڑیں۔

حکیم نجم الغنی خاں نے جس موضوع پر قلم اٹھایا اس کا حق ادا کر دیا ہے کوئی پہلو تشنہ نہیں چھوڑا ہے۔ بہت سی قلمی کتابیں ان کی تصانیف کے ذریعے اہل علم سے متعارف ہوئیں۔ تاریخ اودھ اور تاریخ روہیل کھنڈ پر جو کچھ اُنھوں نے لکھا ہے وہ ان کی محنت اور تدوین کی زندہ مثال ہے۔ نصف صدی گزرنے کے بعد بھی اس موضوع پر کوئی قابلِ قدر کام نہیں ہوا۔ وہ تاریخ کو مذہب یا عقیدے کے قلم سے نہیں لکھتے تھے۔

حکیم نجم الغنی خاں کو ہمیشہ کتابوں کی تلاش رہتی تھی۔ کتابوں اور تاریخی آثار دیکھنے کے لئے سفر بھی کرتے تھے۔ استاذی المحترم مولوی اسد علی خاں رام پوری مرحوم (ف ۱۹۵۶ء) اور مولوی حکیم عبدالغفور آنولوی (ف ۱۹۶۴ء) کا بیان ہے کہ حکیم نجم الغنی خاں اکثر آنولہ، بریلی اور بدایوں آتے۔ ان بستیوں کے پرانے خاندانوں کے افراد سے ملتے اور ان کے پرانے ذخیروں، کتابوں اور کاغذات کو دیکھتے تھے ۱۹۱۵ء میں حکیم نجم الغنی خاں آنولہ آئے اور بعض اہل شہر کے ہمراہ وہ اہائی چھترا (رام نگر) کا قلعہ دیکھنے گئے۔ مولوی اسد علی خاں کا بیان ہے کہ وہ روہیل کھنڈ کے آثار وعمارات پر بھی کتاب لکھنے کے لئے مواد جمع کر رہے تھے جو غالباً تیار نہ ہو سکی۔

جب ۱۹۳۰ء میں نواب حامد علی خاں کا انتقال ہو گیا اور نواب رضا علی خاں (ف ۶ مارچ ۱۹۶۶ء) سریر آرائے حکومت ہوئے تو اُنھوں نے ریاست کے نظم ونسق میں بعض تبدیلیاں اور اصلاحات کیں اور ریاست کے آمدنی وخرچ کو متوازن کرنے کی غرض سے بہت سے وظیفے بند کر دیے مولوی نجم الغنی خاں بھی اس لپیٹ میں آئے مگر بعض حضرات کی سفارش سے ان کا وظیفہ بحال ہوا اور ان کو ۱۰ اکتوبر ۱۹۳۱ء کو کتب خانہ سرکاری (رام پور) کا ناظم مقرر کر دیا

گیا۔ یہ ذمہ داری برائے نام تھی۔ اس معاملے میں خواجہ حسن نظامی نے خاص طور سے کوشش کی تھی۔

نواب رضا علی خاں کے مسند نشین ہونے کے موقع پر جب خواجہ حسن نظامی رام پور تشریف لے گئے تو ۲/ ربیع الاول ۱۳۴۹ھ (۲۹/ جولائی ۱۹۳۰ء) بروز سہ شنبہ مولوی حکیم نجم الغنی خاں سے بھی ملنے گئے۔ اس روداد کو خواجہ صاحب ہی کی زبانِ قلم سے سُنئے۔

"اس (ناشتہ) کے بعد مولانا نجم الغنی صاحب مورخ سے ملنے گیا۔ جو موجودہ زمانے کے سب سے عمدہ اور بہت زیادہ اور نہایت محققانہ اور آزادانہ اور بے باکانہ لکھنے والے مورخ ہیں۔ شمس العلماء مولانا ذکاء اللہ صاحب مرحوم دہلوی نے آخر زمانے میں تاریخ کی بہت بڑی بڑی جلدیں لکھی ہیں۔ مگر مولانا نجم الغنی خاں صاحب کی کتابیں تعداد میں بھی بہت زیادہ ہیں اور ضخامت میں بھی زیادہ ہیں تاریخ کے علاوہ طب وغیرہ علوم و فنون کی بھی انھوں نے بہت اچھی اچھی کتابیں لکھی ہیں۔ شہرہ آفاق فلاسفروں اور مصنفوں کی طرح ایک نہایت مختصر اور سادہ مکان میں بیٹھے تھے چاروں طرف کتابوں اور نئے مسودات کا ڈھیر لگا ہوا تھا۔ ساٹھ ستر کے قریب عمر ہے۔ بال سب سفید ہو گئے ہیں مگر کام کرنے کی انرجی اور مستعدی جوانوں سے زیادہ معلوم ہوتی ہے۔ بہت عمدہ پھل کھلائے پان کھلائے اور اپنی تازہ تصانیف بھی دکھائیں۔ ایک کتاب اودے پور کی نسبت لکھی ہے۔ مولانا شبلی مرحوم نے اورنگ زیب پر ایک نظر کے نام سے بہت اچھی کتاب شائع کی تھی مگر وہ راجپوتانے کے واقعات سے بے خبر تھے۔ مولانا نجم الغنی خاں صاحب نے راجپوتانہ کی مستند تاریخوں سے اورنگ زیب کی تاریخی حمایت کا حق ادا کیا ہے اور اودے پور کے مہارانا کے اس غرور اور گھمنڈ کو توڑ پھوڑ کر مسمار کر دیا ہے جس میں وہ آج تک مبتلا ہے موجودہ مہارانا کے والد ۱۹۱۱ء کے شاہی دربار میں دہلی میں آئے تو شہر کے باہر ٹھیرے کیونکہ ان کے ہاں یہ عہد ہے کہ دہلی میں فاتح کی حیثیت سے داخل ہوں گے انگریزوں نے بھی اودے پور کے خیالی پلاؤ کی مخالفت نہیں کی اور مہارانا کو دہلی کے اندر آنے کے لئے مجبور نہیں کیا تاکہ ان کی آن بان باقی رہے مگر مولانا نجم الغنی صاحب کی

اس تاریخ کو پڑھ کر اودے پور کے سب نشے ہرن ہو جائیں گے اور وہ طلسم ٹوٹ جائے گا جو اودے پور کی فرضی روایتوں نے ہندو قوم کے دل و دماغ میں بنا رکھا ہے کہ اودے پور کا مہارانا کبھی مسلمان سلطنت کے سامنے نہیں جھکا اور کبھی مسلمانوں سے مغلوب نہیں ہوا۔

میں نے مولانا سے یہ کتاب لے لی اور میں اس کو اپنے اہتمام سے اور اپنے خرچ سے شائع کروں گا مولانا نے اس کا نام تاریخ اودے پور رکھا ہے مگر میں نے اس کے نئے نام تجویز کئے ہیں جن میں سے ایک غرور شکن ہے اور دوسرا اودے پور کا فرضی طلسم ہے۔ یہ کتاب خدا نے چاہا بہت جلدی شائع ہو جائے گی۔ مولانا نجم الغنی صاحب بہت زیادہ کام کرتے ہیں ان کی عمر اور ان کی محنت کو دیکھ کر مجھے بہت غیرت آئی کہ مجھے اپنے زیادہ کام کا فخر رہتا ہے حالانکہ مولانا نجم الغنی صاحب مجھ سے زیادہ بوڑھے ہیں مگر کئی حصے زیادہ کام کرتے ہیں۔

رخصت ہوا تو مولانا سواری تک پہنچانے آئے۔ قدیمی بزرگوں کی تہذیب و شایستگی کا وہ ایک مکمل نمونہ ہیں۔" (ضمیمہ نظام المشائخ دہلی، اگست ۱۹۳۰ء ص ۱۴-۱۸)

مسلسل علمی کام کرنے کی وجہ سے مولوی نجم الغنی خاں بیمار رہنے لگے جون ۱۹۳۲ء میں درد سر کا دورہ پڑا علاج کی غرض سے بریلی گئے۔ پہلے سرکاری اسپتال میں علاج ہوا پھر ایک انگریز اسپیشل ڈاکٹر کو دکھلایا مگر وقت پورا ہو چکا تھا۔ ۳۰ جون ۱۹۳۲ء کو وہ بریلی سے رام پور روانہ ہوئے اور راستے ہی میں اپنی جان ۳۰ جون اور یکم۔ جولائی کی درمیانی شب میں جان آفریں کے سپرد کر دی وہ رام پور میں شاہ درگاہی کے قبرستان میں دفن ہوئے۔ رشید اللہ خاں رام پوری خوشنویس مدرسہ عالیہ (رام پور) نے مندرجہ ذیل تاریخ کہی ہے جس سے ہجری ۱۳۵۱ھ برآمد ہوتا ہے۔

گفتمش مصرعۂ تاریخ رشید

رفت با حوصلہ سوئے جنت ۱۳۵۱ھ

حاجی فیاض خاں رام پوری نے تاریخ عیسوی نکالی ہے

یافت ہاتف چو در رنج و الم فیاض را

گفت" شد واصل بحق نجم الغنی اہل صفا" ۱۹۳۲ء

نجم الغنی خاں کو شعر و شاعری کا بھی ذوق تھا نجمی تخلص کرتے تھے وہ اپنی ضخیم اور وقیع

تصنیفات و تالیفات کی بدولت زندہ جاوید ہیں۔ ان کی تالیفات کی فہرست درج ذیل ہے

۱۔ مذاہب الاسلام ۔ اس میں مسلمانوں کے مختلف فرقوں کا تفصیلی بیان ہے کئی بار مطبع پیسہ اخبار لاہور، مطبع احمدی رام پور اور مطبع نولکشور لکھنؤ سے شائع ہو چکی ہے۔

۲۔ عقود الجواہر فی احوال البواہر }
۳۔ سلک الجواہر فی احوال البواہر } یہ دونوں رسالے بوہروں کے حالات میں ہیں اور مطبع نیر اعظم مراد آباد میں چھپے ہیں۔

۴۔ اخبار الصنادید (دو حصے) یہ روہیلوں اور روہیل کھنڈ کی مفصل تاریخ ہے۔ اس کا پہلا اڈیشن پیسہ اخبار لاہور میں چھپا تھا اور دوسرا اڈیشن ۱۹۱۸ء میں مطبع نولکشور لکھنؤ سے شائع ہوا۔

۵۔ کارنامہ راجپوتاں ۔ راجستھان کی تاریخ ہے مطبع روزنامہ اخبار بریلی سے شائع ہوئی ہے۔

۶۔ وقائع راجستھان ۔ یہ بھی راجپوتے کی تاریخ ہے اور مطبع روزنامہ ہمدم لکھنؤ سے شائع ہوئی ہے۔

۷۔ تاریخ راجپوتانہ ۔ یہ کتاب مطبع پیسہ اخبار لاہور سے شائع ہوئی ہے۔

۸۔ نجع الادب ۔ فارسی قواعد، اصول ادب، صنائع بدائع اور علم بیان پر مفصل تصنیف ہے ۱۹۱۹ء میں مطبع نولکشور لکھنؤ سے شائع ہوئی ہے۔

۹۔ رسالہ نجم الغنی ۔ یہ نجع الادب کا خلاصہ ہے مطبع احمدی رام پور سے شائع ہوا ہے۔

۱۰۔ منتہی القواعد عرف قواعد حامدی ۔ اردو زبان میں کتاب لکھی گئی ہے۔

۱۱۔ شرح نکتہ رسالہ عبدالواسع ہانسوی ۔ یہ فارسی رسالہ منتہی القواعد کے ساتھ چھپا ہے۔

۱۲۔ بحر الفصاحت ۔ یہ اپنے موضوع پر اہم اور ضخیم کتاب ہے۔ پنجاب یونیورسٹی کے اردو فاضل کے کورس میں داخل رہی ہے۔ ایک مرتبہ مطبع سرور قیصری رام پور میں اور دو مرتبہ مطبع نولکشور لکھنؤ سے شائع ہو چکی ہے۔

۱۳۔ مفتاح البلاغت ۔ یہ بحر الفصاحت کا انتخاب ہے اور مطبع پیسہ اخبار لاہور سے شائع ہوا ہے۔

۱۴۔ خواص الادویہ ۔ یہ کتاب ادویۂ مفردہ کے بیان میں ہے۔ تین جلدوں میں مطبع پیسہ اخبار لاہور سے شائع ہوئی ہے۔

۱۵۔ خزانتہ الادویہ ۔ یہ کتاب چار جلدوں میں مطبع نول کشور لکھنؤ سے شائع ہوئی ہے۔

۱۶۔ خزائن الادویہ ۔ یہ کتاب آٹھ ضخیم جلدوں میں مطبع پیسہ اخبار لاہور سے شائع ہوئی ہے۔

۱۷۔ قرابادین نجم الغنی ۔ یہ مرکب ادویہ کے بیان میں ضخیم کتاب ہے مطبع نولکشور لکھنؤ سے دو مرتبہ چھپ چکی ہے۔

۱۸۔ القول الفیصل فی شرح الطہر المتخلل ۔ شرح وقایہ کے مسئلہ متخلل کی شرح عربی زبان میں لکھی ہے۔ مذاہب الاسلام کے آخر میں یہ رسالہ مطبع احمدی میں ۱۹۰۱ء میں چھپا ہے۔

۱۹۔ مختصر الاصول ۔ یہ کتاب اصول فقہ میں ہے، مطبع نیر اعظم مراد آباد سے شائع ہوئی ہے۔

۲۰۔ مزیل الغواشی ۔ اصول شاشی کی شرح ہے۔ مطبع نول کشور لکھنؤ سے شائع ہو چکی ہے۔

۲۱۔ تہذیب العقائد ۔ عقائد نسفی کی شرح ہے۔ کئی مرتبہ مطبع نامی لکھنؤ سے شائع ہو چکی ہے۔

۲۲۔ تعلیم الایمان ۔ فقہ اکبر کی ضخیم شرح ہے۔ مطبع نول کشور لکھنؤ سے شائع ہوئی ہے۔

۲۳۔ تذکرۃ السلوک ۔ تصوف و سلوک سے متعلق کتاب ہے اس میں مصطلحات صوفیہ کی فہرست باعتبار حروف تہجی شامل ہے۔ آخر میں دو تین فتوے بھی شامل ہیں۔

۲۴۔ شرح سراجی ۔ علم فرائض میں نہایت اہم اور مفید کتاب ہے مطبع سرکاری رام پور میں طبع ہوئی ہے۔

۲۵۔ معیار الافکار ۔ یہ فارسی زبان کا رسالہ مطبع احمدی رام پور سے شائع ہوا ہے۔

۲۶۔ شرح چہل کاف ۔ یہ رسالہ مطبع نیر اعظم مراد آباد سے شائع ہوا ہے۔

۲۷۔ مفتاح المطالب ۔ یہ رسالہ قرآن کی آیات سے فال نکالنے کے بیان میں ہے اور شیخ محی الدین عربی کے ایک عربی رسالہ کا اردو ترجمہ ہے۔ مطبع سرور قیصری رام پور سے شائع ہو چکا ہے۔

۲۸۔ تاریخ ریاست حیدر آباد دکن ۔ حیدر آباد دکن کی مفصل تاریخ ہے۔ مطبع نول کشور لکھنؤ سے شائع ہو چکی ہے۔

۲۹۔ مختصر تاریخ رام پور ۔ اس کی کیفیت بیان کی جا چکی ہے۔

۳۰ ۔ **تسہیل اللغات** ۔ یہ کتاب اردو زبان میں لغات و مصطلحات پر لکھی تھی ۱۹۲۸ء میں حرف سین تک لکھی جا چکی تھی معلوم نہیں مکمل ہوسکی یا نہیں ۔

۳۱ ۔ **تاریخ اودے پور** ۔ مولوی نجم الغنی خاں سے یہ کتاب خواجہ حسن نظامی نے لے لی تھی۔ غالباً شائع نہ ہوسکی ۔

تاریخ اودھ

ہماری پیش کردہ فہرست سے معلوم ہوتا ہے کہ مختلف اوقات میں اودھ کی تاریخ پر بہت سی کتابیں لکھی گئیں مگر اُردو زبان میں ایک مکمل و مفصل مستند تاریخ اودھ کی ضرورت تھی ۔ جو غیر جانبدارانہ اصول پر تحقیق کے ساتھ لکھی جاتی ۔ ہم دیکھتے ہیں کہ اودھ کی بیشتر تاریخیں انگریز افسروں کی تحریک و فرمائش سے لکھی گئیں یہاں تک کہ کمال الدین حیدر کی قیصر التواریخ بھی اس سے مُستثنیٰ نہیں ہے بلکہ جدید مورخین کا خیال ہے کہ صاحب قیصر التواریخ نے تاریخ اودھ کے بہت سے واقعات جان بوجھ کر مسخ کئے ہیں ۔

مولوی حکیم نجم الغنی خاں رام پوری تاریخ کا صحیح اور اعلیٰ ذوق رکھتے تھے روہیل کھنڈ کی تاریخ لکھنے کے ساتھ ساتھ ان کو اودھ کی تاریخ لکھنے کا بھی خیال پیدا ہوا اور انھوں نے نہایت محنت اور تحقیق سے ۱۴-۱۹۱۰ء میں اودھ کی تاریخ چار جلدوں میں لکھ کر شائع کردی ۔ جو ملک میں نہایت مقبول ہوئی ۔ اہلِ علم نے گرم جوشی سے استقبال کیا ۔ اخبار و جرائد نے حوصلہ افزا تبصرے کئے ۔ فاضل مؤلف کو جلد ہی اس کا دوسرا اڈیشن شائع کرنا پڑا ۔ اُنھوں نے تاریخ اودھ کو نظر ثانی و اضافہ کے بعد پانچ حصّوں میں مرتب کیا جسے ملک کے مشہور ناشر مطبع نولکشور لکھنؤ نے ۱۹۱۹ء میں شائع کیا ۔ تاریخ اودھ کی پانچوں جلدیں تقریباً پونے دو ہزار صفحات پر مشتمل ہیں ۔

مولوی محبوب عالم (پیسہ اخبار لاہور ۱۶ر جولائی ۱۹۱۴ء) تاریخ اودھ کے متعلق لکھتے ہیں ۔

"یہ تاریخ کمال جامعیت اور تحقیق کے ساتھ لکھی گئی ہے اور اس میں اکثر ایسی کتب تاریخ کا اقتباس ہے جو اس وقت کم یاب ہیں اور اکثر نظروں سے نہ گزری ہوں گی اس سے مؤلف کی محنت کا پتہ چلتا ہے ۔

مخبر دکن، حیدرآباد دکن ۲۹ ر اپریل ۱۹۱۴ء کی اشاعت میں لکھتا ہے :-

"اس میں شک نہیں کہ لائق مصنف نے اس کتاب کے لئے بڑی محنت و جانفشانی کی ہے اور اپنی اعلیٰ مذاقی اور وسیع دقیقہ سنجی کے باعث وکامیاب بھی ہوئے ہیں تاریخ

اودھ کا کام آسان نہیں ہے کیونکہ حصولِ معلومات کا کوئی وسیع ذریعہ موجود نہیں ہے مگر لائق مصنف نے متعدد ذرائع سے کام لیا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ اس کتاب کے لئے وہ برسوں چھان بین کرتے رہے ہیں۔ طرزِ بیان نہایت عمدہ اور ترتیبِ واقعات کا مذاق بہت شائستہ ہے اور جو صفات ایک بے لاگ مورخ میں ہونی چاہئیں وہ لائق مصنف میں موجود ہیں۔ تاریخ اودھ کی بڑی خوبی اور گویا اس کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ آدمی پڑھتے پڑھتے ایک نتیجہ پر پہنچتا ہے لائق مصنف نے کوئی پیچیدگی نہیں رکھی ہے۔"

آخر میں ہم مولوی عبدالحلیم شرر مؤلف مشرقی تمدن کا آخری نمونہ المعروف بہ گذشتہ لکھنؤ کی رائے نقل کرتے ہیں۔

"قابل مصنف کا مذاق تاریخ سچا اور اچھا ہے طرز بیان عمدہ، پیچیدہ واقعات کے سلجھانے اور صاف کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ اس تصنیف کے لئے انھوں نے پوری وسیع النظری پیدا کی ہے قریب قریب اودھ کی تمام تاریخوں پر نظر ڈالی ہے اور جو کام کیا ہے اچھی طرح تیار ہو کے کیا ہے۔"

ــــــــــ ہمیں اعتراف ہے کہ مصنف نے یہ تاریخ نہایت قابلیت اور تکمیل کے ساتھ لکھی ہے جس کے لئے ہم ان کے نہایت شکر گذار ہیں۔"

(دلگداز۔ فروری سنہ ۱۹۱۴ء)

مولوی حکیم نجم الغنی خاں کی تاریخ اودھ کی اشاعت کو نصف صدی سے زیادہ مدت گزر گئی عرصے سے یہ کتاب نایاب تھی تحقیق و تاریخ کے طلبہ اس کمی کو شدت سے محسوس کر رہے تھے مقامِ مسرت ہے کہ ملک کے مشہور علمی ادارے "نفیس اکیڈیمی، کراچی" نے اس کتاب کو اپنے اشاعتی پروگرام میں شامل کر کے ایک مفید علمی و تاریخی خدمت انجام دی ہے۔

محمد ایوب قادری
۱۹/ اپریل سنہ ۱۹۷۷ء
۲۹/ ربیع الثانی سنہ ۱۳۹۷ھ
سہ شنبہ

تاریخ اودھ

حصہ اوّل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حمد و نعت

چمن میں شجر۔ شجر میں گل تر۔ گلِ تر میں ثمر۔ ثمر میں شکر۔ دہن میں زبان۔ زبان میں بیان۔ بیان میں حسن۔ حسن میں ادا۔ کسنے پیدا کی؟ صنعت کردگار نے۔ قدرت آفریدگار نے۔ ۵

ہر آن میں ہر ادا میں تو ہے — ہر تان میں ہر صدا میں تو ہے
پتا ہو کہ پھول ہو کہ بلبل — ہر رنگ میں ہر نوا میں تو ہے

کائنات کا لب لباب کون ہے؟ وہ ذات مقدس جس کو ذات آفریدگار سے وہ نسبت حاصل ہے جیسا کہ پھول میں بو۔ اور آفتاب میں ضو یعنی قریشی نبی فاتح قلوب خیر البشر محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم جن کے غلاموں کی قدمبوسی کے فخر حاصل ہونے کی شاہان زمانہ نے آرزو کی ہے۔ مخالفوں کو بھی اس سے چارہ نہیں کہ جب وہ دنیا کے بڑے بڑے لوگوں کا ذکر کریں تو حضور انور کا ضرور نام لیں انکی وجہ سے ہی دنیا توحید پر قائم ہے جس دین کی انھوں نے تلقین فرمائی وہ اب بھی اُسی طرح زندہ و توانا ہے۔ وہ شب و روز دنیا کے ہر گوشے میں پکارے

جاتے ہیں۔ تمام دُنیا کی مخالفت۔ یونانی فلسفہ۔ موجودہ سائنس۔ سلطنتوں کے اُلٹ پھیر۔ اُنکے قوانین اور اُس کتاب کو جو اُنکے ذریعہ سے دُنیا میں آئی ذرا بھی نہ بدل سکے جو پودہ اپنی زندگی میں اُنھوں نے لگایا تھا اور جسکو اُنھوں نے اپنے اور اپنے عزیز اقارب کے خون سے سینچا تھا وہ پودا اب بہت بڑا درخت ہوگیا ہے۔ اُسکی جڑیں زمین کے انتہائی حصّے تک پہونچی ہوئی ہیں اور اُسکی شاخوں نے دُنیا کے بڑے بڑے حصّے پر سایہ ڈال رکھا ہے اور خداوند تعالیٰ کی کروڑہا مخلوق اُس درخت کے سایہ میں آرام پا رہی ہے۔

مُناجات

اے دو جہاں کے خالق! اے مخلوق کے حقیقی پرورش کرنیوالے! ہمیں ایمان کی توفیق دے اور ہماری زندگی عزت کی زندگی بنا اور ہمیں برکت عطا فرما تاکہ ہم تیرے دین کے سچے وارث بنیں اور ہماری بددینی اور ناراستی اور بداعمالی کو معاف فرما۔ تو بڑا مہربان اور کُل عالم کا نگہبان ہے تو ہی سب کو پالتا ہے اور روزی دیتا ہے تو ہی جلاتا اور مارتا ہے تو ہی بناتا اور بگاڑتا ہے تو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہیگا۔

تمہید تاریخ اودھ

عالم اسباب میں قانون قدرت نے جو کچھ اُصول انسانی مفاد و مضرت کے بارے میں تجویز کیے وہ مختلف الاقسام ہوئے گے ماسوا زمانے کے تغیرات کا بھی رنگ لیے ہوے ہیں۔ ابتدائے آفرینش سے وقتی اقتضا اور شخصی ضرورتوں نے جو مجبوریاں پیش کیں اُسکی درستی اور سہولت کے قواعد بہم پہونچانے کا مادہ بھی خدا کی عام بخشش نے بعض دماغوں میں پیدا کیا جو ابتدائی حالت میں نہایت مختصر حیثیت سے وقتی اور فوری اجرائے کام کے واسطے کام میں لائے گئے۔ لیکن زمانے کے امتداد اور خواہشوں کی کثرت نے اُن ابتدائی قواعد سے نتائج ضروری کا استنباط

شروع کیا جسکا نتیجہ آخری بتقضائے تمدن قیام سلطنت ہو کر کفیل حل مشکلات عوام ہوا۔ شاہی احکام نے جس اسلوب اور صولت کے ساتھ مہام اُمور کے سرانجام میں مستعدی کا اظہار کیا۔ وہ قابل دید وشنید ہیں۔ لیکن یہ دُنیا کے پیدائشی اور طفولیت کے اطوار و انتظام جس کو قرن گذر گئے کیونکر تم تک پہونچے یہ پہلو ضرور ایک خاص توجہ کے قابل ہے دُنیا میں کوئی انسان بلا اعانت غیرے اپنی زندگی بسر نہیں کر سکتا کیونکہ ضروریات ذاتی جس پر حیات کا دارومدار ہے باہمی ارتباط کی مضبوط رسی سے جکڑے ہوئے ہیں جس کا حُسن وقبح کچھ وہی آنکھیں دیکھ سکتی ہیں جن کو قدرتی تغیرات و تبدلات کے خوشنما مناظر کے دیکھنے کی عادت ہے۔ موالید ثلثہ میں حیوان اور حیوان میں انسان ہی ایک ایسے پیمانے اور طرز و وضع پر مخلوق کیا گیا ہے جو عالم امکان میں خدائی قانون کا زیادہ ذمہ دار ہے گو انکار اس سے بھی نہیں کہ جمادات کے واسطے بھی قدرت نے کوئی قانون وضابطہ رکھا ہے الا عدم طاقت لسانی اُسکے اظہار کے واسطے سدِ باب ہے۔ الغرض قطع نظر مذہبی اُصول کے عقلاً بھی انسان ہی بہت سی ذمہ داریوں کا مرکز قرار پاتا ہے مگر دُنیا میں ایک خاص گروہ انسانی ایسا عظمت وشان کا ماپنے ذمے لیے ہوئے ہے جسکا نظیر مشکل سے دستیاب ہو سکتا ہے۔ حضرات یہ گروہ طبقۂ مورخین ہے جنہوں نے خاص ہمدردی کے واسطے اپنی پیاری زندگی کے عزیز وقت کو وقف کر دیا ہے اگر طبقۂ مورخین اس مہتم بالشان کام کو پوری توجہ کے ساتھ تکمیل کو نہ پہونچاتا تو کوئی شخص بھی ایسا ہوتا جو اپنی پیدایش سے پچاس برس پہلے کے کسی واقعہ کی بابت کچھ واقفیت رکھ سکتا؟ ہر گز نہیں چہ جائے کہ ہم آج اسی باہمت گروہ کی بدولت اپنے سے صدیوں پچھلے واقعات کو چشم دید واقعات کی طرح بیان کرنے میں پس وپیش نہیں کرتے۔ گو زمانے کی کم توجہی نے علی العموم ہر علم اور بالخصوص علم تاریخ کے ساتھ بہت ہی کچھ نازیبا اور ناگوار برتاؤ کیا ہے اُسکے جگمگاتے ہوئے اور روشن لیمپ کو

پریشانی کی تیز ہواؤں نے بجھانے کی کوشش میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔لیکن قدرت نے ہمیشہ کی غیر محدود تاریکی سے جس کو فنا کہتے ہیں بچایا اور بپابندی قواعد مجربۂ عالم گورنمنٹ انگلشیہ کو علم تاریخ کا سرپرست قرار دیا جس کے دامن عاطفت نے چراغ علم کو مخالف ہواؤں کے جھوکوں سے محفوظ و مصئون رکھا۔ ہماری گورنمنٹ کے جو کچھ شاہانہ الطاف ہم پر روزانہ مبذول ہوتے ہیں اُسکی تشریح و توضیح کی چنداں ضرورت نہیں کیونکہ ہر اہل علم اُس سے پوری پوری واقفیت رکھتا ہے۔ غرضکہ علم تاریخ معلومات احوال ماضیہ کے واسطے بہ ضروری ہونے کے علاوہ دانشمندوں میں عبرت و آگاہی پیدا کرتا ہے اور حکّام کا معاملات ملکی میں معاون و مُشیر ہے۔

مسلمان حکمرانان اودھ کی کوئی منقح اور مفصل اور جامع تاریخ اس سے پہلے نہیں لکھی گئی انکے جسقدر حالات ہیں وہ مختلف کتابوں میں ہیں اور اُن میں سے بعض کتابیں ایسی ہیں کہ اُن کے نسخے بہت ہی نادر ہیں۔ زبانیں اُنکی فارسی ہیں اور یہ حالات منضبط اور ایک جگہ نہیں بلکہ متفرق طور پر پائے جاتے ہیں جنکے تلاش کرنے میں بڑی دردسری ہوتی ہے۔ اس لیے میں نے والیان اودھ کی تاریخ نہایت سچائی اور نیک نیتی سے لکھی۔ اس حیثیت پر جیسے کہ ایک مورخ کو بلا تعصّب و رعایت لکھنا چاہیے۔ ناظرین آپ دیکھینگے کہ سعادت خان برہان الملک نے نہایت جد وجہد کے ساتھ اودھ کے اطراف میں کس قوت و شدت کی فصیل کھینچ دی اور ہمیں ایک مضبوط حکومت کو قائم کردیا اور وہ حکومت جو ٹکڑے ٹکڑے ہورہی تھی اور ہر ایک بادشاہی افسر من مانے اموال وارواح میں تصرف کرتا تھا اُسکو ایک ریاست واحد کرکے ایک ہی قوم کے لیے دیدیا کس دل اور کس زبان سے اُنکی اُس قوت کا ذکر کروں جو اُنھوں نے اس سرزمین میں حکومت جمانے کے لیے ظاہر کی تھی جسکو اُنکے پچھلے جانشینوں نے برباد کرکے رکھدیا اور اُس چمکتے آفتاب کو

عظمت واقبال کے آسمان سے نیچے گرادیا اور حکومت کی خود مختاری پر یہاں تک غیروں سے دست درازی کرائی کہ اُس پر اعتراضوں کے گولے گولیوں کے مینھ کی بوچھار ہونے لگی اور غیر لوگ اُس میں داخل ہوکر نواب گر بن گئے جس کا آخری نتیجہ یہ ہوا کہ ۱۸۵۶ء میں ایک غیر قوم کے قبضے کی کارروائی جاری ہوئی اور ایک اولوالعزم فاتح کی اولاد ننگ وعار کی سزا بھگتنے لگی۔ اوران کمزور اور ضعیف العقل فرماں روایوں نے نہ خود اپنے ہی پانوں میں کلھاڑی ماری بلکہ اپنے ساتھ جوان مرد اور صاحب غیرت وحمیت روہیلوں اور بنگشوں کی ریاستوں کو بھی لے ڈوبے۔

گورنمنٹ انگریزی جس کا دارومدار حکومت انجام وعاقبت بینی پر ہے اُس کے بعض عہود وشرائط اودھ کے معاملات میں تم کو ایسے نظر آئینگے جو کہیں بال سے زیادہ کمزور اور کہیں لوہے سے زیادہ مضبوط ہیں۔ لیکن والیان اودھ کے دَورِ حکومت کے گروپ کو تحقیق کی نظر سے دیکھنے کے بعد وہ طرز بمقتضاے وقت ضروری معلوم ہوگی۔ میرے معاصر مجکو ضرور اس امر پر سرزنش کرینگے کہ میں نے مسلمان ہوکر کیوں مسلمان حکمران خاندان کا کچّا چٹھا لکھا لیکن حقیقت میں قومی ہمدردی اور سچّی دل سوزی کا اقتضا یہی ہے کہ جب قوم سے دیدہ ودانستہ بے پروائی وغفلت ہوجائے تو اُسکے اعمال وافعال کو لکھ کر آنیوالی نسلوں کی عبرت کے لیے چھوڑ جائیں۔

شاہان مغلیہ اور والیان اودھ کے معاملات پر نظر کرینگے تو پورے طور سے معلوم ہوجائے گا کہ ان خاندانوں نے اسلامی سلطنت کو کیوں معرض خطر میں ڈالا اور کونسی وجہ تھی جس نے تخریب مملکت کے سامان بہم پہونچا کر اہل اسلام کو جو فاتح ہونے کا فخر رکھتے تھے مفتوح بنا کر آج پستی کی تاریک گھاٹیوں اور تنزل کے انتہائی درجے کو پہونچایا۔

مغلیہ سلطنت کی اول اکبر اعظم[۵] نے چولیں ہلائیں کہ اُس نے جوانمرد پٹھانوں کے رنج سے ہندوؤں کو بڑے بڑے عہدے دیے اور اُن کو اپنی فوجوں کا افسر بنا کر مسلمانوں پر بھیجا کہ جن کے مقابلے کا وہ خواب وخیال میں بھی ارادہ نہیں کر سکتے تھے اِس طرح ہندوؤں کی ہمّت بڑھ گئی۔ اور ٹوڈرمل جیسے کھتری بچے کو کہ جس کے باپ دادا کے ہاتھوں کو ترازو کے سوا تلوار کو مس کرنے کی کبھی نوبت بھی نہ پہونچی ہوگی سپہ سالار بنا کر بھُس کے تنکے سے سُوئی کا کام لینا چاہا تھا۔

برسراقتدار اسلامی پارٹی کو نیچا دکھلانے اور ہندوؤں کو معراج ترقی پر پہونچانے کا نتیجہ یہ ہوا کہ سلطنت مغلیہ کی بربادی کی تخم ریزی ہوکر بتدریج ہندوؤں کے ہاتھ سے زوال کا مُنھ دیکھنے لگی جس کی عالمگیر جیسے فتاح اور اولوالعزم شہنشاہ سے بھی خاطر خواہ تلافی نہوسکی۔ یہ بات اکبر کے ذہن میں بوجہ دولت وحکومت کی بے غمی کے نہ آئی کہ جسطرح ہندوؤں کے نزدیک

[۵] جلال الدین اکبر امی محض تھا اور ابتدائے تخت نشینی میں برسوں تک مذہب کا بڑا پابند رہا جب شیخ مبارک ناگوری کے دو بیٹے فیضی اور ابوالفضل کہ دونوں نہایت سیاہ فام تھے اکبر کی خدمت میں پہونچے تو انھوں نے اپنی واہی باتوں سے پابندی مذہب سے ہٹا دیا کیونکہ یہ دونوں بھائی دہریہ تھے خدا کی شان تو دیکھیے کہ جب تک یہ لوگ افلاس میں گرفتار رہے مذہب کے مقید رہے دولت میں پہونچتے ہی قید مذہب کو چھوڑ بیٹھے اور اپنے ساتھ امی بادشاہ کو صراط مستقیم سے منحرف کردیا چنانچہ فیضی کے یہ دو شعر جو بادشاہ کی مدح میں کہے ہیں اس مطلب پر دلیل ہیں ؎

قسمت نگر کہ در خور ہر جوہری عطاست | آئینہ با سکندر و با اکبر آفتاب
او می کند معائنۂ خود در آئینہ | این می کند مشاہدۂ حق در آفتاب

ہندوان اشعار کو اکبر کی آفتاب پرستی پر سند مانتے ہیں اور فیضی کی تعریف میں سرگرم ہیں یہ روایت سینہ بسینہ چلی آتی ہے کہ شیخ مبارک غلام زادہ تھا ۱۲

پٹھان ہندوستان سے نکالدینے کے قابل تھے اُنکے نزدیک اسی سلوک کے مستحق مغل بھی تھے اکبر نے ہندوؤں کے دوست بنانے میں بھی ایک ایسا وتیرہ اختیار کیا جس سے اس قوم کے صفحۂ دلپر آج تک تاریخی داغ باقی ہے وہ یہ کہ بڑے بڑے باحمیت راجپوتوں سے بیٹیاں مانگیں یہ کوئی تھوڑی دل آزاری کی بات تھی جس قوم کو بیٹی کے معاملے مین اتنی غیرت ہو کہ وہ اُسکے پیدا ہوتے ہی زندہ درگور کرنے کو بہتر جانتی ہو وہ مسلمان کو اپنی بیٹیاں دے مگر اُس وقت مجبور تھی اس لیے ترکی بترکی جواب نہ دے سکتی تھی۔ عالمگیر نے گرتی ہوئی قوت کو اُبھارنا چاہا مگر بھاری غلطی یہ کر گیا کہ دکن میں جو مسلمانوں کی زبردست ریاستیں قائم تھیں اور اُدھر کے باغی ہندوؤں کا سر دابے ہوئے تھیں اُس نے یہ تمام ریاستیں جڑ سے اُکھیڑ کر پھینکدیں اس لیے اُن کا سیلاب بغاوت دہلی کی شہر پناہ کی چار دیواری تک پہونچنے لگا۔

یہ جو کچھ تمنے سُنا ماخوذ ہے ایک پروفیسر صاحب کی رائے سے جو بی۔ اے تھے اور اُنھوں نے اپنے خیالات کو بڑی تفصیل کے ساتھ ایک اخبار میں چھپوایا تھا اُنکی تحریر کا ماحصل یہی ہے جو میں نے اپنی یاد پر لکھا لیکن میرا قیاس اکبری زمانے کی کتب تواریخ کی چھان بین کے بعد یہ قائم ہوا ہے کہ اُس نے استبدادی حکومت کو مٹا کر اخلاقی بنانا چاہا تھا جسکا راز اُسکے جانشینوں کی سمجھ مین نہ آیا یا اُنھوں نے سمجھ کر اُس حکمت عملی کو ترک کیا اور پھر ساتھ ہی اُسکے سپاہیانہ خو بو اُنمیں باقی نرہی اسلیے حکومت مغلیہ مین زوال آگیا۔

اورنگزیب عالمگیر کے عہد حکومت کے آخری ایام میں دولت مغلیہ کی وہی حالت ہوگئی تھی جو لوئی چہاردہم کے آخری دنوں میں سلطنت فرانس کی تھی طویل جنگوں۔ مذہبی تعصب۔ بادشاہ کی سرد مہری اور مشکوک مزاجی اور فتوحات کے مرض نے اور اِن سے زیادہ مغلوں کے باہمی عناد اور پست ہمتی و آرام طلبی نے سلطنت کی بنیاد ہلا دی تھی نتیجہ یہ ہوا کہ ہندوستان مین امن و امان کا

خاتمہ ہوگیا اور قزاقوں۔ مرہٹوں اور پنڈاروں کے ہاتھوں خلقِ خدا مبتلائے عذاب ہوگئی۔ ہر شخص کو اپنی مدافعت کے لیے اپنے زورِ بازو پر بھروسہ کرنا پڑا۔ یورپین تجار کا بھی یہی حال ہوا۔ چار ناچار اُنھیں اپنے بچاؤ کے لیے اپنی فوجی قوت کو بڑھانا پڑا۔ ماسوائے ازیں یہ بات صاف ظاہر ہوگئی کہ ہندوستان اسوقت بغیر کسی مرکزی حکومت کے ہے۔ سلاطین مُغلیہ محض نام ہی نام کے شہنشاہ ہیں اور باشندگان ہند میں اتحاد اور حب الوطنی کی بُو تک نہیں پائی جاتی۔ ہر شخص اپنے ذاتی نمود و ترقی کا خواہاں ہے۔ یوروپین مبصرین فوراً تاڑ گئے کہ اسوقت اگر ہندوستان پر قبضہ کرنیکی کوشش کیگئی تو اس سونے کی چڑیا کو اسیر کرنا بازیچۂ اطفال سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔

باقی رہے والیان اودھ یہ اگر انسانیت اور قابلیت کے ساتھ رہتے تو ان کو آج اُسی طرح انگریز باقی رکھتے جس طرح اور زبردست اور وسیع ریاستیں موجود ہیں اور اول سے آخر تک انگریزوں نے اُنکے ساتھ کوئی مہربانی کا دقیقہ باقی نہیں چھوڑا ہے۔ اس ریاست کا انقلاب معلوم کرنے کے لیے ضرورت اس امر کی ہے کہ والیان اودھ کی پرائیویٹ زندگی اور رنج کی سالم تصویریں دیکھی جائیں۔ آسایش۔ غفلت۔ تعصب۔ عیش۔ کاہلی ضعفِ عقل۔ پست ہمتی۔ کم حوصلگی۔ بُزدلی۔ وعدہ خلافی۔ داد و دہش میں بے سلیقگی یعنی سخاوت کی جگہ کفایت اور کفایت کی جگہ سخاوت۔ خودغرضی۔ لالچ۔ غیر مستقل مزاجی۔ بے موقع اولوالعزمی نفس پرستی اور دوسری طفلانہ حرکات ریاست و حکومت و دولت و عظمت کو کھونے والے ہیں۔

میں نے اس تاریخ میں جس قدر جانکاہی اور مسلسل کوشش عرقریزی کے ساتھ کی ہے اُسکے واقعی حالات کا اندازہ وہی علم دوست اصحاب کر سکتے ہیں جنکو تالیف و تصنیف کی دشوار گذار گھاٹیوں میں سعی مردانہ کے ساتھ جانے کا اتفاق ہوا ہے۔ اس تالیف سے میرا مقصود والیان اودھ کی عیب جوئی نہیں ہے بلکہ بخیال ہمدردی موجودہ طبقۂ رؤسا کو

عبرت دلاتا ہے تاکہ وہ متنبہ ہو کر اپنی ماتحت و محکوم رعایا کی حالت کے ہر طرح پر انصاف کے ساتھ خبر گیراں رہ کر لطف زندگی و سلطنت اٹھائیں اور خواص و عوام کو اپنے عدل کا معترف بنائیں اور اہل ملک جو بحیثیت انسانی بلا خیال مذہب و ملت میرے بھائی ہیں میری اس ناچیز تحریر کے ذریعہ آرام و آسایش پاکر مجکو میری محنت و جانفشانی کی داد دیں اور دنیاے فانی میں میرے بعد علم دوست اصحاب میں یادگار کا وسیلہ ہو۔ ؎

غرض نقشیست کز ما یاد ماند　　که هستی را نمی بینم بقاے
مگر صاحبدلے روزے برحمت　　کند در حق این مسکیں دعاے

جس قوم میں سلسلۂ تاریخ نہیں ہے وہ ہر چند اپنے منھ میاں مٹھو بنے لیکن وہ اپنے اسلاف کا کوئی کارنامہ پبلک کے مواجہہ میں پیش نہیں کر سکتی جو اُسکی اصلی عزت اور واقعی افتخار کا ذریعہ ہو فن تاریخ نے انسان کی محدود زندگی کو اس استحکام کے ساتھ غیر محدود و وسیع کر دیا ہے جس کا بیان امکان سے باہر ہے بشیتر قصہ اور کہانیاں ہر ملک میں نام بنام اشخاص مقتدر کی نسبت منسوب ہو کر شہرت پذیر ہیں لیکن اُنکی سچائی کا معیار یہی تاریخ ہے۔ اگر تاریخی صفحات میں اُن کا پتہ ہے تو واقعی اور اصلی ہیں نہیں تو بوستان خیال اور طلسم ہوشربا کے مرتبے سے زیادہ اُنکا اعتبار نہیں ہے۔

میری راست بیانی کا سب سے زیادہ ثبوت اس کتاب کے صفحوں میں ناظرین کو بعض شاہان اودھ کی شاعری کی وساطت سے ملیگا جو اپنے عہد حکومت و زندگی میں اُنھوں نے خود تصنیف فرما کر واقعات واقعی یا مشیخت کا اظہار کیا ہے۔

ناظرین کتاب کو طبقۂ وزرا کی کورنمکی یا نمک حلالی کا بھی حیرت بخش مرقع نظر آئیگا جنھوں نے وہ رویہ اختیار کیا تھا کہ اُس سے پایا جاتا ہے کہ وہ نہیں چاہتے تھے کہ سلطنت اودھ کو قوت

حاصل ہو ملک خیر و برکت کا قدم ڈالے اور اہل اودھ ترقی و عروج پائیں جسکی بنا پر بربادی و تباہی سلطنت کے آثار پیدا ہوے - ہم یہ بات یون ہی بے سوچ سمجھے نہین کہتے بلکہ اس پر سیکڑوں دلائل موجود ہیں - یہ واقعات والیان ملک کی خاص توجہ کے قابل ہین کیونکہ وہ اس کسوٹی پر اپنے موجودہ ماتحت کارکنوں کی عقیدت مندی وخود مطلبی کو کسکر آخر نتیجۂ نیک و بد کو بخوبی معلوم کر سکینگے -

ہم سمجھتے ہیں کہ انگریز خود ہر ایک ایسے لکھنؤ کے اہلکار کی حقارت کرتے تھے جو انکی خاطر سے یا اپنے ذاتی اغراض کی وجہ سے سلطنت میں ضعف پیدا ہونے کے سامان مہیا کرتا تھا کیونکہ اگرچہ وہ پسند کرتے ہیں کہ لوگ انکے لیے اپنے وطنون کی نمک حرامی کریں مگر وہ نمک حراموں کو پیار نہیں کرتے اور گو وہ مقابل اٹھ کھڑے ہونے والوں اور اپنے ملک کی مدافعت کرنے والوں سے نفرت کرتے ہیں مگر اس میں شک نہیں کہ وہ محبان وطن کو خواہ وہ کہاں ہی کیوں نہ ہوں تعظیم اور اعزاز کی نگاہ سے دیکھتے ہیں -

اب میں اس مطلب کو ختم کرکے یہ ہدیۂ محقر یعنی کتاب تاریخ اودھ اہل ملک کی نذر کرتا ہوں خدا کرے کہ خلعت قبولیت عام سے ممتاز ہو -

ملتمسہ محمد نجم الغنی خان ساکن رامپور ملک روہیلکھنڈ بن مولوی محمد عبد الغنی خان بن مولوی عبد العلی خان بن مولوی عبد الرحمن خان بن مولانا حاجی محمد سعید صاحب محدث شاگرد حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی

نام اُن کتابون کا جن سے اِس تاریخ کی تالیف میں مدد لی گئی ہے

عماد السعادۃ - خزانۂ عامرہ - منتخب اللباب - مرآت واردات محمد شفیع - مآثر الامرا - جلد دوم

تنقیح الاخبار فی آثار الادوار مولفہ رائے منولال فلسفی متوفی در سنہ ۱۲۴۸ ہجری اس کا انتخاب
راجہ کندن لال متخلص بہ اشکی بن رائے منولال مؤلف تنقیح الاخبار نے کیا ہے۔ تاریخ احوال
سلاطین متاخرین ہند۔ مرآتِ جہان نما مولفہ محمد شفیع۔ سیر المتاخرین جہان کشائے نادری
درّۂ نادرہ۔ عالم شاہی اس میں بابر کے عہد سے سنہ ۱۲۰۹ ہجری تک کے حالات کہ شاہ عالم
ثانی کا عہد تھا جمع کیے ہیں۔ شاہ عالم نامہ۔ وقائع عالم شاہی سلطان الحکایات مولفہ لالجی ولد
منشی سیتل پرشاد ابن شیو کمار ساکن کڑا۔ یہ مرآت الاوضاع کا دوسرا حصہ ہے۔ آثار محشر۔
کتاب ہفت اقلیم ساکن فلسفی۔ شاہ نواز خانی۔ تاریخ مظفری۔ آئین اکبری۔ فراست نامہ۔
جام جہان نما مولفہ مولوی قدرت اللہ شوق عزیز القلوب۔ گیان پرکاش۔ مرآت آفتاب نما۔
دریائے لطافت۔ تکملۂ ذکر ملوک۔ مسیر طالبی۔ فرح بخش مولفہ شیو پرشاد رامپوری۔ فرح بخش
مولفہ محمد فیض بخش ساکن کاکوری۔ سفرنامۂ بنگڑھ از انندرام مخلص۔ چار گلشن محمد شاہی۔
مفتاح التواریخ۔ مرآت احمدی۔ گلستان رحمت۔ گل رحمت۔ منتخب العلوم۔ تاریخ فرخ آباد مولفہ
سید ولی اللہ۔ انشائے فیض بخش۔ تاریخ اودھ مولفہ گگور سہلے ولد لالہ بینی پرشاد ابن دنیاناتھ
قانون گوے شاہ آباد ضلع ہردوئی جسکو سنہ ۱۲۴۲ ہجری میں غازی الدین حیدر کے جلوس تک
لکھا ہے۔ محتشم خانی۔ آصف نامہ۔ سوانح محمد عباس علیخان۔ وقائع دلپذیر جو منّا جان
کے حالات میں ہے۔ صبح صادق۔ تذکرۃ السلاطین جغتائی مولفہ محمد ہادی کامور خان۔ حبیب السیر
روضۃ الصفا۔ تاریخ تیموریہ۔ مکتوبات قلمی کا مجموعہ جس میں شجاع الدولہ و صفدر جنگ و حافظ
رحمت خان وغیرہ کے خطوط ہیں یہ مجموعہ بھرتپور سے ہاتھ آیا ہے۔ تاریخ شاہیہ نیشاپوریہ از قاسم علی
بن مرزا محمد بن مرزا جعفر بن مرزا محمد امین ہمدانی۔ بیان الواقع مولفہ عبدالکریم کشمیری ابن یعقوب
بن خواجہ ملاقی بن خواجہ محمد رضا۔ سیر کریمی۔ تاریخ بھاؤ جھنگو تصنیف علی ابراہیم خان۔

مجموعۂ قلمی مجتہد العصر کے گھرانے کا۔ مثنوی دُرِ منظوم۔ وزیر نامہ مخلص التواریخ مولفہ فرزند علی۔ ملخص تاریخ اودھ مولفہ ہت پرشاد متوطن آگرہ۔ نادر العصر۔ محاربہ غدر مولفہ منشی میڈی لال۔ تذکرۂ حکومتہ المسلمین۔ افضل التواریخ مولفہ رام سہائے۔ تاریخ ہندوستان مولفہ الفنسٹن صاحب۔ تمدن ہند مترجمہ سید علی بلگرامی۔ کشف الاستار شاہ حمزہ صاحب۔ تاریخ مالوہ سید کریم علی جامع التواریخ۔ تاریخ فرخ آباد مولفہ آرون صاحب۔ وقائع راجپوتانہ روہیلکھنڈ گزیٹیر۔ آثار الصنادید۔ قیصر التواریخ۔ شاہجہان نامہ۔ جلد دوم عہد نامجات۔ تاریخ ہند مولفہ ذکاء اللہ صاحب۔ جارج نامہ۔ خیابان حسن۔ بوستان اودھ مولفہ راجہ درگا پرشاد صاحب بہادر۔ ہملٹن کی تاریخ۔ انتخاب یادگار۔ لیتھبرج کی تاریخ۔ ہنٹر صاحب کی تاریخ۔ طلسم ہند۔ مثنوی معظم۔ آبحیات۔ ٹاڈ صاحب کی تاریخ رجستان۔ تالیفات واجد علی شاہ۔ حبیب السیر۔ روضۃ الصفا۔ طبقات الشعرا۔ حسین شاہی۔ مل کی تاریخ۔ تاریخ ہندستان جیمس گرینڈ۔ مرات التاریخ۔ تاریخ بھوپال۔ سیر المحتشم۔ انڈین میوزیم میں رکھے ہوئے سکھوں کی فہرست۔ کلیات سودا۔ کلیات ناسخ۔ ریاض الشعرا۔ آئین اکبری۔ تاریخ اجودھیا مؤلف راجہ درگا پرشاد صاحب تعلقدار و رئیس اعظم سندیلہ ضلع ہردوئی متخلص بہ مہر۔ تاریخ فیض آباد مؤلفہ مسٹر بی کارنیگی ڈپٹی کمشنر فیض آباد۔ شرائف عثمانی۔ بتصرۃ الناظرین۔ تحفۂ راجستان۔ نقش سلیمان۔ واقعات دُرّانی۔ تاریخ آصفی مؤلفۂ ابو طالب بن محمد۔ جنگ نامۂ نواب غلام محمد خان منظوم اُردو مؤلفۂ تسلیم۔ تذکرہ ہزار داستان معروف بہ خمخانۂ جاوید۔

برہان الملک نواب سعادت خان کا نسب نامہ

میر محمد امین۔ بن میر محمد نصیر۔ بن میر محمد امین۔ بن میر محمد جعفر۔ بن قاضی میر شمس الدین شہید نجفی بن سید محمد۔ بن سید غیاث الدین محمد۔ بن سید علی[له]۔ بن سید سراج الدین علی۔ بن سید اسحاق

[له] یہ نام قیصر التواریخ کی پہلی جلد میں نہیں وزیر نامۂ و تحفہ شاہیہ میں ہے ۱۲

بن سید محمد ۔ بن سید یحیےٰ ۔ بن سید غیاث الدین محمد ۔ بن سید محمد ثانی[1] ۔ بن سید موسیٰ ۔ بن سید قاسم ۔ بن سید علی ثانی ۔ بن سید جعفر بن سید حسین المقدم[2] ۔ بن سید عبد الحی ۔ بن سید عمر بن سید ارقم ۔ بن سید عبد القادر ۔ بن سید تاج الدین ۔ بن سید فخر الدین[3] ۔ بن سید زید[4] ۔ بن موسیٰ کاظم علیہ السلام (۲۷)

بُرہان الملک کے خاندان کا حال اور اُن کے ہندوستان میں آنیکا بیان

قاضی سید شمس الدین نجف اشرف میں رہتے تھے صاحب علم تھے ۔ شاہ اسمٰعیل صفوی نے اُنھیں بُلاکر قاضی القضاۃ بنایا اور نیشاپور میں بہت سی جاگیر عطا کی ۔ سید شمس الدین کے کئی بیٹے تھے ۔ سب سے بڑے بیٹے کا نام سید محمد جعفر تھا ۔ محمد جعفر کے دو بیٹے تھے ایک سید محمد امین دوسرے سید محمد ۔ سید محمد امین کے ایک بی بی سے دو بیٹے تھے میر محمد نصیر اور میر محمد یوسف جیسا کہ عماد السعادت میں مذکور ہے اور تاریخ اودھ معروف بہ قیصر التواریخ کی پہلی جلد میں میر محمد نصیر اور میر محمد یُوسف کو چچازاد بھائی بتایا ہے ۔ سولھویں صدی عیسوی کے اواخر میں یہ دونوں چچازاد بھائی شاہ عباس ثانی بادشاہ ایران کی ملازمت میں تھے ۔ بادشاہان ایران کا قاعدہ تھا کہ سفر اور شکار میں اُمرا و ارکان دولت سواری کے آگے آگے چلتے تھے اور

---

[1] تحفہ شاہیہ و وزیر نامہ میں یہ نام ہے اور قیصر التواریخ میں نہیں ۱۲ [2] وزیر نامے اور عماد السعادت و تحفہ شاہیہ میں اسی طرح ہے ۔ قیصر التواریخ میں حسین المخدوم لکھا ہے ۱۲ [3] موافق نسخہ وزیر نامہ اور قیصر التواریخ و تحفہ شاہیہ میں نجی الدین ہے ۱۲ [4] موافق نسخہ وزیر نامہ اور قیصر التواریخ میں لفظ زاہد یا شہید لکھا ہے اور فخر الدین اور زاہد میں سید علی خواسطہ ہے ۱۲

سارا لشکر پیچھے ہوتا تھا۔ اتفاقاً ایک دن جنگل میں بادشاہ کی سواری چلی جاتی تھی ایک شیر نے
نکل کر بادشاہ پر حملہ کیا اور گھوڑے سے گرا دیا۔ میر محمد یوسف گھوڑا دوڑا کے کود پڑے اور شیر کو
پیش قبض سے مار ڈالا۔ بادشاہ چونکہ زرہ پہنے ہوے تھا اسواسطے کوئی صدمہ نہ پہونچا بادشاہ
نے ایسے کارنمایاں کے صلے میں چاہا کہ اُنھیں اپنا وزیر کریں میر محمد یوسف نے عرض کیا کہ میں
سید ہوں مجھ سے سیاست نہو سکے گی اور بے اسکے انتظام سلطنت غیر ممکن ہے اسلیے میں اس
عہدے سے معافی چاہتا ہوں مگر میری یہ آرزو ہے کہ میر محمد نصیر میرا بھائی ابھی تک کتخدا نہیں ہوا
ہے اُسکا بیاہ رضا قلی بیگ وزیر کی بیٹی سے کرا دیا جائے وزیر قوم قزلباش سے تھا بادشاہ
نے وزیر سے فرمایا کہ میر محمد نصیر میرا بیٹا ہے اُسکو میں نے تیری بیٹی سے کتخدا کیا تاکہ ہمارے اور
تیرے درمیان قرابت قائم ہو جائے۔ وزیر نے اس شرط سے اس رشتہ داری کو قبول کیا کہ اگر
اُسکے بیٹی پیدا ہو تو وہ میری قوم کے آدمی سے منسوب ہو اور یہ رسم ہمیشہ قائم رہے بادشاہ
نے قبول کیا اور میر محمد یُوسف کو نیشاپور میں بہت سی جاگیر عطا کی۔ میر محمد نصیر سے دو بیٹے اور
دو بیٹیاں پیدا ہوئیں۔ بڑے بیٹے کا نام میر باقر چھوٹے کا نام میر محمد امین تھا میر محمد امین
اپنی ایک بہن سے عمر میں بڑے اور ایک بہن سے چھوٹے تھے۔ جب میر محمد نصیر کی اولاد جوان
ہوئی اُنکی بی بی نے اپنے شوہر سے کہا کہ محمد قلی خان بیگ میری ماں کا بھتیجا نسل بادشاہان
ترکمان یعنی مرزا قرا یُوسف سے ہے اُسکے بڑے بیٹے جعفر خان بیگ کے ساتھ اپنی بڑی بیٹی کی
شادی کر دو اور اپنے اُس وعدے کو وفا کرو جو میرے والد سے کیا تھا اُس نے جواب دیا کہ میں
اس شرط سے اپنی بیٹی جعفر خان بیگ خلف محمد قلی خان بیگ کو دیسکتا ہوں کہ محمد قلی خان بیگ
اپنی بیٹی میرے بیٹے میر محمد باقر سے منسوب کر دے محمد قلی خان بیگ نے یہ شرط منظور کر لی اور

؁ دیکھو عماد السعادت و وزیر نامہ ۱۲

دونوں شادیاں ہوگئیں جعفر خان بیگ کے نطفے سے دو بیٹے اس لڑکی کے پیدا ہوئے۔ بڑے بیٹے کا نام مرزا محسن اور چھوٹے کا نام مرزا مقیم تھا۔یہی مرزا مقیم دہلی میں ابو المنصور خان صفدر جنگ کے خطاب سے وزیر اعظم ہوئے اور شجاع الدولہ کے باپ ہیں انھیں سے سلسلۂ سیادت و ترکان قراقونیلو باہم ملکر گویا قران السعدین ہوا جنھوں نے اودھ میں سنگ بنیاد قراقونیلو نصب کیا میر محمد نصیر نے چھوٹی بیٹی کو اپنے بھتیجے میر محمد شاہ میر بسر میر محمد یوسف کے ساتھ منعقد کیا۔ اس لڑکی کے میر محمد شاہ میر سے دو بیٹیاں اور دو بیٹے پیدا ہوئے۔ بڑے بیٹے کا نام مرزا محمد یوسف اور چھوٹے کا نصیر الدین حیدر خان بیگ ہوا۔ اور میر نصیر نے اپنے چھوٹے بیٹے میر محمد امین کی شادی اپنے بھائی میر محمد یوسف کی بیٹی کے ساتھ کی۔میر محمد یوسف کے املاک بہت تھی اس وجہ سے میر محمد امین کو خانہ داماد کیا۔یہی میر محمد امین ہیں جو آیندہ برہان الملک نواب سعادت خان کا خطاب پائینگے۔

گورسہاے نے تاریخ اودھ میں لکھا ہے کہ ۱۱۰۸ھ ہجری عہد بہادر شاہ بن اورنگ زیب عالمگیر میں میر محمد نصیر نے ہندوستان کا قصد کیا انکے بڑے بیٹے میر محمد باقر ہمراہ تھے۔یہ سفر جہاز کی سواری میں کیا۔ بنگلے میں جہاز پہونچا میر محمد نصیر نے عظیم آباد میں سکونت اختیار کی شجاع الدولہ ناظم بنگالہ انکی خبر اور پرورش رکھنے لگا۔میر محمد نصیر کے بیٹے محمد باقر کا اس عرصے میں ازدواج ہوا (یہ دوسرا نکاح ہے کیونکہ پہلے انکا عقد وطن میں ہوچکا ہے) اور انکے ایک بیٹا پیدا ہوا جو اپنے چچا نواب برہان الملک کے عہد حکومت و ایالت میں شیر جنگ کے خطاب سے مشہور ہوا اور محمد شاہ کے عہد میں صفدر جنگ کی طرف سے کشمیر کا صوبہ دار بنا تھوڑے دنوں کے بعد میر محمد نصیر فوت ہوگئے۔میر محمد امین انکے بیٹے جو ابھی تک وطن میں تھے اُن کو ایک دن بیوی نے کسی بات پر طعنہ دیا۔صاحب غیرت تھے ۱۱۲۰ھ ہجری میں وطن کو چھوڑ کر ہندوستان

کی طرف روانہ ہوئے عظیم آباد پہونچے تو معلوم ہوا کہ اُنکے والد مر گئے ہیں۔ بعض یہ کہتے ہیں کہ میر محمد امین نے نیشاپور میں کچھ ٹھیکہ لیا تھا خسارہ ہوا مرزا یوسف کی ماں نے جو میر محمد امین کی بہن ہوتی تھی اپنا زیور فروخت کرکے اُس روپے کو ادا کر دیا۔ میر محمد امین اس خجالت اور غیرت کی وجہ سے ہندوستان میں چلے آئے شاہ عالم بہادر شاہ بن عالمگیر بن شاہجہان بن جہانگیر بن اکبر بن ہمایون بن بابر کا عہد تھا۔ بہر صورت میر محمد امین اور میر محمد باقر عظیم آباد سے دہلی کو چلے گئے۔ بعض یہ کہتے ہیں کہ میر محمد امین کے ہندوستان میں آجانے اور صاحب منصب و مرتبہ ہو جانے کے بعد میر محمد باقر ہندوستان کو آئے اور راہ میں قندھار کے قریب اپنا نکاح کیا اُس زوجہ سے ایک بیٹا پیدا ہوا جس کا نام نثار محمد خان رکھا جب ہندوستان میں پہونچے تو فرخ سیر کی ملازمت حاصل کی اور سیادت خان خطاب ملا اور نثار محمد کو محمد شاہ نے خطاب نواب شیر جنگ دیا تھا۔ میر محمد امین المخاطب بہ سعادت خان برہان الملک کے ایک بیٹا اور پانچ بیٹیاں ہوئیں جنکی تفصیل اُنکی سوانح عمری کے آخر میں کی جائیگی۔

میر محمد امین کا دہلی پہونچکر شاہزادوں کی جاگیروں کا اجارہ لینا اور معاملہ ایسی خوش دہندی سے رکھنا کہ جسکی وجہ سے رفتہ رفتہ بادشاہی منصب دار ہو جانا اور ہنڈون بیانہ کی فوجداری پانا۔ اور صوبہ دار اکبر آباد کی بیٹی کے ساتھ عقد نکاح کرنا۔

میر محمد امین نے دہلی میں پہونچکر ایک عمدہ حاکم کی رفاقت اختیار کی اور بعض جگہوں کی حراست بھی اُسکی وجہ سے پائی۔ تھوڑے دنوں کے بعد نواب سربلند خان صوبہ دار گجرات سے تعارف ہو گیا

۱؎ دیکھو عماد السعادت و وزیر نامہ ۱۲

اور اُسنے اپنی سرکار میں میر منزل کا عہدہ دیا ایک بار نواب کے خیمہ ایک نیچی زمین میں کھڑے ہو گئے تھے شب کو بارش ہوئی۔ نواب کے رہنے کے تمام خیمے میں پانی بھر گیا نواب بہت بیچین رہا اور رتھ میں بیٹھا رہا صبح کو میر محمد امین کو اپنے سامنے بُلا کر نواب اُنپر خفا ہوا اور کہا کہ تمھارے دماغ سے بوے ہفت ہزاری پائی جاتی ہے اپنے فرض منصبی کی کم پروا کرتے ہو۔ میر محمد امین کو یہ لفظ ناگوار گذرے اور اُنکی نوکری سے استعفا دیدیا۔ دوسرے دن سربلند خان نے میر محمد امین کو بلا کر معذرت کی مگر اُنھون نے نہ مانا اور دلّی چلے آئے اور شاہزادون کی جاگیر کا ٹھیکہ لیا۔ جو محصل اس صیغۂ مستاجرین سے حاصل ہوتا اُس میں سے بھی چہارم بنظر رسوخ شاہزادوں کو دیا کرتے تھے جب انکی دیانت اور امانت اور کارگذاری کی شہرت ہوئی تو شاہزادوں کے ذریعہ سے بادشاہ کی حضوری تک نوبت پہونچی۔ منتخب اللباب اور مآثر الامرا مین مذکور ہے کہ میر محمد امین کو ابتدا میں منصب ہزاری ملا اور فرخ سیر کے رفقا میں داخل ہوے۔ مرآت واردات میں لکھا ہے کہ ایسا منصب والاشاہی کہلاتا ہے جو پادشاہزادگی کے دو نیم زمانۂ سلطنت و سریرآرائی سے قبل کسی کو دیا جائے۔ فرخ سیر نے بھی ایسی ہی حالت میں میر محمد امین کو ہزاری منصب دیا تھا۔ جب فرخ سیر ولد عظیم الشان بن شاہ عالم بہادر شاہ سنہ ۱۱۲۴ ہجری مین تخت نشین ہوے تو محمد جعفر المخاطب بہ تقرب خان خانسامان کو ابتداے جلوس فرخ سیری میں کروڑ گیری[۱] گنج کی خدمت بھی مفوض ہوئی تو اُسکی نیابت میں میر محمد امین مقرر ہوے محمد امین نے راے رتن چند دیوان اعظم قطب الملک عبد اللہ خان سے محبت اور دوستی پیدا کرلی اُسنے سنہ ۱۱۲۸ ہجری میں ہنڈون بیانہ متعلق صوبہ اکبرآباد کی فوجداری کی سند دلادی اس علاقے کی آمدنی اٹھارہ لاکھ روپے سالانہ تھی محمد امین نے اس علاقے کا بڑی عمدگی سے انتظام کیا مفسدون کو خوب

[۱] کروڑ گیری محاصلات۔ برمٹ۔ سائرڈان ۱۲

سزائیں دیں اور نام پایا۔ اس وجہ سے منصب میں پانصدی کا اضافہ ہوا سید حسین علیخان اور عبد اللہ خان انکی بہت عزت کرتے اور کارگذار آدمی سمجھنے لگے انھیں دنوں نواب محمد تقی خان صوبہ دار اکبر آباد کی بیٹی سے شادی کی۔ لیکن اس شادی سے قبل سید طالب محمد خان آصف جاہی کی بیٹی انکے نکاح میں تھی بلکہ اس نکاح سے بھی قبل ایک شریف خاندانی آدمی کی بیٹی سے جس خاندان سے اشرف علی خان تھے عقد ہو چکا تھا لیکن بیاہ کے بعد ہی یہ عورت لاولد مر چکی تھی۔ میر محمد امین کی بیٹی جو شجاع الدولہ کی والدہ اور صفدر جنگ کی بی بی ہے بیانے میں اپنے والد کے ہمراہ تھی اور اس وقت اُسکی عمر پانچ یا اس سے کچھ زیادہ برسوں کی تھی لیکن فرح بخش مؤلفہ محمد فیض بخش سے معلوم ہوتا ہے کہ عمر اس لڑکی کی اس وقت ۱۵ برس کی ہوگی کیونکہ سنہ ۱۱۲۰ ہجری میں دہلی میں اپنے باپ کے ساتھ آئی تھی تو اُس وقت اُسکی عمر سات سال کی تھی۔

میر محمد امین کا نواب حسین علی خان برادر قطب الملک کے قتل کی سازش میں شریک ہو کر اُس کو مروا ڈالنا

حسین علی خان کا بڑا بھائی عبد اللہ خان جو فرخ سیر شہنشاہ ہندوستان کا وزیر اعظم تھا لائق فائق آدمی تھا مگر عیاش اور کاہل بھی تھا اور یہی باعث تھا کہ اُسکی وزارت کا کام اُسکے نائب رتن چند نام ایک ہندو کی سعی و اہتمام پر موقوف تھا جسکی سخت تدبیروں اور خود مختاری کے طوروں کی بدولت انتظام اُس کا عام پسند نہ تھا غرضکہ نائب کی بدکرداری اور منیب کی غفلت شعاری سے فرخ سیر کو یہ جرأت حاصل ہوئی کہ وہ اپنی پوری خود مختاری کی تدبیر سوچنے لگا اور اُسکے اس ارادے کے جابجا چرچے ہوئے کہ وہ اپنے وزیر کو پھانسنا چاہتا ہے عبد اللہ خان نے

اپنے خلاف سازشوں سے خوف کھاکر اپنے بھائی حسین علی خان کو جسنے حزم واحتیاط کی ضرورت سے بادشاہی آوردوں کو حکومت سے خارج کرکے ساری فوجوں کو اپنا جان نثار بنا رکھا تھا خاندیس سے بلایا راجہ جے سنگھ سوائی والی جے پور نے بادشاہ کو اس بات پر بہت سا برانگیختہ کیا کہ اب تھوڑا سا عرصہ باقی رہ گیا ہے اگر کوئی معقول تدبیر بن پڑے تو جلد عمل میں لائے اور ہرگز کاہلی نہ برتے مگر وہ بادشاہ ایسا بودا تھا کہ راجہ کی ترغیب وتحریص سے ایسی شجاعت پر بھی آمادہ نہوا جو بقول شخصے مرتا کیا نہیں کرتا مایوسی کے وقت ابل کر زور شور اپنا دکھاتی ہے غرضکہ حسین علی خان دلّی میں داخل ہوا اب بادشاہ بڑی ذلت سے اپنے دشمنوں کی اطاعت پر مائل ہوے۔ اگرچہ حسین علی خان شہر کے باہر فوج لیے پڑا رہا مگر عبداللہ خان کے پہروں کی شہر میں آنے جانے کی اجازت حاصل ہوئی اور اب یہ نوبت پہونچی کہ بادشاہ کی قسمت کا فیصلہ دونوں بھائیوں کی صلاح ومرضی پر موقوف رہا مگر باوصف اسکے بعض بعض امیر بادشاہ کے خیرخواہ اپنے ملازموں اور رفیقوں کو اپنے ہمراہ لیکر بادشاہ کی امداد واعانت کی غرض سے آئے۔ مگر حسین علی خان نے شہر میں داخل ہوکر بادشاہ کو زندہ چھوڑنا اپنی سلامتی کے لحاظ سے مناسب نہ سمجھا اور بادشاہ کو جو حقیقت میں بادشاہ کا سایہ تھا محل سرا سے پکڑ لائے جہاں وہ اپنی جان بچائے بیٹھا تھا اور ماہ فروری ۱۷۱۹ء مطابق ربیع الثانی ۱۱۳۱ ہجری کو اُسکو خفیہ خفیہ مروا ڈالا۔ مرزا بیدل کہتا ہے رباعی

دیدی کہ چہ با شاہ گرامی کردند | صد جور و جفا ز راہ خامی کردند
تاریخ چو از خرد بجستم فرمود | سادات بوے نمک حرامی کردند ۱۱۳۱ھ

جب فرخ سیر سے تخت خالی رہا سیدوں نے رفیع الشان ابن شاہ عالم بہادر شاہ کے

بیٹے کو رفیع الدرجات کے خطاب سے تخت نشین کیا مگر یہ بادشاہ سل کی بیماری سے تین مہینے کے بعد مر گیا تب اُسکے بڑے بھائی کو رفیع الدولہ محمد شاہ جہان ثانی کے خطاب سے سنہ مذکور میں تخت پر بٹھایا۔ مگر اُسکی عمر نے وفا نہ کی چنانچہ وہ بھی تین مہینے سے کم عرصے میں جہان فانی سے گذرا۔ اگرچہ اُسکے مرنے سے سیدوں کو تھوڑا بہت تردد لاحق ہوا مگر بعد اُسکے ایک نہایت قوی آدمی کو جانشین اُس کا کیا۔ یہ جوان آدمی روشن اختر ولد جہان شاہ ابن شاہ عالم بہادر شاہ تھا جس کا حال اپنی پہلی حالت میں عام لوگوں کی حالت سے بہتر نہ تھا یعنی وہ کسی زیور کمال سے آراستہ نہ تھا۔ ماہ ذیقعدہ ۱۱۳۱ھ ہجری مطابق ماہ ستمبر ۱۷۱۹ء میں یہ شہزادہ محمد شاہ کے خطاب سے تخت پر بیٹھا۔ ۵

روشن اختر بود اکنون ماہ شد　　　یوسف از زندان بر آمد شاہ شد
　　　　　　　　　　　　　　　　　　۱۱۳۱ھ

محمد شاہ نے اپنی ماں کے سکھانے پڑھانے سے سیدوں سے علانیہ بگاڑ نہ کیا نہایت حزم و احتیاط اس معاملے میں برتتے تھے اور بڑے صبر اور تحمل سے ایسی صورتوں کے منتظر تھے جو اُنکے استحقاق حکومت کے ممد و معاون اور دعوے سلطنت کے موافق اور مناسب ہوں اور نہایت مخفی طور پر ایسی باتوں کو سوچتے تھے جنکے ذریعہ سے اُنکو جلد آزادی حاصل ہو اور اس بڑے خوفناک ارادے میں صلاح کار اُنکا وہ اعتماد الدولہ محمد امین خان چین بہادر تھا جس نے فرخ سیر سے جب کنارہ کیا تھا کہ اُنکو زبان کا کچا اور خاص اپنے معاملے میں پیٹ کا ہلکا پایا تھا۔ اگرچہ سیدوں کے زور و قوت اور غرور و نخوت سے محمد امین خان کمال متنفر تھا مگر کام کاج اُن سے زمانہ سازی کی راہ سے موافقت پیدا کی تھی۔ محمد امین خان محمد شاہ سے ترکی زبان میں بات چیت کرتا تھا۔ اگرچہ سیدوں کے رشتہ دار اور آوردے بادشاہ کو گھیرے رہتے تھے مگر بات چیت اُنکی چلی جاتی تھی اور جبکہ اُنکے آپس میں اشارے کنائے ہونے لگے تو اُس

کی بدولت خفیہ خط و کتابت کا رشتہ کھلا اور رفتہ رفتہ یہانتک نوبت پہونچی کہ ایک گروہ قائم ہوگیا جس میں میر محمد امین معروف بہ سعادت خان ابن میر محمد نصیر کو دوسرا درجہ حاصل تھا اگرچہ یہ سازش ہزاروں پردوں میں کی گئی مگر سیدوں کے دلوں پر بڑے بڑے خیال گذرنے لگے جبکہ آصف جاہ کی بغاوت فرو کرنے کے لیے دکن کو جانے کا کام سیدوں پر آپڑا تو انھوں نے بادشاہ کو قابو میں رکھنے کے لیے یہ بات قرار دی کہ حسین علی خان بادشاہ اور بعض مشتبہ امیروں سمیت دکن کو روانہ ہو اور عبداللہ خان دلّی میں موجود رہے اور بادشاہ کے مضار و منافع کی نگرانی رکھے۔ دونوں بھائی بہت سے غور وخوض کے بعد آگرے سے روانہ ہوے چنانچہ حسین علی خان نے دکن کو اور عبداللہ خان نے دلی کو باگ اُٹھائی اور سازش کرنے والوں نے دونوں کی جدائی سے قیاس کیا کہ مراد پوری ہونے کا موقع ہاتھ آیا چنانچہ حسین علی خان کا قتل تجویز ہوا تاریخ سلاطین متاخرین ہند اور مآثر الامرا میں لکھا ہے کہ جب نواح اکبر آباد میں محمد شاہ کا لشکر پہونچا تو میر محمد امین معروف بہ سعادت خان بُرہان الملک ہنڈون بیانے سے بھاری جمعیت کے ساتھ اپنے بعض مطالب کے سرانجام کی غرض سے آکر شامل ہوے۔ عماد السعادت میں اُنکی فوج کی تعداد چودہ ہزار پیادہ و سوار بتائی ہے بادشاہ نے میر محمد امین کے اتنی سپاہ کے ساتھ آنے کو غنیمت جانا۔ اسی کتاب میں یہ بھی لکھا ہے کہ نواب حیدر قلی خان میر آتش (افسر توپخانہ) نے بادشاہ سے اُنکی بہت تعریف کی بادشاہ تو ایسے جرار شخص کے دل سے خواہان تھے کہ وہ سادات بارہ کا استیصال کرے نواب حیدر قلی خان نے اپنی فرزندی کے ساتھ میر محمد امین کو عزت بخشی اور بادشاہ نے حیدر قلی خان کی سفارش سے اُنکو سعادت خان بہادر کا خطاب دیا اور اُنکے بڑے بھائی لکو جن کا انتقال ۱۱۴۵ ہجری میں ہوا سیادت خان کا خطاب عطا کیا اور مآثر الامرا میں لکھا

ہے کہ مرزا مقیم کے باپ کو سیادت خان کا خطاب دیا تھا جو سعادت خان میر محمد امین کے بہنوئی تھے۔ تاریخ سلاطین متاخرین ہند اور مآثر الامرا سے ثابت ہے کہ سعادت خان بہادر کا خطاب انھیں حسین علی خان کے واقعہ کے بعد ملا تھا۔

منتخب اللباب میں مذکور ہے کہ سعادت خان میر محمد امین نے اعتماد الدولہ محمد امین خان سے بہت دوستی پیدا کر لی یہانتک کہ اُسکے ہمراز اور شریک مہمات ہو گئے۔ سعادت خان کے دل میں ہمیشہ فرخ سیر کے خون ناحق کا بغض جوش مارتا تھا انھوں نے میر حیدر خان کاشغری برادر شاپور خان کو جو اُن کا رفیق تھا حسین علی خان کے قتل کے لیے آمادہ کیا اور یہ راز ان تینوں شخصوں نے یہانتک مخفی رکھا کہ بادشاہ اور قمر الدین خان پسر اعتماد الدولہ محمد امین خان تک کو واقف نہو نے دیا البتہ دو عورتیں آگاہ تھیں ایک بادشاہ کی والدہ دوسرے صدر النسا جسکو عبد اللہ خان کی وجہ سے عزت و ترقی حاصل ہوئی تھی مگر علم شاہی سے ثابت ہوتا ہے کہ بادشاہ بھی اس مشورے میں شریک تھے اور انھوں نے میر حیدر سے کہا تھا کہ اگر تو نے حسین علی خان کو مار ڈالا اور خود زندہ رہا تو ہفت ہزاری منصب پر پہونچا دونگا اور اگر تو مارا گیا تو تیری اولاد کے ساتھ بڑا سلوک کرونگا چہارشنبہ ۶ ذی الحجہ سنہ ۱۱۳۲ ہجری کو فتحپور سے ۳۵ کوس پر مقام توڈہ میں بادشاہ کا قیام ہوا محمد امین خان بادشاہی سراپردے کے قریب برہمی مزاج اور نے کا ارادہ ظاہر کرکے حیدر قلی خان کے خیمے میں چلا گیا اور امیر الامرا حسین علی خان خیمۂ سلطانی سے نکلکر اپنے لشکر کو عازم ہوا اُس وقت میر حیدر خان نے ایک عرضی محمد امین خان چین بہادر کی شکایت میں لکھی اور امیر الامرا کو دینے کے لیے چلا۔ امیر الامرا جھالردار پالکی میں سوار گلال باڑی کے پاس پہونچا تھا کہ میر حیدر خان نے عرضی کا کاغذ دور سے بلند کیا نواب نے اُس کو پاس بُلا لیا اُسنے نواب کو عرضی دکھائی وہ پڑھنے لگا

اور میر حیدر پالکی کا پایہ پکڑ کر ساتھ چلنے لگا اور اپنا حال عرض کرتا جاتا تھا جبکہ امیر الامرا عرضی کی طرف بالکل متوجہ ہو گیا تو میر حیدر نے دفعتہً اُسکے پیٹ میں چھُرا مارا کہ جگر کے پار ہو گیا۔ اُسوقت امیر الامرا کے مُنھ سے صرف یہ نکلا کہ بادشاہ کو مار ڈالو۔ اور حیدر بیگ خان کے سینے پر اک لات ماری اِس صدمہ سے پالکی کو جھٹکا لگا اور لاش زمین پر گر گئی جیساکہ جلد دوم تنقیح الاخبار میں ہے۔ نواب کے پھوپی کے بیٹے نوراللہ خان پسر اسداللہ خان نے اور تذکرۃ السلاطین چغتائی کی روایت کے موافق عظمت اللہ خان ولد اسداللہ خان نے قاتل کو بھی ارڈالا جب امیر الامرا مر گیا تو مغلوں نے اُس کا سر کاٹ لیا اور بادشاہ کے پاس لے گئے اس قوی وزیر کے مرنے سے اسکی فوج میں ہل چل پڑ گئی اور اُسکے رشتہ داروں اور رفیقوں اور سازش کرنیوالوں اور اُن کے رفیقوں میں بڑا جھگڑا قائم ہوا۔ اور غیرت خان امیر الامرا کے بھانجے نے دو تین ہزار سواروں کو ساتھ لیکر بادشاہ سے مقابلے کا ارادہ کیا۔ سعادت خان حیدر قلی خان کے ہمراہ اعتماد الدولہ محمد امین خان چین بہادر کے فرمانے سے بے باکانہ حرم سرا بادشاہی کے دروازے پر جس میں بادشاہ تشریف رکھتے تھے ایسے وقت میں پہونچ گئے کہ حسین علی خان کے جان نثار بادشاہ کے قتل پر آمادہ تھے اِس وقت بادشاہ کی ماں باہر نکلنے سے بادشاہ کو روک رہی تھی کہ سعادت خان دشمنوں کو صاف کر کے امیر الامرا کا سر ہاتھ میں لٹکائے چند تورانی مغلوں کو ساتھ لیکر اور شال مُنھ پر ڈالکر زنانے میں گھس گئے اور بڑی منت و سماجت اور خوش آمد کر کے بادشاہ کا ہاتھ پکڑ کر باہر لائے اور اُن کو اسپر آمادہ کیا کہ اپنے خیر خواہوں کی سرداری اختیار کر کے سیدوں سے علانیہ جنگ کریں۔ اعتماد الدولہ نے بادشاہ کو اپنے ہاتھی پر بٹھایا اور خود خواصی میں بادشاہ کے ساتھ بیٹھا ہوقت بہت کم آدمی جمع ہو سکے تاہم حیدر قلی خان نے توپخانے کے سپاہیوں کو مستعد کر کے ہراول میں رکھا

اور غیرت خان پر گولہ باری شروع کی قمرالدین خان اور سعادت خان اُسکی مدد کو پہونچے اور یہ بھی لڑنے لگے ۔ اس عرصے میں امیر الامرا کا تمام لشکر لُٹ گیا اور غیرت خان بھی مارا گیا اور سعادت خان غیرت خان کے لشکر کی لُوٹ سے سرمایہ دار بن گئے[۱]۔

سیدوں کا گروہ میدان سے بھاگ نکلا اور بہت سے سیدوں نے فوج کے اُس حصے سمیت جو کسی فریق کا ممد و معاون نہوا تھا بادشاہ کی اطاعت اختیار کی چونکہ سعادت خان نے رفقائے حسین علی خان کی شورش کے دفع کرنے میں بڑی کوشش سے حملے کیے تھے اور اُنکی بیخ کُنی کی تھی اس جلدو میں اُن کا منصب پنجہزاری ذات تک پہونچ گیا اس میں اصلی منصب اور اضافہ دونوں شامل تھے اور پانچہزار سوار اور بہادری کا خطاب اور علم اور نقارے سے ترقی پائی جیسا کہ مآثر الامرا اور تاریخ سلاطین متاخرین ہند میں ہے لیکن محمد ہادی کامور خان نے تذکرۃ السلاطین چغتائی میں تین ہزار سوار لکھے ہیں ۔

محمد شاہ نے محمد امین خان چین بہادر کو اپنا وزیر بنایا اور صمصام الدولہ کو میر بخشی کیا اور قمرالدین خان کو بخشی دوم کیا اور حیدر قلی خان کو ہفت ہزاری منصب اور شش ہزار سوار دو اسپہ دیکر دہلی کو کوچ کیا ۔ محمد ہادی موسوم بہ کامور خان نے تذکرۃ السلاطین چغتائی میں یوں بیان کیا ہے کہ دہلی کے راستے میں جب بادشاہ کا مقام موضع گوپال پور کے قریب ہو تو اس جگہ ۱۳ ذیحجہ ۱۱۳۲ ہجری کو سعادت خان کو شش ہزاری منصب اور پانچہزار سوار اور صوبہ اکبر آباد کی حکومت اور خلعت خاصہ اور اسپ و فیل اور علم و نقارہ بادشاہ نے عطا کیا اور مرآت جہان نما سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۱۳۳ ہجری میں یہ صوبہ اُن کے تفویض ہوا تھا ۔

[۱] دیکھو تنقیح الاخبار ۱۲

سعادت خان کا چودہ ہزار سپاہ کے ساتھ شریک ہوکر قطب الملک عبداللہ خان سے جنگ کرنا

عبداللہ خان ابتک دلی نہ پہونچا تھا کہ بھائی کی سنائونی پہونچی اُسنے دِلّی میں رفیع القدر کے بڑے بیٹے ابراہیم کو جو مقیّد تھا ابوالفتح ظہیر الدین محمد ابراہیم کے لقب سے بادشاہ بنایا اور اُسکے نام کی منادی کرائی اور اُسکی طرف سے لوگوں کو مراتب عنایت کیے۔ اور اپنی فوج لیکر آگرے کی جانب روانہ ہوا جاٹوں کا سردار چورامن جس کو سید عبداللہ خان نے راہدار خان خطاب اور کچھ گانوں جاگیر میں دیے تھے راہ میں آکر اُس سے ملا۔ اور بہت سے ٹوٹے پھوٹے سید بھی اُس کے پاس آگئے جو بادشاہ کی اطاعت کے بعد اُن کو چھوڑ کر بھاگے تھے اور سعادت خان برہان الملک کو بھی جو ہنڈون بیانہ کے فوجدار تھے ایک خط بھیجا کیونکہ اُن کی ترقّی دولت کا باعث نواب عبداللہ خان کا دیوان رائے رتن چند ہوا تھا لیکن انھوں نے بغور و تامل حقوق سلطانی اور اپنی دنیاوی نیک نامی کو مُقدم سمجھا اور چودہ ہزار پیادہ و سوار کی جمعیت کے ساتھ بادشاہ کے شریک رہے محمد شاہ کو اُن چار ہزار سواروں کے پہونچنے سے تازہ مدد پہونچی جنکو جے سنگھ راجہ نے انکی امداد و اعانت کے لیے شتابی میں روانہ کیا تھا۔ محمد خان بنگش بھی تین ہزار سپاہ کے ساتھ اور عزیز خان روہیلہ اور بایزید خان میواتی چار ہزار سپاہ کے ساتھ بادشاہ کی مدد کو آگئے۔ نویں محرم سنہ ۱۱۳۳ ہجری کو بادشاہ کی فوج شاہ پورے سے گذر کر ٹھہری اور قطب الملک حسن پور میں بادشاہ کے لشکر سے تین کوس کے فاصلے پر آکر مقیم ہوا۔ روز پنجشنبہ ۱۳ محرم سنہ ۱۱۳۳ ہجری کو عبداللہ خان نے فوج آراستہ کی اور سلطان محمد ابراہیم کے ساتھ غول میں آپ کھڑا ہوا اور خواجہ عبدالغنی

ولد خواجہ عبدالرحیم کو محمد ابراہیم کی خواصی میں بٹھایا۔ اور نجم الدین علیخان وسیف الدین
علی خان وشجاعت اللہ خان وعبدالنبی خان اور بہت سے سادات بارہ اور اپنے نوکر
افغانوں کو لشکر کا ہراول کیا اور بخشی الملک سید صلابت خان بہادر وغازی الدین خان
بہادر غالب جنگ وشکراللہ خان وقلیچ محمد خان ونعمت اللہ خان وبیرام خان وامیر خان
وحامد خان وحمید الدین خان کو پیش لشکر کی مدد کے لیے مقرر کیا اور شہامت خان
وفتح محمد خان وکمل خان وتہور علی خان بارہ وراجہ محکم سنگھ وعبدالقادر خان وحفیظ اللہ
خان ومرید خان وخداداد خان وغیرہ اپنے مددگاروں کو یمین ویسار میں کھڑا کیا اور
توپخانے کو ہراول کے آگے رکھا۔ بادشاہ کی طرف بھی مقابلے کی تیاری ہوئی اور جمعرات کو بادشاہ
مقابلے کے لیے سوار ہوے اعتمادالدولہ بہادر ظفر جنگ وزیر اعظم وقمرالدین خان بہادر
وسیف اللہ خان بہادر داروغہ گرز بردار ان وامین الدین خان میر توزک ومعتمدالملک میر جملہ بہادر
وعزیز خان بہادر چغتہ کو بادشاہ نے اپنے پاس قلب میں کھڑا کیا۔ حیدر قلی خان ناصر جنگ
افسر توپخانہ ہراول میں متعین ہوا۔ امیرالامرا خان دوران بہادر صمصام الدولہ خاندوران بہادر
منصور جنگ کو میسرہ پر کھڑا کیا اور سید نصرت خان وثابت خان عرف جعفر بارہ اور دوسرے
اُمرا اُن کی رفاقت کو مقرر ہوے اور محمد خان بنگش والی فرخ آباد دوست راست پر متعین ہوا
اور بخشی الملک ظفر خان بہادر رستم جنگ وراجہ راج بہادر راٹھور وراجہ کلیان سنگھ بھدوریہ
عقب فوج کی حفاظت کے لیے مقرر ہوے۔ مرآت جہان نما۔ سیرالمتاخرین اور منتخب اللباب سے
ثابت ہے کہ برہان الملک دست راست پر تھے اور مآثرالامرا میں لکھا ہے کہ وہ اُس وقت
میسرہ کی جانب تھے ابھی کسی قدر رات کا اندھیرا باقی تھا کہ لڑائی شروع ہوئی نجم الدین علیخان
برادر عبداللہ خان نے دس بارہ ہزار سوار اور توپخانہ آتش بار کے ساتھ گنجان درختوں کے

سامنے میں جاکر بادشاہی لشکر پر ایسی آگ برسائی کہ طائرِ خیال کے پر جلنے لگے. نامی بہادروں کے چہروں پر ہوائیاں اُڑنے لگیں حیدر قلی اور صمصام الدولہ یہ حال دیکھ کر نصرت خان اور ثابت خان کے ہراول پر آئے اور نجم الدین علیخان کے مورچے میں توپوں کی شرر افشانی سے آگ لگا دی یہانتک کہ وہ مورچہ سیدوں کے ہاتھ سے نکل گیا جمعرات کا تمام دن یونہیں لڑائی میں بسر ہوکر جمعہ کی جس وقت تھوڑی رات گذری تو حیدر قلی خان نے توپخانہ بڑھانیکی کوشش کی گولے مارتے ہوے قدم بڑھایا جہاں کھڑا تھا وہاں سے آہستہ آہستہ آگے کو بڑھا عبداللہ خان کی فوج پر گولے برستے رہے اکثر ہمراہی مجروح و مقتول ہوے اور اُسکے اکثر ہاتھی نشینوں نے بھاگنا شروع کیا جنکو گنواروں نے لوٹ لیا پچھلی رات کو راجہ محکم سنگھ کی سواری کے ہاتھی کے گولہ لگا۔ محکم سنگھ گھوڑے پر سوار ہوکر رن سے اس طرح باہر نکل گیا کہ دیر تک اُسکے مرنے جینے کی خبر معلوم نہوئی ۱۴ محرم کو جمعہ کے دن عبداللہ خان کے ساتھ ایک لاکھ سوار و نمیں سے صرف پندرہ سولہ ہزار سوار باقی رہ گئے تھے جب سورج نکلا تو بادشاہ پسند ہاتھی پر محمد شاہ سوار ہوے آٹھ نو پہر شب و روز بادشاہ بہ نفس نفیس میدان جنگ میں اپنے جان نثاروں کے ساتھ موجود رہے بادشاہ نے یورش کا حکم دیا اُدھر نجم الدین علیخان اور دوسرے سادات بارہ نے جو نہایت دلیر تھے قدم جرأت آگے بڑھایا اور بادشاہی فوج پر ٹوٹ کر قیامت برپا کردی حیدر قلی خان اور صمصام الدولہ نصرت یار خان نے سیدوں کا مقابلہ کیا دونوں طرف سے تیر و تفنگ سے آگ برسنے لگی ہتھیاروں کے دل جلنے لگے ایسے وقت میں سعادت خان بھی دکھیلے ہو پچگلے طرفین کے بہت سے آدمی کام آئے۔ نجم الدین علی خان بھی سخت مجروح ہوا. عبداللہ خان اپنے بھائی پر وقت تنگ دیکھ کر باقی ماندہ دلاوروں کو ساتھ لیکر نجم الدین علی خان کی مدد کو بڑھا چورامن جاٹ نے بادشاہی لشکر کے عقب میں بھونچکر بھیر پر حملہ کیا اور کئی آدمی مار ڈالے

ایک ہزار کے قریب بیل اور اونٹ بار برداری کے جو جمنا کے کنارے ریت کے ٹیلے پر جمع تھے پکڑ لیے اور لنگر خانے کا کچھ سامان اور صدارت کا دفتر بھی لوٹ لیا اور اس تاراجی کے بعد عبداللہ خان کی کمک کے لیے چلا بادشاہ نے جو دور سے اُسکی جمعیت کو دیکھا تو اپنے ہاتھ سے چار تیر اُسکی طرف پھینکے اعتماد الدولہ محمد امین خان اور ہادی خان داروغۂ بندوقہائے خاص اُسکے مقابلے کو ادھر سے گئے عبداللہ خان کے پہونچنے سے نجم الدین علی خان کی سپاہ قوی دل ہوکر حملہ کر لڑنے لگی بادشاہ کی طرف سے صمصام الدولہ بھی نہایت دلیری کے ساتھ مقابلہ کر رہا تھا اسپر بھی بادشاہی لشکر کے بہت سے آدمی گھبرا گئے اور صفوں میں پریشانی پیدا ہونے لگی یہ حالت دیکھ کر سعادت خان اور محمد خان بنگش اُنکی تقویت کے لیے متوجہ ہوے اور انھوں نے یہ ارادہ کیا کہ عبداللہ خان کی فوج کی کمرگاہ پر حملہ کیا جائے۔ عبداللہ خان نے اس ارادے پر مطلع ہوکر اپنا ہاتھی حیدر قلی خان کے مقابل بڑھایا ادھر سے بھی اُسکے حملے کا جواب ملنے لگا اس موقع پر ابوالحسن خان بخشی سائر کا بھائی سید علی خان بخشی رسالہ زخمی ہوکر گرفتار ہوا شیخ ہٹیلا جو سید عبداللہ خان کے توپخانے کا انتظام کر رہا تھا اُسپر طالع یار خان نے حملہ کرکے قتل کر ڈالا راجپوت جو بادشاہی فوج میں تھے اُسکی لاش کو گھسیٹ کر بادشاہی لشکر میں لیگئے۔

حیدر قلی خان اور دوسرے جوانمرد ایسی پھرتی سے عبداللہ خان پر ٹوٹ پڑے کہ اُس کو اظہار بہادری کا موقع ہی نہ ملا اس وقت عبداللہ خان کے ہمراہ دو تین ہزار سوار تھے اور وہ ہاتھی پر بیٹھا تھا اُسنے یہ خیال کیا کہ اگر میں ہاتھی سے اُتر کر گھوڑے پر سوار ہو جاؤں گا تو سواران ہمراہی گھوڑوں سے اُتر کر جانفشانی کرینگے چنانچہ وہ ہاتھی سے اُتر کر گھوڑے پر سوار ہوا سرداران ہمراہی نے جو اُسکے ہاتھی کو خالی دیکھا تو یہ سمجھے کہ شاید عبداللہ خان مارا گیا یا یہ سمجھے کہ آخر کار شکست ہوگی۔ عبداللہ خان کو تنہا چھوڑ کر میدان سے بھاگنے لگے۔

بھگوڑوں میں سیف الدین علی خان اور شجاعت اللہ خان اور ذوالفقار علی خان اور عبداللہ خان ترین وغیرہ سردار تھے اور بخشی فوج نے بھی ان مفروروں کا ساتھ دیا۔ بعضے کہتے ہیں کہ عبداللہ خان ابھی ہاتھی سے اُترا نہ تھا کہ سیف الدین علی خان نے میدان چھوڑ دیا تھا راستے میں اس بھاگی ہوئی جماعت کو گنواروں نے بہت دق کیا اور بہت سے ہاتھی چھین لیے عبداللہ خان قطب الملک کے ہاتھ پر تلوار کا زخم پہونچا تھا اور پیشانی پر تیر لگا تھا اُسوقت حیدر قلی خان تھوڑے سے ساتھیوں کے ساتھ ہاتھوں میں ننگی تلواریں لیے ہوے عبداللہ خان کے سر پر پہونچ گیا۔ عبداللہ خان نے اپنی سیادت کو شفیع بناکر امان جان چاہی اور کہا کہ مجھے بادشاہ کے پاس لے چلو جو اُنکی مرضی ہو وہ کریں۔ حیدر قلی خان نے اُس کو قتل نہیں کیا اُسی طرح گرفتار کر کے شال سر پر باندھ دی۔ نجم الدین علی خان مجروح بھی گرفتار ہوا اسکے تیرہ چودہ زخم آئے تھے انکو بادشاہ کے پاس لائے اُنھوں نے دونوں کو میر آتش کے سپرد کر دیا اور دوسرے سردار بھی گرفتار ہو کر آئے۔ حامد خان اور عبد النبی خان اور دوسرے سردار بادشاہ کی اطاعت کے لیے فوج شاہی میں حاضر ہو گئے۔ عبداللہ خان کے ہاتھی گھوڑے اور کارخانے اور خزانہ جو کچھ لُٹنے سے بچا ضبطی میں آیا۔ سلطان ابراہیم بھی گرفتار ہوا۔ چونکہ اُسنے عبداللہ خان کی شرکت بمجبوری اختیار کی تھی اس لیے اُسکی جان بخشی ہوئی۔ فاعتبروا یا اولی الابصار اس واقعہ کی تاریخ ہے۔

سعادت خان میر محمد امین نے اِس جنگ میں بڑی جوانمردی دکھائی تھی بادشاہ نے اُن کے منصب میں اور اضافہ کیا اصل اور اضافہ ملا کر ہفت ہزاری منصب ذات پر پہونچا دیا اور سات ہزار سوار اور خطاب برہان الملک بہادر۔ بہادر جنگ عطا کیا[لہ]۔ اور

لہ دیکھو مآثر الامرا ۱۲۱

ماہی مراتب بھی بخشا اور خلعت فاخرہ بھی دیا۔ ؎۲

سعادت خان برُہان الملک کو صوبۂ اکبر آباد کی حکومت اور خواص بادشاہی کی داروغگی ملنا

مرآت جہان نما میں محمد شفیع کہتا ہے کہ بادشاہ نے ۲ ربیع الاول ۱۱۳۳ھ ہجری کو انجمن خلوت میں سعادت خان کو اپنے خواصوں کی داروغگی اور خلعت خاصہ بخشا اور اسی سنہ میں بادشاہ نے انکو اکبر آباد کا صوبہ دار کیا اور اُنکے بھتیجے نثار محمد خان کو نواب شیر جنگ خطاب دیا سعادت خان بادشاہ سے رخصت ہو کر صوبۂ اکبر آباد میں داخل ہوے۔ سرکشوں کی بیخ کنی میں بڑی کوشش کی تین چار قلعے جو متھرا کی طرف اور شاہ جہان آباد کی راہ پر تھے محاصرہ اور کُشت وخون کے بعد دشمنوں سے چھین لیے ان جنگوں میں اُنکے ساتھ چار سو کے قریب آدمی مارے گئے اور دشمن بھی بہت سے مقتول اور مجروح ہوے بادشاہ کو جب یہ حال معلوم ہوا تو برُہان الملک کے لیے خلعت اور خنجر مُرصع اور ایک فرمان اُنکی بہادری کی تعریف اور اپنی عنایت کے اظہار میں اُنکو بھیجا۔

مہاراجہ اجیت سنگھ والی جودھپور کے سپرد صوبۂ اجمیر و احمد آباد بھی تھے ۱۱۳۳ھ ہجری میں ان صوبوں کی بہت سی رعایا نے دہلی میں حاضر ہو کر استغاثہ کیا کہ راجہ نے اپنے ماتحت علاقے میں گاؤکشی بند کر دی ہے بادشاہ نے دونوں صوبے اُس سے نکال لیے حیدر قلی خان کو صوبۂ گجرات دیا اور مظفر علی خان کے سپرد صوبۂ اجمیر کیا اجیت سنگھ نے بغاوت پر کمر باندھی۔ بادشاہ نے اُسکو سزا دینا چاہا اور حیدر قلی خان کی تجویز سے

؎۱ دیکھو سیر المتاخرین ۱۲ ؎۲ دیکھو مرآت جہان نما ۱۲

سعادت خان برہان الملک اس کام کے لیے اکبر آباد سے بلائے گئے کیونکہ امرائے حاضر حضور اس مہم پر جانے سے جی چراتے تھے۔ سعادت خان حکم کے پہونچتے ہی بطریق یلغار اکبر آباد سے روانہ ہوئے اور آخر ذی قعدہ ۱۱۳۳ھ ہجری میں داخل دہلی ہوئے جب اُنھوں نے اس مہم کے لیے سامان وغیرہ چاہا تو بعض امرائے بزدل ساتھ دینے کو تیار نہوئے اور نہ بادشاہ نے اس قدر سامان سے اعانت کی جس قدر وہ چاہتے تھے اسلیے انکا جانا ملتوی رہا۔[۵۱]

نیل کنٹھ ناگر نائب سعادت خان برہان الملک کا اکبر آباد میں مارا جانا صوبۂ اکبر آباد راجہ جے سنگھ کچھواہہ کو ملنا۔

برہان الملک کا صوبۂ اودھ کی حکومت پر مقرر ہونا اور توپخانہ شاہی کی افسری بھی پانا

صوبۂ اودھ کی خدمت گردھر بہادر ناگر کے متعلق تھی جب بادشاہ کو یہ حال معلوم ہوا کہ اُسکا انتظام خاطرخواہ نہیں ہوسکتا بڑی بے انتظامی ہے تو بادشاہ نے برہان الملک کو یہ خدمت دی ظاہرا صوبۂ اودھ علاوہ صوبۂ اکبر آباد کے برہان الملک کے سپرد ہوا تھا۔[۵۲]

تاریخ تقرر سعادت خان بصوبہ داری اودھ

نواب محمد امین یافت	تشریف اودھ بقدر افزون
گفتش ملک از سر بشارت	تشریف اودھ بود ہمایون

۵۱ دیکھو سیر المتاخرین و منتخب اللباب ۱۲

۵۲ دیکھو سیر المتاخرین ۱۲

دیگر

چو یافت میر محمد امین سعادت خان | بنظم ملک اودھ خلعت از شہ شاہان
زماہ و سالِ دلم جُست ہاتفے فرمود | ہزار و یک صد و سی بعد از ہجرت دان

برُہان الملک صوبۂ اودھ کے انتظام کے لیے روانہ ہوے اور اکبر آباد میں اپنے ایک نائب راے نیلکنٹھ کو چھوڑا۔ نیل کنٹھ ایک روز ہاتھی پر سوار چلا جاتا تھا کسی بڑے زمیندار کے اشارے سے ایک جاٹ درختوں کے جھاڑے میں مخفی بیٹھا تھا جب اُسکے برابر سواری پہونچی تو اُسنے نیل کنٹھ پر بندوق سر کی جسکی گولی سینے کے پار نکل گئی۔ برُہان الملک کو جب یہ خبر پہونچی تو اُنھوں نے اودھ سے اکبر آباد کی طرف عزم کیا تاکہ اپنے نائب کا بدلہ لیں۔ دربار میں صمصام الدولہ نے یہ سازش کی کہ اکبر آباد کی خدمت برُہان الملک سے نکلوا کر راجہ جے سنگھ کچھواہہ کو دلادی اور برُہان الملک کے پاس صرف اودھ کی صوبہ داری رہی مگر مآثر الامرا سے معلوم ہوتا ہے کہ چورامن جاٹ جو سادات بارہ کے متوسلوں سے تھا سلطان ابراہیم اور عبداللہ خان کے ہمراہ بادشاہ کے مقابلے میں کام آیا تھا اُسکے بیٹوں نے اپنے قلعوں کو مضبوط کر کے خودسری اختیار کی تو برُہان الملک انکی سزادہی کے لیے مامور ہوے اور اُنکی بیخ کنی میں بہت کچھ کوشش کی مگر جنگل کے گنجان ہونے کی وجہ سے اُنکا وار واقعی استیصال نہو سکا اسلیے بادشاہ نے صوبۂ اکبر آباد کی حکومت سے اُنکو بدل دیا اور توپخانے کی دارغگی اور اودھ کی صوبہ داری عطا کی۔ برہان الملک نے اس صوبہ میں پہونچکر بہت سی فوج جمع کی اور بھاری توپخانہ مُہیا کیا ملک کا بخوبی انتظام کیا سرکشوں کو سزائیں دیں اور بعض کے ساتھ ملائمت کا برتاؤ کیا اور اسطرح اُنکو قابو میں لائے۔

وقائع راجپوتانہ میں چورامن کی حالت یوں بیان کی ہے کہ موضع تھون پر جواب

پرگنہ نگر میں ہے راجہ رام پسر بھگونت ابن خان چند جاٹ قابض تھا یہ شخص علاقہ تھانہ آؤ میں غارتگری کیا کرتا تھا اس وجہ سے گرفتار ہو کر مارا گیا۔ اس کا بیٹا فتح سنگھ تھا مگر اُسمیں اپنی قوم کے خوش رکھنے کی لیاقت نہ تھی موضع سنسنی کے کُل آدمیوں نے بھماں بدن سنگھ پدر سورج مل جاٹ حکمران تھا جمع ہو کے فتح سنگھ کو خارج کیا اور چوڑامن ابن برج ولد خان چند جاٹ کو سردار بنایا۔ رستم جاٹ نے چوڑامن جاٹ سے اتفاق کر کے ایسی غارتگری کی کہ دہلی اور اجمیر اور آگرہ اور گوالیار کے راستے بند کر دیے فرخ سیر کے وزیر نے چوڑامن کو خطاب راہدار خان اور پانچ پرگنے نگرا ور کٹھومر اور مدھیٹی (دبِ ای) اور ہیلکرا ور آؤ دیکر غارتگری سے منع کیا اور رستم جاٹ اور اُسکے پسر کھیمکرن کو بعطائے خلعت بہادری و دیہات بھر تپور و ملاح و آگاہ پور و بارہ و اکرن وغیرہ کی راہزنی سے باز رکھا۔ مگر یہ تدبیر کچھ کارگر نہوئی سمت ۱۷۸۱ بکرمی میں چوڑامن بعلت قضیۂ محکم سنگھ پسر خود زہر کھا کر فوت ہوا۔ محکم سنگھ نے باپ کا قائم مقام ہو کر بدن سنگھ بن خان چند سے نااتفاقی پیدا کی بدن سنگھ نے مہاراجہ سوائی جے سنگھ کی مدد سے محکم سنگھ کو شکست دیکر بھگا دیا اب بدن سنگھ تھون پر بھی قابض ہو گیا۔ بعض مورخ یہ کہتے ہیں کہ یہ لڑائی خود چوڑامن سے ہوئی تھی اور بعد شکست کے چوڑامن اور محکم سنگھ دونوں مفرور ہوے اور بدن سنگھ نے فتحیاب ہو کر کل قوم جاٹ کی افسری حاصل کی۔

اودھ کی حقیقت

اودھ کا قدیمی نام اُترکوشل ہے۔ شاستر میں لکھا ہے کہ منو نے سب سے پہلے یہ شہر بسایا ابتدا میں وہ راجہ رامچندر کا راجدھانی تھا۔ والمیک اسکو وسعت طول میں بارہ یوجن لکھتے ہیں اور ایک یوجن ۴ کوس کا ہوتا ہے۔ ابوالفضل نے آئین اکبری میں ۱۴۸ کوس لمبا اور

۶۶ کوس چوڑا بیان کیا ہے اگرچہ یہ مبالغہ معلوم ہوتا ہے لیکن اس میں شک نہیں کہ یہ شہر اگلے زمانے میں بہت بڑا ہوگا اس واسطے کہ دُور دُور تک اسمیں پُرانی عمارتیں پائی جاتی ہیں بعد اختتام خاندان مہاراجہ رامچندر اجودھیا بالکل اُجاڑ ہوگئی تھی راجہ بکرماجیت نے اس شہر کو از سرِ نو آباد کیا سوائے دریائے سرجو اور ناگیشر ناتھ کے کوئی نشان باقی نہ رہا تھا یہ مقامات بودھ مذہب کے حملے سے معدوم ہوگئے تھے اور انھیں دونوں موجودہ نشانوں سے راجہ بکرماجیت نے ہر ایک مقام کا پتہ لگا کر اور کتب قدیم سے مقابلہ کرکے ۳۶۰ مندر مہاراجہ رامچندر کے متعلق تعمیر کرائے چنانچہ پہلے وہاں بہت سے مندر رامچندر جی اور اُنکے بھائی لکشمن جی اور انکی رانی سیتا جی کے عجیب اور بڑے بڑے بنے ہوئے تھے اب اُنمیں سے بہت کم باقی ہیں۔ ہندو اس مقام کو اجودھیا کہتے ہیں اور دفتر بادشاہی و انگریزی میں وہ صوبۂ اودھ کے نام سے مشہور تھا مادۂ لفظ اجودھیا کا سنسکرت میں لفظ اجودھ ہے اور اجودھ کے معنی نامغلوب کے ہیں اور نیز اج نام برھما کا ہے پس اجودھیا کے معنی خالق کا نامغلوب شہر ہوے اودھ کے معنی سنسکرت میں وعدے کے ہیں چونکہ مہاراج رام چندر نے ۱۴ سال جلاوطنی اختیار کی تھی اور چودہ برس کے بعد واپس آنے کا وعدہ کیا تھا اسوجہ سے اودھ کہا جاتا ہے ڈاکٹر وِلسن صاحب کہتے ہیں کہ اس کا مادہ جُدھ ہے جسکے معنی جنگ کے ہوتے ہیں اور یہ شہر بہادر چھتریوں کی جگہ ہے اس لیے اس نام سے موسوم ہوا اودھ ہندوؤں کے عقائد میں بڑا متبرک ہے مذہبی معتقد اس مقام پر آتے ہیں کیونکہ مولد و دار الحکومت رامچندر جی کا ہے رقاصوں کی اب بھی کثرت ہے۔ ہنومان گڑھی اسی مقام پر ہے ہر سال رام نومی یعنی چیت کی نومی کو بڑا میلہ ہوتا ہے۔ رتن پور میں کبیر جولاہے کی قبر ہے یہ شخص سلطان سکندر لودی کے عہد میں بنارس کے مقام میں عقائد ہنود میں عبادت کرتا رہا اُسکے طبعزاد دو ہرے

اہل مذاق کے ورد زبان ہیں کہتے ہیں کہ سوامی راما نند کے زمانے میں ایک برہمن کی بیوہ لڑکی کے پیٹ سے ایک لڑکا پیدا ہوا ماں نے برادری کے ڈر سے اس بچّے کو بنارس میں لہرتارہ کے پاس ڈالدیا اتفاق سے ایک جولاہہ جس کا نام نوری تھا اور اُسکی بیوی گھر سے نکلکر پاس کے گانوں کو جارہے تھے دونوں نے اُس لڑکے کو اُٹھالیا اور اُسکی پرورش شروع کی بچپن سے اُسکے مزاج میں خدا کی لو لگی تھی اور وہ گھنٹوں اُس کا دھیان کیا کرتا تھا ماں باپ نے یہ عادت چھڑانے کے لیے بچپن ہی میں اُسکی شادی کردی مگر یہ تدبیر کچھ کام نہ آئی کبیر کو نہ بیوی سے لگاؤ تھا نہ گھر سے واسطہ بنارس کی زمین میں چکر لگایا کرتا اور بھگوان کا دھیان کیا کرتا تھا ایک دن رات زیادہ آگئی اور اُسکو نیند آنے لگی گنگا کے کنارے گھاٹ کی سیڑھیوں پر سر رکھ کر لیٹ گیا اور آنکھ لگ گئی اُن دنوں سوامی راما نند بڑے عابد تھے وہ اندھیرے مُنھ گنگا اشنان کو آئے سیڑھیوں سے اُتر رہے تھے کہ اُنکا پاؤں کبیر کے سینے پر پڑا وہ رام رام کرتے پیچھے ہٹے کبیر کی آنکھ کھُل گئی اُسکے دل نے گواہی دی کہ یہ جو سورج کے نکلنے کے پہلے اشنان کرتا ہے کوئی بڑا سادھو ہے اور یہ سوچ کر اُنکے ساتھ ہو لیا راما نند نے بھی کبیر کے چہرے سے سمجھ لیا کہ اُسکے دل میں پریم ہے اپنے ساتھ مٹھ میں لے آئے اور چیلا بنا لیا کبیر کے مذہب کی اصل بات خدا کی محبّت تھی جسکو وہ بھجنوں میں سُناتا وہ روپے کا لالچی نہ تھا اکثر فاقے ہوتے اور تکلیفیں ہوتیں مگر ان سب دکھوں پر اُسکی دُھن میں فرق نہ آتا اس سے زیادہ سادہ مذہب جسمیں روزہ نماز پوجا پاٹ کچھ نہ ہو اور کوئی نہیں ہے ضلع بستی کے ایک مقام میں جسکو مگھر کہتے ہیں موضع رتن پور واقع ہے اس میں کبیر مرا اُسکی لاش پر بڑے جھگڑے پڑے مسلمانوں نے کہا کہ ہم گاڑینگے ہندوؤں نے کہا کہ ہم جلائینگے یہ مشہور ہے کہ اُس جھگڑے میں لاش غائب ہو گئی اور اُسکے بجائے پھول رہ گئے

جسکو دونوں فریقوں نے آدھوں آدھ بانٹ لیا ہندوؤں نے پھولوں کو جلایا اور اُسکی جگہ مندر بنایا اور مسلمانوں نے اپنے پھولوں کو دفن کیا اور مقبرہ بنایا آج تک یہ دونوں بستی کے ضلع میں مگہر کے مقام پر موجود ہیں اور جہاں پر پہلے کبیر بنارس میں رہتا تھا وہاں پر بھی مکانات ہیں جنکو کبیر چورہ کہتے ہیں۔

نواب برُہان الملک کا اودھ میں قیام کرنا اور فیض آباد کی بُنیاد پڑنا

جب نواب برُہان الملک بادشاہ کی طرف سے صوبۂ اودھ کے نائب مقرر ہو کر آئے تو آبادی سے دو کوس پر مغربی جانب دریائے گھاگرہ کے بند کے ٹیلے پر اپنے خیمے نصب کرائے بعد چند روز کے وہاں پر ایک بنگلہ چوبی خس پوش برسات گذارنے کے لیے تیار کرایا اس بنگلے کے آس پاس کچی دیوار بطور احاطے کے اور برُج ٹیلے کے تلے بنوائے اور یہ احاطہ اتنا لمبا چوڑا تھا کہ تمام پیادہ و سوار اور توپخانہ اور دوسرے امارت کے کارخانے اُسمیں سما گئے۔ نواب کو پختہ عمارتوں سے شوق نہ تھا اسلیے بیگمات کے رہنے کے مکانات بھی مٹی سے بنوائے جب ملک کے دورے سے فارغ ہو کر آتے تو اسی بنگلے میں قیام فرماتے جب نواب نے انتقال کیا اور صفدر جنگ کو حکومت ملی تو یہ بنگلے کی آبادی فیض آباد کے نام سے مشہور ہو گئی جیسا کہ شیخ فیض بخش نے فرح بخش میں لکھا ہے اور تاریخ فیض آباد میں مسٹر بی کارنگی کہتے ہیں کہ پرُانا شہر دارالامارت اودھ مقام بنگلہ کے نام سے تین کوس کے فاصلے پر آباد ہے اُدھر کے عوام فیض آباد کو بنگلہ ہی کہتے ہیں مغل سرداران صفدر جنگ نے سیر و تفریح کے لیے باغ بنوائے اگر دیوان آتمارام کے بیٹوں نے قلعہ کے باہر مغرب کی طرف جس کی شہرت

دہلی دروازے کے نام سے بھی دروازے کے قریب ایک لمبا بازار ہوا کر اُس میں اپنے رہنے کے لیے حویلیاں تیار کرائیں آسمعیل خان رسالہ دار نے بھی احاطے کے باہر اپنے نام سے ایک گنج بسایا باقی اُسی طرح ایک ایک دو دو مکان اہل بازار کے بے ترتیب اُس مقام کے آس پاس تھے قلعہ کے اندر خواجہ سراؤں اور چھوٹے بڑے رسالہ داروں کے بھی مکان تھے۔ صفدر جنگ کے انتقال تک یہ آبادی اسی طرح خراب اور پریشان تھی۔ شجاع الدولہ نے اپنا قیام دائمی لکھنؤ میں اختیار کیا کبھی سیر کے طور پر آتے تو ایک دو رات رہ کر گورکھپور اور بنارس کی طرف چلے جاتے انگریزوں سے شکست کھانے اور صلح ہو جانے کے بعد فیض آباد کو اپنا دار الحکومت بنایا اور آبادی کو ترقی دی اور اُسکے آس پاس ایک خندق کھدوائی دو کچی گڑھیاں سوائے قلعہ پختہ کے جس میں نواب کی محلسرائیں تھیں بنوائیں اور حکم دیا کہ شہر کی عورت بوڑھی ہو یا جوان یا لڑکی نواب کے بے حکم باہر نہ نکلے جب تک کاغذ پر روشن انگریز کا ساتھ نہو جسکو نواب نے اس کام کیلیے مقرر کیا تھا لیکن اگر باہر سے کوئی آئے تو مزاحمت نکریں خلاصہ یہ ہے کہ کیسے ہی ممتاز آدمی کی بیوی چاہتی کہ وہ فیض آباد سے نکلکر کوس بھر باہر بھی چلی جائے تو بغیر حکم کے ممکن نہ تھا لا یہ جس قدر ساز و سامان بھی باہر جاتا اُسکے واسطے بھی اجازت کا حاصل کرنا ضرور تھا اور یہی نہیں کہ صرف شہر کے دروازوں پر روک ہوتی بلکہ چار کوس آگے تک محافظ بیٹھے تھے جو ہر ایک نکلنے والے مرد و عورت کے حال سے تعرض کرتے تھے اِس وجہ سے دور نفے ایک مرد کے لیے دوسرا عورت کے لیے ہونا ضرور تھا جیسا کہ عماد السعادت میں لکھا ہے فائدہ سلطان الحکایات سے اودھ کا نام اختر نگر بھی معلوم ہوتا ہے تاریخ فیض آباد میں مسٹر بی کارنیگی لکھتے ہیں کہ ایوب اور شیث کی قبریں ایک دوسرے کے متصل ہیں مگر نوح کی قبر فاصلے پر ہے شاید یہ چار سو برس سے زیادہ پرانی نہوں اور یہ تینوں شخص نوح ایوب شیث

ہندوؤں کے مقابلے پر مارے گئے اس وجہ سے شہید کہے جاتے ہیں مگر جو شخص یہاں مقرر ہے بخیال اسکے کہ جہلا کی نگاہ و نہیں قدر ہو بیان کرتا ہے کہ نوحؑ اور ایوبؑ اور شیثؑ پیغمبروں کی قبروں ہیں شیثؑ اور نوحؑ کی قبروں کا طول سات سات آٹھ آٹھ گز ہے یہ شہر لکھنؤ سے اسی میل کے فاصلے پر ہے۔

سعادت خان کا اودھ میں اقتدار

خزانۂ عامرہ میں لکھا ہے کہ صوبۂ اودھ کے زمیندار سرکشی میں مشہور زمانہ ہیں شاید ابتدائے ایجاد عالم سے انھوں نے کسی حاکم کی قرار واقعی اطاعت نہ کی ہوگی۔ برہان الملک نے سبکو بزور شمشیر مطیع اور خراج گذار بنایا اور اس صوبے میں وہ حکومت جمائی کہ کسی عہد میں یہ بات حاصل نہوئی تھی اور صوبۂ الہ آباد کے اکثر عمدہ شہر جیسے جونپور۔ بنارس اور غازیپور اور کڑہ مانکپور اور کوڑہ جہان آباد وغیرہ قبضے میں لے آئے اور بادشاہ کے حضور سے سند حاصل کی۔ موہن سنگھ کینور یہ قوم راجپوت تلوی کا زمیندار تھا اُسنے کبھی کسی ناظم اودھ کی اطاعت نہیں کی تھی اُسنے سعادت خان کے ساتھ بھی سرکشی کی اُنھوں نے اوّل اول اُسکو بنظر ترحم فہمایش کی جب لائم نہوا اور پچاس ہزار راجپوت ہمراہ لیکر مقابلے کو آمادہ ہوا تو نواب نے بھی اُسکی گوشمالی مناسب سمجھی لڑائی ہوئی نواب کے ہمراہ صرف دس ہزار سپاہ تھی راجہ مارا گیا اور اُسکے بہت سے ساتھی کام آئے باقی ماندہ بھاگ گئے بادشاہ نے جب یہ کارنامے سُنے تو ثابت جنگ خطاب دیا۔

لکھنؤ کی آبادی اور شیخ زادے

یہ شہر گومتی کے دونوں کناروں پر بستا ہے۔ ۲۶ درجہ ۵۱ دقیقہ دریا سے شمال کی طرف ور ۸۰ درجہ ۵۰ دقیقہ مشرق کی طرف ہے۔ اصل نام اسکا لکھمن ناوتی یا لکھناوتی بتاتے ہیں اور بعض لوگ ایسا بھی کہتے ہیں کہ نیم شارن جہاں سوت جی ساٹھ ہزار مریدوں اور زاہدوں کو

جمع کرکے گزڑ پران سُنایا کرتے تھے وہ یہی جگہ ہے مگراب جہاں جاتری جاتے ہیں اُسے نیم کھار (نیم شار) بولتے ہیں وہ گومتی کے کنارے لکھنؤ سے شمال کی طرف تخمیناً چودہ کوس کے فاصلے پر ہے۔ نیم کھار کے قریب ایک حوض برھماورت نامی ہے اسکا پانی اندر ہی اندر جوش کھا کر ایسا چکر مارتا ہے کہ آدمی کو مقدور نہیں کہ اُس میں غوطہ لگا سکے یہی وہ مقام ہنود کے نزدیک ہے کہ انقلابات زمانہ سے ویدا اور پوتھیاں علوم وفنون کی جو ضائع ہو گئی تھیں اس مقام پر از سرِ نو اُنکی ایجاد ہوئی اور ہنود ریاضت کیش کی رہنمائی سے پھر علوم اور پرانی پوتھیوں کا ظہور ہو گیا اسکے قریب ایک سرچشمہ ہے کہ وہ گومتی میں ملتا ہے ایک گرچوڑا اور چار انگل گہرا ہے جب برہمن پوجا کرتے ہیں چانول اور ہون کا سامان اُسمیں چھوڑتے ہیں اُنکا نشان نہیں ملتا۔

بعض لکھنؤ کا اصلی نام لچھمن پور بتاتے ہیں۔ اس کا نام لکھش ناوتی قرار دو یا لچھمن پور اصل دونوں کی ایک ہی ہے یعنی مہاراج لچھمن برادر خرد راجہ رام چندر جی نے بسایا اس زمانے میں جہاں شہر لکھنؤ آباد ہے اُس مقام پر ۴۲ گانوں آباد تھے جنکے نام اسماے محلات سے جو اُنکی جگہ آباد ہیں مفہوم ہوتے ہیں اور مابقی وہاں کے نام ونشان مفقود ہو گئے ہیں اور بجز کتب قدیمہ اور کسی علامت سے اُنکے نام دریافت نہیں ہو سکتے۔ ناف شہر لکھنؤ وہ بلند مقام متصل پل پختہ کے ہے جہاں ایک مسجد نامزد شاہ پیر محمد صاحب موجود ہے اور جسکو لچھمن ٹیلے کے نام سے مشہور کرتے ہیں اس جانب یعنی ٹیلے کی طرف ایک گانوں لچھمن پور نامی آباد تھا اور اسی گانوں کے نام سے یہ شہر لکھنؤ مشہور ہوا غالب ہے کہ لچھمن پور کی آبادی برہمنوں کی تھی اور چند خاندان جو ۱۰۳۰ء میں ہمراہ فوج سپہ سالار غازی میاں ہمشیر زادہ محمود غزنوی کے آئے تھے اُنکو مغلوب کرکے خود اُنکے ملک پر مسلط ہو گئے تھے گو اب ہر ایک خاندان اہل اسلام

بیان کرتا ہے کہ وہ ہمراہ فوج سپہ سالار کے یہاں آئے لیکن ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ انکی آمد اور قیام اس ملک میں بتدریج ہوا ہو اور غالب کہ سو ڈیڑھ سو برس کے عرصے سے آبادی انکی یہاں قرار پائی ہو یہ خاندان شیخ جو ہمراہ سپہ سالار کے آیا تھا اُنھوں نے ملک میں بڑی عظمت اور شان پیدا کی یہاں تک کہ فوج میں سے اِنکے خاندان کے کئی شخص عہدہ صوبہ داری پر ممتاز ہو گئے تھے اور اُن لوگوں نے تجویز تعمیر قلعہ کی کی اور یہ قلعہ استحکام میں بہت مشہور ہوا اور یہ قلعہ اُس مقام پر تعمیر کیا تھا جہاں اب قلعہ مچھی بھون مشہور ہے اور ایک روایت اس طرح پر مشہور ہے کہ اُسکی تعمیر ایک امیر کے ذمے تھی جس کا نام لکھنا تھا اس وجہ سے اُس کو قلعہ لکھنا کہتے تھے اور چونکہ یہ خاندان شیخ بہت ذی رتبہ تھا اور اُس میں بہت سے آدمی تھے اِسلیے اُسکے گرد و پیش میں اکثر آبادی ہو گئی اور یہ دونوں آبادی کے نام لچھمن پور اور لکھنا کے نام سے مخلوط ہو کر لکھنؤ ہو گیا اب یہ امر تحقیق معلوم نہیں ہوتا کہ یہ نام لکھنؤ اس آبادی کا کب کہا گیا مگر اسمیں شک نہیں کہ یہ آبادی قبل از عہد اکبر اعظم لکھنؤ کے نام سے مشہور تھی شیخان لکھنؤ ایک قصہ اس شہر کی بزرگی کے ثبوت میں بیان کرتے ہیں کہ جب ۱۵۴۰ء میں ہمایون بادشاہ واسطے جنگ شیر شاہ والی جونپور کے کہ بعد ازاں شہنشاہ دہلی ہو گیا روانہ ہوا اور اثنائے راہ میں لکھنؤ میں چار گھنٹے ٹھہرا تھا باوجودیکہ فوج شکست خوردہ دل شکستہ تھی اور ایسے وقت میں رعایا بھی فرمانبردار نہیں رہتی مگر تاہم اس عرصۂ قلیل میں فوج مذکور نے شہنشاہ کے لیے دس ہزار روپے اور پچاس گھوڑے بہم پہونچائے تھے اس قصے میں گو مبالغہ ہو مگر یہ بات ظاہر ہے کہ اُس زمانے میں شہر لکھنؤ آباد اور مالدار تھا۔

لکھنؤ کے شیخ زادے شیخ عبدالرحیم کی نسل سے ہیں جو قصبۂ بجنور ضلع روہیلکھنڈ کا باشندہ تھا نہایت افلاس اور محتاجی کی حالت میں اپنے گھر سے بتلاش معاش نکلا دلی میں پہونچکر

جلال الدین محمد اکبر کی سرکار میں نوکر ہو گیا ایک مدت تک نہایت جانفشانی کرکے ایسی عزت پیدا کی کہ زیر تخت شاہی منصبداروں میں کھڑا ہونے لگا بادشاہ نے شیخ عبدالرحیم کو کمال مرحمت خسروانی سے پرگنہ کوچ و لکھنؤ جاگیر میں دیا شیخ مذکور بڑی دھوم دھام سے داخل لکھنؤ ہوا اور پانچ محل اپنی پانچ بیویوں کے واسطے بنوائے جسے آج تک پنچ محلا کہتے ہیں اور پنچ محلے کے جانب شمال ایک مکان دریائے گومتی کے کنارے بطور قلعہ تیار کرایا اس مکان میں چھبیس دروازے تھے اور ہر ایک دروازے پر معماروں نے دو دو مچھلیاں گچ سے بنادی تھیں جو کہ کل دروازوں پر تعداد و شمار میں باون مچھلیاں تھیں اِسواسطے اس مکان کو مچھی باون کہنے لگے تھے تغار لیجیے سے مچھی بھون ہو گیا۔ شیخ مذکور کا مقبرہ یحییٰ گنج کے پیچھے جنوب کی طرف عیش باغ کے قریب ہے جسے ندان محل کہتے ہیں پنچ محلے کا اب نہ نام ہے نہ نشان کیونکہ صحن قلعہ و امام باڑہ کلاں میں عہد انگریزی میں شامل ہو گیا ہے قلعہ مچھی بھون جس قدر سابق میں تھا جسکا نام اصلی مچھی باون ہے اُس سے زیادہ وسیع ہو گیا ہے سابق مچھی بھون صرف اُس قدر تھا جسقدر بروج پختہ سڑک کے جنوب کی جانب موجود ہیں اور یہی قلعۂ لکھنؤ تھا اور بہت مستحکم قلعہ دو سو برس پیشتر مشہور تھا ایک مثل قدیم سے مشہور ہے کہ جس کے پاس قلعہ مذکور ہوگا وہی مالک شہر لکھنؤ کا ہوگا وہ ٹیلہ جو راستے میں قلعہ کے گھونگٹ کے درمیان میں واقع ہے اور جسکے اوپر مسجد بنی ہوئی ہے وہ لچھمن ٹیلہ مشہور ہے اور اسی جگہ سابق میں لچھمن پور آباد تھا مچھی بھون کے پیچھے جنوب و مغرب طرف ایک میدان ہے جس میں توپخانے کا گودام ہے اُس مقام پر رنگ محل اور پنچ محلا آباد تھے۔

لکھنؤ کے متمرد شیخ زادوں کو سعادت خان کا مغلوب کرنا

شیخ عبدالرحیم کے بعد اسکی اولاد ترتیب وار وارث جاگیر رہی نواب سعادت خان جب

اودھ پر قبضہ کرنے کے لیے چلے اور اثنائے راہ میں فرخ آباد میں آئے تو نواب محمد خان نے بڑی خاطر و مدارات کی اور سعادت خان کو یہ صلاح دی کہ لکھنؤ کے شیخ زادے بڑے سرکش ہیں کہیں ایسا نہو کہ مثل اوروں کے آپ کا بھی حال ہو اور آپکی حکومت نہ جمے مناسب یہ ہے کہ آپ گنگا سے اُترکر یکایک لکھنؤ میں داخل نہو جیے گا بلکہ اُسکے پاس کے گانوں میں رہیے گا بعد تدبیر مناسب از راہ حکمت عملی داخل ہونا بہتر ہوگا وہ تدبیر یہ ہے کہ شیخ زادوں اور قصبات کے رہنے والونمیں موافقت نہیں بلکہ عداوت ہے اور کمزور اپنے بالادست کے ہاتھ سے ہمیشہ تنگ رہتے ہیں۔ غالب ہے کہ وہ لوگ آپکی حکومت کو اپنا وسیلۂ نجات و عافیت سمجھ کر طرفدار ہو جائینگے اور شیخ زادوں کا زور اُنکی اعانت سے ٹوٹ جائیگا نواب وہاں سے چلکر دریائے گنگا کے کنارے پر پہونچے برسات کا موسم تھا دریا خوب چڑھا ہوا تھا مع لشکر پار اُترے مشہور ہے کہ جب سواری کی کشتی منجدھار میں پہونچی ایک مچھلی جست کرکے نواب کے دامن میں آپڑی نواب نے اُسکو شگون نیک جانکر رکھ چھوڑا چنانچہ اُس مچھلی کے استخوان سالم بہت احتیاط سے سرکار شاہی میں رہے اور اُسے تبرک سمجھ کر خزانہ شاہی میں واجد علی شاہ کے عہد تک رکھا تھا۔ خلاصہ یہ ہے کہ نواب نے پہلے مقام نواح قصبۂ کاکوری میں کیا یہاں کے شیوخ لکھنؤ کے شیخ زادوں کے مخالف تھے نواب کا آنا اپنی بہتری کا ذریعہ سمجھے اور شریک صلاح نیک ہوے اور سب طرح کے نشیب و فراز سے آگاہ کردیا کہ آپ علانیہ فوج کے ساتھ شہر میں داخل نہوں وہاں کی پستی و بلندی ٹیلوں اور بیہڑ سے بہ سلامت گذرنا مشکل پڑے گا کیونکہ ہر مقام کمین پر سپاہی مسلح بیٹھے رہتے ہیں خواہ مخواہ برسر فساد ہونگے پہلے اپنے آنے کی اُنھیں اطلاع دیجیے اور مقام فرودگاہ لشکر پوچھیے۔ موافق دستور قدیم وہ گومتی کے اُس پار کہلا بھیجنگے اُسوقت لشکر کو حکم دیکر وہیں اپنا خیمہ کھڑا کرائیے گا اور تھوڑی سی فوج بھی روانہ ہو تاکہ اُنھیں دخلہ

شہر سے غفلت ہو جائے۔ غرضکہ نواب بوجہ سدراہ ہونے شیخ زادوں کے کنارۂ شہر میں بھی داخل نہو سکے اور کئی مہینے لشکر لکھنؤ کے اکبری دروازے کے جنوبی جانب خیمہ زن رہا اور کوئی تدبیر کارگر نہوئی تو عیاری کو کام میں لائے شیخ زادوں سے ربط اتحاد بڑھایا کہ خیال عداوت ایک قلم مخالفوں کے دل سے مٹ گیا بعد چندے ایک جشن میں شیخ زادوں کو دعوت کا اذن عام دیا چنانچہ وہ سات ہزار کی جمعیت سے نواب کے مہمان ہوے یہ موقع اور قابو پاکر کمین گاہ سے مع افواج سواروں کے حملہ کیا اور ساری جمعیت کو مع اُنکے سرداروں کے ٹھکانے لگایا ایک روایت یہ ہے کہ نواب راتوں رات تیاری کر کے گاؤگھاٹ سے گومتی کو عبور کر کے سپاہ اور کئی توپیں لیکر بسلامت شیخن دروازے سے گذرے نواب ہاتھی پر سوار تھے انھوں نے پہلے اُس تلوار کو جو اُس دروازے کی چھت میں نمائش نخوت وغرور و دبدبہ کے واسطے لٹکا رکھی تھی کہ صوبہ دار اُسکے نیچے سے چلا آئے کاٹ کر زمین پر گرا دیا بعد اسکے خیمہ خاص مچھی بھون کے پھاٹک کے روبرو جہاں واجد علی شاہ کے عہد تک نقارخانہ قائم رہا نصب کیا اُس وقت بڑے بڑے شیخ زادے دست بستہ حاضر ہوے اور بہ مجبوری سر جھکایا سمجھے کہ یہ کام ہمیگلنے کا نہیں بلکہ یگانے کا ہے بعد گفتگوے معاملات و انفصال مقدمات نواب نے فرمایا کہ ہمارے رہنے کو قلعہ مچھی بھون خالی کر دو اُنھوں نے مہلت مانگی کہ ہمارے لڑکے چیچک میں گرفتار ہیں جب تک اُنھیں غسل سے فراغت نہو تعمیل سے معاف رکھا جائے نواب نے قبول کیا بعد ہفتے کے جس قدر مال و اسباب تھا لیکر اُٹھ گئے نواب داخل قلعہ ہوے اور جس قدر اسباب وہ نہ لیجا سکے وہ نواب کے آدمیوں نے لے لیا اور ابھی نواب خیمے سے نہ اُٹھے تھے کہ شیخ صدرالدین محمد خان اور مجدالدین احمد خان عرف شیخ مجن بزرگ شیخ معزالدین خان قریب سات سو آدمیوں کے جو سب باہم قریبی رشتہ دار تھے اور دوسرے شہر کے خاص آدمی اور بیرونجات کے بھی

شیخ زادے حاضر تھے بعد قیل وقال اہل شہر نے جلکر عرض کیا کہ نواب صاحب اگر ہماری قوم آپکی رہبری نہ کرتی تو آپ کا اس طرح یہاں تک آنا مشکل ہوتا نواب نے بھی درشتی کے ساتھ جواب دیا اسپر طرفین سے نوبت کشت وخون کی پہونچی مگر فوج مغلیہ نے انکو مغلوب کرلیا آخر کار بیچ بچاؤ ہوگیا بعض ناقل ہیں کہ کشت وخون نہیں ہوا اس وجہ سے نواب نے اس مقام کو بنیاد فتح وفیروزی تصور فرماکر نقارخانے کا حکم دیا تھا۔ چھ سات ہزار روپے اُسکی تعمیر میں صرف ہوئے بہر صورت اُس دن سے قلعۂ مچھی بھون دارالامارت مقرر ہوا نواب کا بتدریج تمام صوبے پر تسلط ہوگیا اور پھر کسی نے سر نہ اُٹھایا۔

محاربۂ غدر میں میڈی لال نے لکھا ہے کہ سعادت خان نے یہ مکانات مالکان مکانات سے حاصہ ماہانہ کو لیے تھے اور کرائے کے روپے ہمیشہ دیتے رہے نواب صفدر جنگ کے وقت میں بھی پانسو روپے بابت کرایہ بیچ محلا شیخ زادوں کو ملتے تھے۔ نواب شجاع الدولہ کے عہد میں فقط دو سو روپے رہ گئے تھے اس وجہ سے کہ شیخ معز الدین خان کو نخوت وغرور بہت ہوگیا تھا اور وجہ اسکی یہ تھی کہ جب صفدر جنگ کو شکست دینے کے بعد نواب احمد خان والی فرخ آباد کی سپاہ نے لکھنؤ پر قبضہ کرلیا تو معز الدین خان نے تمام شیخ زادوں کو جمع کرکے پٹھانوں کو وہاں سے نکالدیا اور صفدر جنگ کی حکومت قائم کی نواب شجاع الدولہ بھی اُن کے اس امر میں احسانمند تھے وہ کبھی نواب کے دربار میں نہ جاتے تھے۔ نواب آصف الدولہ نے بعوض محلات شیخن دروازہ وغیرہ جو حسن باغ کے قریب تھے زمین وسیع مفتی غلام حضرت کو اور دو گانوں اور کنڈلی اولاد شیخ عبدالرحیم خان کو معاف فرمائی اور کرایہ موقوف کیا اور حکم دیا کہ چوری کا ذمہ کریں کیونکہ زمیندار ہیں حق زمینداری لیتے ہیں۔ شیخ زادوں نے قبول نہ کیا اُس وقت سے محصول فروخت مکانات داخل سرکار ہونے لگا۔ شیخ زادے برائے نام زمیندار رہے۔

غرضکہ زمانۂ آصف الدولہ سے تا عہد واجد علی شاہ آبادی بڑھتی گئی بلکہ کسی زمانے میں آدمیوں کا بن مشہور تھا اور عہد سلطنت میں پانچ لاکھ سے زیادہ سکونت بتاتے ہیں شہر کی گلیاں بہت تنگ اور اکثر غلیظ رہتی تھیں لیکن جس طرف بادشاہی محل کو راستہ گیا تھا وہ بہت وسیع اور نہایت صاف رہتا تھا۔ انگریزی عملداری سے پہلے بادشاہی مکانات کی بڑی تیاریاں رہتی تھیں قرینہ اور سجاوٹ دیکھ کر انسان کی عقل دنگ ہوجاتی تھی جھاڑ کنول شیشہ اور دیگر تکلفات کا کیا بیان ہو۔ اس شہر میں کتنی سرائیں بہت سے کٹڑے اور ٹولے اور محلے آباد ہیں اور بہت سی زیارت گاہ اہل ہنود و اسلام کی ہیں جس محلے میں مخدوم شاہ میناصاحب کی درگاہ تھی اب وہ محلّہ تو مسمار ہوگیا لیکن درگاہ موجود ہے اکثر شب پنجشنبے کو فاتحہ کے واسطے وہاں جاتے ہیں۔

حضرت شاہ میناصاحب کا اصل نام شیخ محمد ہے اِنکے والد کا نام شیخ قطب الدین دادا کا نام شیخ عثمان ہے۔ شیخ عثمان نے اپنے آپکو قثم ابن العباس کی اولاد میں بتایا ہے شیخ عثمان مدینۂ منورہ سے ہندوستان آئے دہلی میں بزمرۂ فوج شاہی نوکر ہوئے شیخ قطب الدین پر درویشی کا رنگ غالب تھا اُنھوں نے لکھنؤ میں آکر حاجی قیام الدین عباسی معروف بہ حاجی الحرمین کے پاس (جن کا مزار لکھنؤ میں قریب مزار مخدوم شاہ مینا کے موجود ہے) قیام کیا حاجی الحرمین نے شیوخ صدیقی میں اُن کا عقد کردیا اور یہ مژدہ سُنایا کہ تمھارا ایک بیٹا آفتاب ہند پیدا ہوگا۔ شیخ محمد عرف شاہ مینا نے بحال تجرد عمر بسر کی۔ چھوٹے بھائی شیخ احمد کے بڑے بیٹے کو کہ وہ اپنے دادا کے ہمنام تھے ابتدائے عمر سے لیکر پرورش کیا اُنھوں نے تعلیم و تعلم کے بعد چچا سے بیعت کی اُنھیں کی اولاد کے لوگ مینائی لکھے جاتے ہیں بعض اہل سیر نے بھی کتب میں حضرت کو صدیقی النسب لکھ دیا ہے وجہ اسکی یہ معلوم ہوتی ہے کہ جناب کا خاندانی

سلسلہ تو ان مقاموں میں تھا نہیں اور آپکے والدِ مبرور کی شادی شیوخ صدیقی میں ہوئی تھی اسلیے ان لوگوں نے آپکو بھی شیخ صدیقی مان لیا۔ شاہ مینا صاحب کے دو خلیفہ ہوئے ایک شاہ قطب الدین اُنکے بھتیجے دوسرے شیخ سعد قدوائی جن کا مزار خیرآباد میں ہے اور صفی پور کا خاندان درویشی اُنسے جاری ہے۔ شاہ مینا کی ولادت ۸۰۰ھ ہجری کی معلوم ہوتی ہے اِسلیے کہ ۸۰ برس کی عمر میں ۸۸۰ھ ہجری میں وفات پائی ہے۔ شیخ قطب الدین کی اولاد میں شیخ نظام الدین وغیرہ بعض لوگ صاحب نوبت و نقارہ ہوے اور شیخ خواجہ و شیخ درویش وغیرہ بعض لوگ صاحب تسبیح و سجادہ رہے ایک بڑی جاگیر بھی مزار مبارک سے متعلق تھی جو اغلبًا زمانہ صفدر جنگ میں ضبط ہوگئی ۱۱۵۷ھ تک گنبد اور خانقاہ بنی ہوئی تھی غدر میں یہ عمارت کھُد گئی۔ شیخ محمد عظیم تک وہ سلسلہ جو شیخ قطب الدین سے چلا تھا اولاد میں جاری رہا۔ شیخ محمد عظیم کے بعد کوئی صاحب سجادہ نہیں ہوا اُنکے بڑے بیٹے شیخ محمد معظم متولی رہے۔ شیخ محمد معظم کے بعد اُنکے بیٹے مولوی کرم محمد متولی رہے اب نہ کوئی صاحب سجادہ ہے نہ متولی۔

مولوی کرم محمد کے چھوٹے بیٹے منشی امیر احمد مینائی مرحوم تھے جو ہندوستان کے مسلم الثبوت مشہور و معروف شاعر ہیں اور ریاست رامپور کے ہیرو نواب سید کلب علیخان بہادر نور اللہ مرقدہ کے فن شعر و سخن میں اُستاد ہیں۔ انکے بڑے بیٹے منشی محمد احمد مینائی ریاست رامپور میں ہیں اور انسے حضور پُرنور نواب سید حامد علیخان صاحب دام اقبالہ کو فن نظم آفرینی میں مشورہ ہے۔ منشی محمد احمد صاحب رامپور میں ماہ جمادی الاخری ۱۲۸۱ھ ہجری میں پیدا ہوے یہیں علماے نامور سے عربی صرف و نحو اور کتب درسیہ معقول و منقول کی تعلیم پائی شعر میں اپنے والد مغفور سے تلمذ ہے آپکے چار بھائی اور بھی ہیں جنکے اسماے گرامی یہ ہیں (۲) خورشید احمد صاحب نائب تحصیلدار

ریاست رامپور (۳) لطیف احمد صاحب نائب امور مذہبی حیدرآباد دکن (۴) ممتاز احمد صاحب نائب منصرم کتب خانۂ رامپور (۵) مسعود احمد صاحب تحصیلدار منڈلا ملک متوسط سنٹرل پراوِن سِس۔

صوبۂ اودھ کی آمدنی۔ سپاہ۔ حدود

بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ اس صوبے کی آمدنی ستر لاکھ سے زیادہ نہ تھی نواب نے پہلی ہی سال ایک کرور سات لاکھ روپے بٹھائے جب بادشاہ کو خوش انتظامی کا حال معلوم ہوا تو اور زیادہ خوش ہوے عماد السعادت کا مؤلف کہتا ہے کہ اس موقع پر بادشاہ نے بُرہان الملک خطاب عطا کیا اور مآثر الامرا سے ثابت ہے کہ عبداللہ خان قطب الملک کی تباہی کے وقت یہ خطاب ملا تھا صوبۂ اودھ میں اُمرا اور شاہزادگان کی بھی جاگیرتھی زمینداروں کی شرارت اور ناظموں کی کمزوری کی وجہ سے انکو آمدنی وصول نہوتی تھی ان لوگوں نے بھی اپنی جاگیروںکا ٹھیکہ برہان الملک کو دیدیا دوسرے سال تمام صوبۂ اودھ کی آمدنی مع آمدنی جاگیر اُمرا دو کروڑ تک پہونچگئی یہ بیان مبالغے سے خالی نہیں معلوم ہوتا ملخص تاریخ اودھ اور دوسری اکثر کتابوں سے اس صوبے کا محاصل بچاس لاکھ روپے معلوم ہوتا ہے۔ حدیں یہ تھیں جنوبی گنگا شمالی راپتی کا کنارہ و ترائی نیپال۔ شرقی عظیم آباد۔ غربی شاہ آباد ضلع ہردوئی اور ہردوئی لکھنؤ سے اسّی میل ہے بانگرجہاں کے چور مشہور ہیں اسی کے اطراف میں ہے۔ نواب کے پاس اس صوبے میں بائیس ہزار سوار مغلیہ تھے اور انکی فوج کے افسر یہ تھے میر خدا یار خان۔ سید حسین خان۔ آغا باقر میمونی۔ میر اعظم خان۔ میر جہانگیر خان۔ ابو تراب خان۔ محمد علی خان اصفہانی محسن بیگ خان۔ اور فتح علی خان۔ تو بجانے میں بچاس توپیں تھیں۔

نواب محمد خان بنگش والی فرخ آباد اور نواب سعادت خان برہان الملک کے بعض قابل تذکرہ واقعات

محمد شاہ کی بادشاہت کے پہلے برس کالپی اور ارچ اور دوسرے مقامات واقع بندلکھنڈ محمد خان کو تنخواہ میں ملے اسی سال بندیلوں نے کالپی کو لوٹ لیا اور معزز مسلمانوں کی عورات اور بال بچوں کو گرفتار کر لیا اُنکے مکانات اور مساجد اور مقبرے وغیرہ سب مسمار کر دیے نواب برہان الملک نے چاہا کہ مغلوں کو حملہ آوروں کے مقابلے میں بھیجیں مگر بادشاہ نے محمد خان بنگش کو انکی تنبیہ کے لیے کافی سمجھا۔ محمد خان کا چیلہ دلیر خان مناسب سپاہ کے ساتھ بھیجا گیا اور وہ ۱۱۳۳ہجری مطابق ۱۷۲۱ء میں چھتر سال کے مقابلے میں مارا گیا اُسکی وفات پر محمد خان صوبۂ الہ آباد کا گورنر مقرر ہوا اُس وقت بندلکھنڈ بھی اُس سے متعلق تھا ۱۷۲۳ء کے آخر میں جب محمد خان دربار جاتے ہوے میرٹھ پہونچا تو ایک فرمان مع ایک حکم مہری امیرالامرا خان دوران خان کے وصول ہوا جس میں تحریر تھا کہ چھتر سال نے بہت سے بادشاہی علاقے پر اپنا قبضہ کر لیا ہے اور برہان الملک اُسکے علاقے کے واسطے بھیجے گئے ہیں تم بھی جلد وہیں جاؤ۔ اس حکم کے موجب محمد خان الہ آباد کو روانہ ہوا اس سے قبل برہان الملک لوٹ آئے تھے برہان الملک اور محمد خان کے دلونمیں صفائی نہ تھی اسلیے اُنھوں نے ۱۷۳۹ء مطابق ۱۱۴۱ہجری میں محمد خان کے مقابل چھتر سال کو اُکسایا اور اُسکے قاصدوں کی خاطر تواضع کی اسی سنہ میں جیت پور علاقہ بندلکھنڈ میں مرہٹوں نے جنکو چھتر سال نے اپنی مدد کے لیے بلایا تھا محمد خان کو گھیر لیا تو اُسی مصیبت میں اُسنے اپنے بیٹے قائم خان کو حکم دیا کہ نواب سعادت خان برہان الملک کے پاس جا کر مدد مانگو۔ قائم خان فیض آباد میں آیا مگر سعادت خان نے کچھ فوج قائم خان کو

دینا نہ چاہی بلکہ اُسے بھی شش و پنج میں ڈال رکھا ایک دن سعادت خان کی فوج کے ایک رسالہ دار نے جو قوم کا آفریدی اور بارہ سو سواروں کا افسر تھا قائم خان سے کہا کہ تمھیں نہ یہاں سے فوج ملیگی نہ تم خود یہاں سے جانے پاؤگے اب تم کوئی اور تدبیر کرو۔ قائم خان کی ماں بی بی صاحبہ نے جب دغابازی کا حال سُنا تو نیکنام خان چیلے کو فیض آباد کو روانہ کیا اس شخص نے وہاں پہونچتے ہی اُس رسالہ دار کے پاس جاکر اُسکو مع اُسکے پٹھانوں کے جو مئو فرخ آباد شاہ جہانپور اور آنولے کے رہنے والے تھے یقین کامل دلایا کہ محمد خان کو گرفتار کرا دینے کی نسبت تمھارے حق میں یہ بہتر ہوگا کہ اُسکی خلاصی کراؤ نیکنام خان نے اُن لوگوں سے کہدیا تھا کہ جس وقت کوچ کے نقارے میرے لشکر میں بجیں اُسی وقت سب لوگ جمع ہو جائیں اور اُسی دن قائم خان و نیک نام خان نواب سعادت خان کی ملاقات کے لیے گئے اور روانگی کے لیے رخصت چاہی اُنھوں نے جواب دیا کہ میں نے فوج طلب کی ہے وہ چند روز میں پہونچنے والی ہے اُسکا انتظار مناسب ہے نیکنام خان نے نواب کی طرف اشارہ کرکے قائم خان سے کہا کہ تم محمد خان کو انکے ذریعہ سے رہائی نہیں دلا سکتے اور یہ کہکر حالت غضبناکی میں قائم خان کا ہاتھ پکڑ کر دیوان عام کے باہر نکال لایا۔ امرائے مذکور کے ساتھ ساٹھ پٹھان زرہ بکتر پہنے ہوے موجود تھے جنکو یہ حکم تھا کہ اگر کوئی ہماری طرف اُنگلی چھوانے کے لیے اُٹھائے تو اُس کو مار ڈالو جب قائم خان و نیک نام خان لشکر میں پہونچے تو کوچ کے نقارے بجے اُنکی آواز سُنتے ہی وہ بارہ سو پٹھان جو نواب سعادت خان کے نوکر تھے اُنکو چھوڑ کر قائم خان کے ساتھ ہوے یہ خبر سُنکر نواب سعادت خان نے ایک شتر سوار قائم خان کے لوٹا لانے کے لیے بھیجا مگر نواب کے اس پیغام پر کچھ لحاظ نکرکے قائم خان نے شاہ جہان پور کی راہ لی۔ سیر المتأخرین عثمانی میں درج ہے کہ جب محمد خان بندیلکھنڈ سے واپسی پر قنوج پہونچا تو روح الامین خان بلگرامی جو قائم خان کی

فوج میں بطور ایک افسر کے بھرتی ہوا تھا محمد خان کے پاس بلگرام کے ایک قاضی محمد احسان نامی کو لایا جس کی جاگیریں برہان الملک نے ضبط کرلی تھیں نواب محمد خان نے اُس سے وعدہ کیا کہ میں بادشاہ سے تمھاری سفارش کرونگا وہ قاضی محمد خان کے ساتھ دہلی کو روانہ ہوا مگر محمد خان اور روح الامین خان کے درمیان ایک لاکھ روپیہ بقایا کی بابت جو روح الامین خان سے واجب الادا تھا اور جسے وہ دینے سے انکار کرتا تھا جھگڑا ہوا اور قاضی مذکور کا مدہ گار چھوٹ گیا۔ سیر المتاخرین میں لکھا ہے کہ بندیلکھنڈ میں ناکامیاب رہنے کے باعث صوبۂ الٰہ آباد محمد خان سے لے لیا گیا۔ مگر تبصرۃ الناظرین سے معلوم ہوتا ہے کہ محمد خان سے صوبۂ الہ آباد کی علیحدگی بہ سبب اُس رنجش کے جو بادشاہ کو محمد خان کی کارروائی سے مالوے میں ہوئی ظہور میں آئی جہانکہ محمد خان اُس وقت موجود تھا اور یہ صوبہ سربلند خان مبارز الملک کو عطا ہوا۔ جبکہ ۱۱۴۵ ہجری مطابق ۱۷۳۲ء میں محمد خان مالوے سے موقوف ہوا تو اُس نے صوبۂ الہ آباد کی درخواست دربار میں کی اور برہان الملک بھی اس صوبہ کے خواستگار تھے باوجودیکہ برہان الملک باعتبار رتبہ اور وقعت کے محمد خان سے بڑھے ہوے تھے اور انھوں نے پندرہ لاکھ روپے بھی پیش کش کیے مگر محمد خان کے استحقاق پر کسی قدر لحاظ ہوا۔ چنانچہ ۱۱۴۷ ہجری مطابق ۱۷۳۵ء میں صوبۂ الہ آباد دوبارہ محمد خان کو عطا ہوا۔ مگر چند ماہ کے بعد یعنی ۴ محرم ۱۱۴۹ ہجری مطابق ۴ مئی ۱۷۳۵ء کو سربلند خان اس صوبہ پر پھر بحال ہو گیا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بعد اُسکے محمد خان سے پھر وعدے بحالی کے ہوے تھے مگر اُسکے استحقاق پر عمدۃ الملک امیر خان کو ترجیح دی گئی۔ جب محمد خان بنگش کو نواب سعادت خان کے ساتھ عداوت کا اتفاق ہوا تو اُسنے برہان الملک کے چڑانے کے لیے اپنے چیلے سعادت خان کو بھی برہان الملک کا خطاب دیا۔

برہان الملک کا بھگوت سنگھ ولد اڑ و زمیندار چکلہ کوڑہ کی سرکشی کو دبانا

جبکہ بھگونت[لہ] سنگھ زمیندار چکلۂ کوڑہ نے سلطنت میں ابتری دیکھ کر سر اُٹھایا اور اپنے حاکم جانباز خان کو روانۂ عدم کیا تو اعتماد الدولہ قمر الدین خان وزیر محمد شاہ بن محمد امین خان چلین بہادر مرحوم نے اپنے بھائی عظیم اللہ خان کو اُسکی تنبیہ و تادیب کے لیے بھیجا۔ زمیندار مذکور اُسکی آمد کا حال سُنکر دشوار گذار جنگلوں میں چلا گیا۔ عظیم اللہ خان نے اُسکا تعاقب تو نہ کیا چکلۂ اٹاوہ میں ٹھہر گیا پھر خاجم بیگ خان تورانی وغیرہ کو اُس چکلے کی حکومت دیکر دہلی کو لوٹ گیا اور بھگونت سنگھ کو سزا دینے کے لیے اُسکو حکم دے گیا۔ بھگونت سنگھ عظیم اللہ خان کے واپس ہوتے ہی پھر میدان میں نکل آیا اور خاجم بیگ خان وغیرہ کو مار ڈالا تو اعتماد الدولہ نے اُسکی سرکشی سے مجبور ہو کر برُہان الملک سے اس معاملے کو رجوع کیا اور تاکید کے ساتھ لکھا کہ اسلام اور مغلوں کی آبرو کا پاس ضرور ہے۔ برُہان الملک نہایت شجاع تھے نشۂ مردانگی سے مخمور تھے ۱۱۴۸ھ ہجری میں دہلی کو بادشاہ کے مجرے کے لیے روانہ ہوے تھے اثنائے راہ سے ماہ جمادی الاُخریٰ میں بھگونت سنگھ کی سزادہی کے لیے اُسکے سر پر جا پہونچے اُسنے بہت چاہا کہ فریب کر کے برہان الملک کو اپنا طرفدار کر لے اور موقع پاکر کام تمام کر دے مگر یہاں فریب نہ چلا مجبور ہو کر برُہان الملک سے لڑائی کے لیے آمادہ ہوا برُہان الملک جس وقت راہ سے چلکر خیمے میں داخل ہوے تو اُس وقت اتفاق سے سبز کپڑے پہنے ہوے تھے مخبروں نے بھگونت سنگھ کو خبر پہونچائی کہ برہان الملک سبز لباس میں خیمے میں داخل ہوے ہیں اور اُنکی داڑھی سفید اور

لہ مرآت واردات محمد شفیع میں یہ نام اسی طرح لکھا ہے ۱۲

دروازہ ہے بھگونت سنگھ کمیں گاہ سے نکلکر مع اپنی فوج کے برہان الملک کے لشکر کے قریب جا پہونچا اُسی وقت بُرہان الملک نے ہاتھی پر سوار ہو کر فوج کو کمربندی کا حکم دیا پوری فوج تیار نہوئی تھی صرف بعض ملازمان رکاب تیار ہو کر ہمراہ ہوے اور اس تھوڑے سے لشکر کے ساتھ بھگونت سنگھ کے مقابلے کے لیے بڑھے اور اُس وقت وہ سفید اور موٹا لباس پہنے ہوے تھے اور ابو تراب خان تورانی جو برہان الملک کا نامی سردار تھا اتفاق سے اُس وقت سبز لباس میں تھا اور اس شخص کی داڑھی بھی سفید تھی بھگونت سنگھ ابو تراب خان کو برہان الملک تصور کر کے اُسکے ہاتھی کی طرف متوجہ ہوا اور قریب آکر گھوڑے کو کوداکر اس سختی سے ابو تراب خان کی چھاتی مین برچھا مارا کہ سنان سینے سے پار نکل گئی۔ برہان الملک کے اکثر ہمراہی اس مردانہ حملے سے بھاگ نکلے۔ برہان الملک تھوڑے سے ہمراہیوں کے ساتھ مقابلے میں جمے رہے اور تیروں کی سن سن میں بھگونت سنگھ کو گھیر لیا ارجن سنگھ جو اُس کا رفیق تھا اور پھر بُرہان الملک سے موافق ہو گیا تھا اُسنے بُرہان الملک کو بتلا دیا کہ بھگونت سنگھ وہ ہے اور گھوڑے کو دوڑاکر اُس کے سر پر جا پہونچا ہتھیار چلنے لگے آخر بھگونت سنگھ مارا گیا ارجن سنگھ کے ہاتھ سے اور برہان الملک کے تیر سے چھد کر راہی عدم ہوا۔ بُرہان الملک نے اللہ کا شکر کیا اور اُس کا سر کٹواکر بادشاہ کی نذر کے لیے اور اُس کا پوست کھچواکر اور گھاس بھرکے قمرالدین خان وزیر کے لیے بھیجا اور چند روز کے بعد لشکر کی سرداری پر صفدر جنگ کو مقرر کر کے خود دہلی کو روانہ ہو گئے۔ ۷ رجب ۱۱۵۴ھ ہجری روز چہارشنبہ کو بادشاہ کی مُلازمت سے شرفیاب ہوے ایکہزار نو اشرفیاں اور ایک خنجر اور ایک شمشیر نذر دکھائی بادشاہ نے نذر قبول فرماکر خلعت مع سرپیچ مرصع و شمشیر و اسپ و فیل عطا کیا ابو المنصور خان صفدر جنگ اور شیخ عبد اللہ وغیرہ سرداران لشکر نے بُرہان الملک کو لکھا کہ بھگونت سنگھ کا بیٹا مرہٹوں کو اپنی مدد کے لیے ادھر لا رہا ہے آپ چلے آئیے

اِسلیے برہان الملک ۱۰ شوال سنہ ۱۱۴۸ ہجری روز یکشنبہ کو بادشاہ سے رخصت ہوکر دہلی سے روانہ ہوے۔

برُہان الملک کی مرہٹوں سے لڑائی اور اُن پر فتحیابی

باجی راؤ پسر بالاجی نے دکن سے ہندوستان کو عزیمت کی تاکہ حاصل ملک بادشاہی کا ربع چہارم جسکو چوتھ کہتے تھے دہلی سے وصول کرے اور اپنے نام سند تازہ بادشاہ سے حاصل کرے پس اول اُسنے اس مدعا کو بادشاہ کے حضور میں اپنے وکلا کے ذریعہ سے التماس کرایا چونکہ اُمرا کے اختلاف اور نفاق اور خودغرضی کی وجہ سے یہاں کی حالت خراب ہو رہی تھی کوئی جواب نہ گیا تو اُسکو زیادہ جسارت پیدا ہوئی اور ابتدائے سنہ ۱۱۴۹ ہجری میں دہلی کی طرف بڑھا۔ چونکہ اُسکی فوج نہایت جفاکش اور بہادر تھی جہاں حملہ کرتا وہاں کی تمام رعایا اور سپاہ شاہی بھاگ جاتی محمد شاہ بادشاہ کی طرف سے اِس مہم پر اعتماد الدولہ قمرالدین خان اور امیر الامرا صمصام الدولہ ایک بھاری فوج کے ساتھ مامور ہوے مگر اُنھوں نے جرُأت کرکے مرہٹوں پر حملہ نہ کیا۔ اِس مہم کو لیت و لعل میں ڈالکر صُلح کی تجویزیں پیدا کرتے رہے اور آخر کار مرہٹوں کا مقابلہ اپنی طاقت سے باہر سمجھ کر جنگ و صُلح کے باب میں مشورے کے بہانے سے دہلی کو لوٹ گئے اور مرہٹوں کی لڑائی اور اِس مقدمے کے انفصال کو زمانۂ آیندہ پر چھوڑ دیا۔ برُہان الملک نے جو صرف صوبۂ اودھ کے حاکم اور خواص بادشاہی کے داروغہ تھے اور اعتماد الدولہ قمرالدین خان اور امیر الامرا صمصام الدولہ اور عمدۃ الملک امیر خان کی بہ نسبت چھوٹے رتبے میں تھے مگر نہایت دلیر اور صاحب شعور اور جویاے نام تھے جو اِن امرا کی سُستی اور مرہٹوں کی چیرہ دستی دیکھی تو اُنکو غیرت آئی باوجودیکہ اُنکے صوبے کو مرہٹوں کے ہاتھ سے کوئی نقصان

نہ تھا کیونکہ اُنکے صوبے کی سرحد گنگا کے شمال رویہ تھی اُنھوں نے ایسی شجاعت سے جو اُنکے ہمعصروں میں موجود نہ تھی فوج کو تیار کرکے مع اپنے داماد ابوالمنصور خان صفدر جنگ کے مرہٹوں سے جنگ کے لیے اپنی دارالحکومت سے کوچ کیا۔ قمرالدین وزیر کی فوج سے مرہٹے مقابلہ کر رہے تھے اور ہنوز معرکہ عظیم نہوا تھا کہ برہان الملک ساٹھ کوس راہ ایک دن میں طے کرکے آگئے باجی راؤ اِس سردار کے آنے کی خبر سُن کر ریواڑی اور پاٹودی کو چلا گیا اور اِن قصبوں کو لوٹا اور وہاں سے گجرات ہوتا ہوا مالوے میں آیا۔ راجہ بھداور کو مرہٹوں نے ایک قلعہ میں محصور کر لیا راجہ برہان الملک سے توسل رکھتا تھا اُسنے برہان الملک کو عریضہ لکھا اور مدد چاہی برہان الملک راجہ کی عرضی پڑھکر تیار رہے اور راجہ کو جواب لکھا کہ ہرگز نہ گھبرانا میں آیا جلد آتا ہوں مرہٹوں کو سزا دیتا ہوں بعد لکھنے جواب کے برہان الملک نے فوج کو آراستہ کیا اور سپاہ کی خوراک ہمراہ لی مثل برق و باد روانہ ہوکر گنگا کے پار آئے اور یہ ارادہ کیا کہ جمنا کو بھی عبور کرکے راجہ کی مدد کرکے مرہٹوں کو مجبور کریں چونکہ مرہٹوں اور بندیلوں نے اتفاق کرکے دریائے جمنا کے گھاٹوں کا بڑی احتیاط سے انتظام کر لیا تھا اِسلیے برہان الملک کو آسانی کے ساتھ جمنا کا عبور جلد میسّر نہوا اور راجہ بھداور نے کمک پہونچنے میں دیر ہوجانیکی وجہ سے مرہٹوں کے ہاتھ سے سخت صدمہ پایا۔ ملہار راؤ ہلکر باجی راؤ کا بہادر سردار اور اور بھی سردار مع فوج معاد جمنا کے پار جاکر میان دوآب میں لوٹ مار کرتے تھے جب برہان الملک کا آنا ان سرداروں نے سُنا تو مثل مظفر خان اور امیرالامرا کے انھیں بھی جانا اور ارادہ محاصرے کا کیا اُن کے قریب پھرنے لگا اور اٹاوے سے تا موتی باغ جو آگرے میں ہے سب آبادی کو جلایا۔ اور قصبۂ سعد آباد و جلیسر کو لوٹا برہان الملک یہ خبر سُنکر طیش میں آئے اور فوج کو آمادۂ کارزار کیا

اور دوشنبہ ۲۲ ذیقعدہ سنہ ۱۱۴۹ ہجری کو دھاوا کیے ہوے ملہار[۵] راؤ ہلکر کے سر پر مسافت بعیدہ طے کر کے پہونچے مرہٹوں کو فرصت سر کھجلانے تک کی نہ دی تلوار سر و نیزہ مرہٹوں کے جگی بہت مرہٹے مارے گئے باقی بھاگے۔ برہان الملک نے اعتماد پور تک جو میدان جنگ سے چار کوس کے فاصلے پر تھا پیچھا کیا تین سرداروں اور بہت سے مرہٹوں اور ان کی عورتوں کو قید کیا ملہار راؤ مجروح خفیف ہو کر بھاگا اور ایسی گھبراہٹ میں بھاگا کہ جمنا کے ایسے گھاٹ سے عبور کرنا چاہا جو پایاب اترنے کے قابل نہ تھا موجوں کی زنجیروں نے سیکڑوں مرہٹوں کے ہاتھ پیر باندھ باندھ کر دریاے عدم کے کنارے لگا دیا۔ خزانہ عامرہ میں لکھا ہے کہ ڈیڑھ ہزار کے قریب مرہٹے گرفتار ہوے برہان الملک نے ہر ایک قیدی کو ایک چادر اور دس روپے دیکر رخصت کر دیا۔ ملہار راؤ کے ہمراہ تھوڑے سے آدمی نیمجان سے رہ گئے تھے ملہار راؤ باجی راؤ کے پاس پہونچا جو ان دنوں سیدوں کے کوٹلہ میں گوالیار کے قریب مقیم تھا۔ ملہار راؤ بہت بے سامان ہو گیا سب سامان اسکا لٹ گیا اس ڈانٹ اور مار پیٹ سے جسکو لوگوں نے بڑی فتح بیان کیا جگہ جگہ یہ ہوائیاں اڑیں کہ سارے مرہٹے دکن کو بھاگ گئے مگر باجی راؤ ایسی افواہوں کے اڑنے نے اس بات پر آمادہ ہوا کہ بدنامی کا دھبہ مٹائے اور بادشاہ کو یہ معلوم ہو جیسا کہ اسنے اپنی زبان سے کہا تھا کہ میں اب بھی خلص ہندوستان میں موجود ہوں۔ برہان الملک ملہار راؤ کو میان دوآب سے نکالکر جمنا اترے اور دس دس کوس کی منزلیں کرتے چنبل ندی کے کنارے آئے کہیں مرہٹوں کا نشان نہ پایا دھولپور باڑی میں کہ دریاے چنبل کے اس پار ہے مقام کر کے یہ ارادہ کیا کہ جریدہ باجی راؤ پر دھاوا ہو تا وہ بھی یاد کرے ایسی سزا ہو باین ارادہ اپنے لشکر میں یہ منادی کرا دی کہ لشکر کے سوار

---

۵ دیکھو سیر المتاخرین اور خزانہ عامرہ میں ہیلاجی لکھا ہے ۱۲

چار روز کا کھانا اپنے گھوڑوں پر رکھ لیں اور مسلح و مکمل ہو کر تیار رہیں اور برہان الملک نے پانی چھاگلوں میں بھروایا اور خمیری روٹیوں کو بافراط اونٹوں پر لدوایا اور ہلکی توپیں (جیسے جزائل) ہاتھیوں اور اونٹوں پر رکھوائیں ہر طرح کی تیاریاں کیں اور یہ حکم دیا کہ جسکے پاس گھوڑا ہوگا اور وہ ہمراہ نہ چلے گا اور لشکر میں رہے گا اُسکو گھوڑے کی دُم کاٹ کر تشہیر کیا جائیگا۔ برہان الملک نے دل میں یہ ٹھان لیا کہ اگر باجی راؤ دریاے چنبل کے اُس پار ہوگا تو میں عبور کرکے فوراً اُسپر حملہ کردوں گا۔ اس نیت سے برہان الملک نے ہلکا سامان ضرورت کے لائق فراہم کرکے روانگی کا ارادہ کیا۔

صمصام الدولہ کا برہان الملک کو مرہٹوں کے تعاقب سے روکدینا۔ مرہٹوں کا پیش دستی کرکے دلّی کی طرف پہونچ جانا اور اُس کو غارت کرنا۔ برہان الملک اور مرہٹوں میں دوستی کا معاہدہ ہوجانا

برہان الملک بہمہ وجوہ تیار تھے کہ یکایک صمصام الدولہ کا شتر سوار آیا اور ایک خط برہان الملک کو دیا مورخوں کا مضمون خط میں اختلاف ہے بعض کا یہ قول صاف ہے کہ صمصام الدولہ کے خط میں یہ لکھا تھا کہ میں باجی راؤ کی تادیب کو مامور ہوا ہوں یہانتک آیا ہوں تعجیل نہ کرو مجھے آجانے دو تمھیں خدا کی قسم جو آگے قدم بڑھاؤ تمھیں بادشاہ کا واسطہ جو آگے جاؤ اور بعض نے یہ لکھا ہے خط میں یہ مضمون تھا کہ خبردار قدم آگے نہ بڑھانا بادشاہ کا حکم مجھے لڑنے کا ہے تم نہ لڑنا آگے جاؤگے تو بادشاہ کی عدول حکمی ہوگی یہ جو جرأت تمنے کی ہے اس کی باز پرس ہوگی اس کام میں میرا اختیار ہے تمھیں کیا سروکار ہے مرہٹوں کی فوج کو ستانا

بھڑوں کے چھتے میں پتھر مارنا ہے خود رائی کرنا سلطنت کو بگاڑنا ہے بتدبیر مناسب مرہٹوں کا تدارک کیا جائیگا تعجیل کروگے تو کام بگڑ جائیگا اور بعض نے یہ لکھا ہے کہ جب امیرالامرا صمصام الدولہ نے برہان الملک کی جرأت سے مرہٹوں کی مغلوبی سنی اُسے بہت ندامت ہوئی رفع خجالت کے لیے یہ ارادہ کیا کہ برہان الملک کو ہمراہ لے کر نام پیدا کرے اور بہادری میں قدم رکھے "یا انھیں بھی مثل اپنے بدنام کرے" اسلیے برہان الملک کو مرہٹوں پر جانے نہ دیا اور تہدید کرکے روکا برہان الملک نے بجائے تحسین نفرین بابئ صمصام الدولہ کی کم لیاقتی و نادانی پر ہنسی آئی اور یہ سمجھ لیا کہ اس نادان کم جرأت نے سلطنت کو بگاڑا۔ مناسب یہ ہے کہ باجی راؤ سے صلح ہوجائے میرا ملک مرہٹوں کی تاخت و تاراج سے بچ جائے باین خیال باجی راؤ کے سرداروں کو جو قید تھے بلایا اُن سے خاطرخواہ قول و قرار کروایا اور کاغذ لکھا لیا بعد اس کے اُن سرداروں اور دوسرے قیدیوں کو خلعت و خرچ دے کر باجی راؤ کے پاس بھجوایا باجی راؤ نے برہان الملک کی اس عنایت کا شکریہ ادا کیا اور اپنے معتمدوں کو بھجوا کر یہ اقرار بہ سوگند کیا کہ آپکے ملک پر مرہٹوں کی فوج نہ جائے گی اور تاخت و تاراج نہ کرے گی۔ مرہٹوں سے اور برہان الملک سے یہ قول و قرار ہوگیا۔ مرہٹوں نے اُسکا نباہ کیا اودھ کے صوبے میں مرہٹوں کی فوج کبھی نہیں گئی۔ اور چوتھ دیس مکھی بھی اس صوبے سے نہیں لی چندوسی کو ایک مرتبہ لوٹا تھا یہ امر سہواً ہوا تھا۔[۱]

محمد شاہ کو مرہٹوں کی چڑھائی کا بہت اندیشہ تھا اسلیے اُنھوں نے قمرالدین خان وزیر کو بھی مع اپنی فوج کے دہلی سے روانہ کردیا جو دہلی سے تیس کوس کے فاصلے پر صوبۂ اجمیر کی راہ پر تھے اور نواب محمد خان غضنفر جنگ بنگش بھی مع اپنے لشکر کے مرہٹوں کے مقابلے کیلیے

[۱] دیکھو تاریخ مالوہ مؤلفۂ سید کریم علی ساکن راٹھ سرکار کالپی ۱۲

طرف مامور تھا جب صمصام الدولہ اور برہان الملک کی ملاقاتیں ہوئیں اور مہمانوں کی ضیافتیں ہو چکیں اِس عرصے میں چھ سات روز کی مُہلت مرہٹوں کو مل گئی اور برہان الملک کے تعاقب سے دلجمعی حاصل ہوئی اور یہ معلوم ہوا کہ دہلی فوج شاہی سے خالی ہے تو باجی راؤ ایک لخت جمنا سے الگ ہوا اور اُس بادشاہی فوج کے بازو سے جو قمرالدین خان وزیر کے تحت حکومت متھرا کے متصل بحیس و حرکت پڑی ہوئی تھی چودہ میل کے فاصلے پر بچ کر گذرا اور ۸ ذیحجہ ۱۱۴۹ھ ہجری روز سہ شنبہ کو باجی راؤ اپنے لشکر کے ساتھ تغلق آباد میں جا پہونچا دہلی کے ہندو مسلمان کالکا کے میلے کی تقریب سے تماشے کے لیے وہاں جمع تھے اُن سب کو لوٹ لیا اور دوسرے روز دہلی کا محاصرہ کر لیا جبکہ اُمرائے شاہی کو جو مرہٹوں کے تعاقب اور مقابلے کے لیے مامور تھے یہ معلوم ہوا کہ مرہٹوں نے دہلی پر یورش کی ہے اور اپنے مقابلے میں اٹکو نہ پایا تو فوراً دہلی کی طرف بہت عجلت کے ساتھ روانہ ہوئے اعتماد الدولہ وزیر جو بہ نسبت دوسرے اُمرا کے دہلی سے زیادہ قریب تھے جلد جا پہونچے اور ۹ ذیحجہ روز چہارشنبہ کو مرہٹوں سے خفیف سی لڑائی ہوئی مرہٹے ہٹ کر پیچھے جا پڑے۔ برہان الملک بھی آگرے سے ۸ ذیحجہ روز سہ شنبہ کو بطریق یلغار روانہ ہوئے چہارشنبہ کے دن طے مسافت کے بعد قصبۂ تلپٹ میں جو دہلی کے متصل ہے برہان الملک جا پہونچے دوسرے روز عیدالضحیٰ تھی دہلی میں برہان الملک پہونچ گئے صمصام الدولہ بھی ہمراہ تھا تیسرے روز نواب محمد خان بنگش بھی آکر مل گیا چونکہ برہان الملک کی شمشیر آبدار کا مزہ مرہٹے چکھ چکے تھے اُنکے لشکر کے پہونچنے کی خبر سُنتے ہی قصبۂ ریواڑی اور پاٹودی کی طرف چلے گئے اور ان دونوں قصبوں کو لوٹ لیا اور وہیں سے گجرات اور مالوے کو راہی ہوئے اگرچہ باجی راؤ دکن کو لوٹ گیا مگر آصف جاہ جو بادشاہ کی اعانت پر تھا اپنے کوچ و سفر پر برابر قائم رہا اور پورے اختیارات اُس کو اِس بات کیلیے

عنایت ہوے کہ جو وسیلے ذریعے سلطنت کی حفاظت کے ممکن ہوں وہ تمام اکھٹے کرے
بادشاہ کی قوت ایسی بودی ہوگئی تھی کہ آصف جاہ اُسکے ذریعوں سے اپنی ذاتی فوج کو
چونتیس ہزار آدمیوں تک بڑھا سکا آصف جاہ کی تدبیروں کا کارخانہ نہایت عمدہ تھا
اور سعادت خان کے داماد صفدر جنگ کے زیر حکومت فوج اُسکی مدد کے لیے موجود و آمادہ
تھی بُرہان الملک کے سوا دہلی میں کسی امیر کو مرہٹوں کے تعاقب کا حوصلہ نہ تھا۔ ہر ایک نے
عذر کیا اور اُنکے تعاقب میں کوچ نہ کیا بادشاہ اور وزیر اور اُمرا نے چوتھ دینے پر رضامندی
ظاہر فرمائی صُلح کر کے آتش فساد بجھائی۔

نادرشاہ کی ہندوستان پر چڑھائی بُرہان الملک کا محمد شاہ کی مدد میں نادرشاہ سے لڑنے کے لیے شریک ہونا اور شکست پاکر گرفتار ہوجانا

نادر شاہ نے تخت نشین سلطنت ایران ہوکر ایک قزلباش سردار کو بُرہان الملک
کے پاس بھیجا اور اُسکو دو خط دیے ایک محمد شاہ کے لیے دوسرا بُرہان الملک کے نام سفیر کو
ہندوستان کی حدود میں ڈاکوؤں نے لوٹ لیا مگر اُسنے وہ دونوں خط بچا لیے اور کار سفارت
ادا کیا مگر خود مراجعت کی قدرت نہ پائی جبکہ نادرشاہ قندہار کے محاصرے میں مصروف تھا
اُسنے دِلّی کے دربار سے گرفتاری یا اخراج اُن چند افغانوں کا چاہا تھا جو غزنی کے پاس بڑوس
کے ملکو نمیں بھاگ کر گئے تھے اور اصل حقیقت یہ ہے کہ ہندوستان کی سلطنت اس قابل نہ
تھی کہ وہ اس درخواست کو قبول کرتی علاوہ اسکے یہ بھی دریافت ہوتا ہے کہ اس سلطنت نے
نادرشاہ کی نادرشاہی کے قبول و تسلیم میں گونہ تامل کیا تھا۔ غرضکہ نظر بوجوہ مذکورہ درخواست کے

جواب میں بہت عرصہ ہو گیا اور جبکہ جواب اُسکا نہ پہونچا تو نادر شاہ نے تساہل و غفلت کی بڑی
شکایت کی اور بہت بڑا بھلا کہکر کچھ توقف نہ کیا چنانچہ سیلاب کی مانند آگے کو غزنی و کابل
بڑھا بعد اُسکے صفر ۱۱۵۱ھ ہجری مطابق ۱۷۳۸ء میں ایک ایلچی یہاں سے دہلی کو روانہ
کیا جسکو پہاڑی پٹھانوں نے ٹھکانے لگایا یہانتک کہ نادر شاہ نے ہندوستان کی چڑھائی کو
ناواجب نہ سمجھا اور اُسکے لیے بہانہ معقول پایا اور ماہ شعبان ۱۱۵۱ھ ہجری مطابق ماہ اکتوبر
۱۷۳۸ء میں اُسنے شرقی جانب کوچ و مقام کو جاری کیا۔ مگر دلّی کا دربار اب مرہٹوں کے
خوف و ہراس اور اپنے خانگی فسادوں میں ایسا مبتلا تھا کہ نادر شاہ کے میل و حرکت پر
بہت سی توجہ نہ کر سکا۔

جسقدر دلّی کا دربار پہلے نادر شاہ کی طرف سے بے پروا اور غافل تھا ویسے ہی اس
وحشت اثر خبر کے سُنتے ہی پریشان و ہراسان ہوا کہ نادر شاہ پہاڑوں سے آگے کو بڑھا اور
اُس تھوڑیسی ہندوستانی فوج کو جو لاہور کے حاکم کے زیر حکم اُس کے مقابلے پر آئی تھی
شکست فاش دیکر اٹک تک آپہونچا اور وہاں کشتیوں کا پُل بناکر پنجاب میں داخل ہوا اور
آگے کو بلا تحاشا چلا آیا جمنا تک کوئی چھوٹی بڑی روک ٹوک ابھی پیش نہ آئی یعنی دلّی سے
سو میل کے اندر بلا تکلف بڑھا چلا آیا اور کسی نے چوں بھی نہ کی اور جب وہ وہاں پہونچا
تو ہندوستانی فوج کے قرب وجوار میں اپنے آپکو پایا نادر شاہ کی فوج اور سارے ہمراہیوں
کی جو مسلح تھے تعداد بموجب اُس روزنامچے کے جس کا ترجمہ فیروز شاہ نے لکھا ہے ایک لاکھ
ساٹھ ہزار آدمی تھی مگر اُسکی فوج کے ایک اخبار نویس نے جو بمقام پشاور اُس کی فوج میں
داخل تھا ساڑھے چونسٹھ ہزار سپاہی اور چار ہزار بہیر و بنگاہ اُسکی بیان کی ہے۔

محمد شاہ نے بڑی جد و جہد اُٹھا کر تھوڑی بہت فوج اکھٹی کی تھی چنانچہ کرنال کی جانب

روانہ ہوئے جہاں بڑا لاؤلشکر اُن کا پڑا تھا سلطان الحکایات میں جو لکھا ہے کہ اسوقت محمد شاہ کے ساتھ پانچ لاکھ سوار اور آٹھ لاکھ پیادے اور آٹھ ہزار توپیں تھیں یہ بیان نہایت مبالغہ آمیز اور لغو ہے جبکہ نادرشاہ آچکا تو سعادت خان اودھ کے صوبہ دار بھی اُسی زمانے کے قریب اپنے بادشاہ کی مدد کے لیے روانہ ہوئے۔ جب محمد شاہ کو بُرہان الملک کے قریب آجانیکی خبر معلوم ہوئی تو خاندوران خان کو استقبال کے لیے بھیجا ۵ ذیقعدہ ۱۱۵۱ھ ہجری روز سہ شنبہ کو خاندوراں نے لشکر سے آدھ کوس کے فاصلے پر استقبال کیا۔ جہان کشائے نادری میں لکھا ہے کہ جب نادرشاہ نے یہ خبر سُنی کہ بُرہان الملک تیس ہزار سپاہ اور توپخانے کے ساتھ اپنے بادشاہ کے شریک ہونے کو آرہے ہیں اور بہت جلد اُردوے محمد شاہی میں داخل ہونے والے ہیں تو اُنھوں نے رات ہی میں اپنی فوج قراولی کو متعارف راستے پر متعین کر دیا کہ وہ بُرہان الملک کو روکے لیکن وہ غیر متعارف راستے سے آدھی رات کے وقت محمد شاہ کے لشکر میں داخل ہوگئے اس فوج قراولی نے اُن کا تعاقب کیا اور بہت سے آدمی مار ڈالے اور اسیر کیے اور جو اسباب پایا لوٹ لیا۔ جبکہ بُرہان الملک نے یہ حال سُنا کہ ایرانیوں نے انکے عقب لشکر پر حملہ کیا اور اسباب لوٹ لیا تو اُنھوں نے اس خبر سے برآشفتہ ہو کر امیرالامرا کو پیام بھیجا کہ میں اپنے لشکر کی حمایت اور مدد کے لیے سوار ہوتا ہوں اور یہ کہکر ہاتھی پر سوار ہوئے عالم شاہی میں لکھا ہے کہ بُرہان الملک محمد شاہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے جو اُنکو اپنے آدمیوں کی دُرّانیوں کے ہاتھوں سے تباہی کا حال معلوم ہوا اُسی وقت غیظ و غضب میں آکر مقابلے کے لیے کھڑے ہوئے بادشاہ نے کہا کہ بُرہان الملک کام سوچ سمجھ کر کرنا چاہیے وہ چونکہ غصّے میں بھرے ہوئے تھے بزور حضور سے رخصت ہوئے۔

بیان الواقع کے مؤلف نے اسکا حال چشم دید لکھا ہے جیسا کہ قرائن سے پایا جاتا ہے
یہ شخص حکیم علوی خان معتمد الملوک معالج محمد شاہ کی رفاقت میں تھا وہ کہتا ہے کہ
برہان الملک ۱۴ ذیقعدہ ۱۱۵۱ہجری کو آدھی رات کے وقت محمد شاہ کے لشکر میں پہونچکر
ٹھہر گئے صبح کو بادشاہ کے پاس گئے اور نذر دکھا کر شریک مشورہ ہوے اسوقت جاسوس
خبر لائے کہ قزلباش برہان الملک کے کیمپ پر حملہ کر کے چار آدمیوں کو پکڑ کر لے گئے ہیں یہ بات
برہان الملک نے سُنی تو وہ تلوار جو بادشاہ کے سامنے رکھی ہوئی تھی اُٹھا کر لڑائی کے لیے
رخصت چاہی ہر چند بادشاہ اور اُمرا نے ممانعت کی اور سمجھایا کہ ایسے کاموں میں جلدی
مناسب نہیں تامل و تدبر واجب ہے دوسری کتب سے معلوم ہوتا ہے کہ آصف جاہ نے
بہت معقول بات کہی تھی کہ ابھی برہان الملک کا لشکر تھکا ماندہ ہے اُسنے آرام نہیں پایا ہے
اسلیے آج لڑائی مناسب نہیں کل بہیئت مجموعی دشمن پر چڑھائی ہوگی لیکن برہان الملک نے
نہ مانا اور مقابلے کے لیے روانہ ہونے کو خیمہ شاہی سے باہر نکلے باوصف اسکے کہ تین ماہ کے
عرصے سے اُنکے پاؤنمیں زخم تھا اور نوبت شقاقلوس کو پہونچگئی تھی یہانتک کہ کرسی پر بٹھا کر
چار آدمی حرکت دیتے تھے اور اسی ہیئت سے بادشاہ کے پاس پہونچایا تھا خلاصۂ کلام یہ ہے
کہ جیسے ہو سکا بادشاہ سے رُخصت ہو کر ہاتھی پر سوار ہوے اور ایک ہزار پیادہ و سوار ساتھ لیکر
قزلباشوں کے لشکر کی طرف چلے اور نقیبوں کو اپنے لشکر میں بھیجکر حکم سُنایا کہ تمام فوج تیار ہو کر
آجائے اُنکی سپاہ کا یہ حال تھا کہ صوبہ اودھ سے کرنال تک کہ ایک ماہ کی راہ ہے کڑی کڑی
منزلیں کر کے آئی تھی اکثر سپاہی منزلونمیں اُنکے ساتھ نہ نبھ سکے تھے پیچھے رہ گئے تھے اور
جسقدر آدمی ساتھ پہونچے تھے وہ طولانی کوچوں کی وجہ سے تھک رہے تھے اور اس وجہ سے
کہ آدھی رات کے وقت بادشاہی معسکر میں داخل ہوے تھے اکثر خواب میں تھے نقیب بہتیرا

چلاتے تھے کہ تیاری کرو نواب جنگ کے لیے سوار ہو گئے ہیں کوئی یقین نہیں کرتا تھا کیونکہ نواب اپنے کیمپ میں سے سیدھے بادشاہ کے پاس گئے تھے وہ لوگ وہیں اُن کے ہونے کا یقین رکھتے تھے چونکہ نقیب بھی سپاہیوں کی طرح بے حال ہو رہے تھے دو تین آوازیں دیکر سپاہیوں کے پاس جاکر بیٹھ گئے اور آرام کرنے لگے اس حالت میں بھی لشکر گاہ کے کنارے تک کوئی چار ہزار سوار اور ایکہزار پیادے نواب سے مِلگئے اس وقت میں نادر شاہ کے قراول سعادت خان کا تھوڑا سا سامنا کر کے بھاگنے لگے تاکہ نواب کو اُنکے لشکر سے جُدا کر کے اپنے لشکر کے قریب لے آئیں چنانچہ سعادت خان اپنے لشکر سے ایک کوس دور ہو گئے۔ اِن قراولوں کی پسپائی کا حال دیکھ کر بادشاہ ہندوستان کے ہرکاروں نے حضور میں پہونچکر عرض کیا کہ ایرانی سپاہ برہان الملک کے مقابلے کی تاب نہ لاکر بھاگ نکلی حالانکہ برہان الملک نے بادشاہ کی خدمت میں عرض کرا کر مدد طلب کی تھی اور بادشاہ اور اُمرا کے سوار ہونے کے لیے اصرار کر رہے تھے۔ کیونکہ وہ جانتے تھے کہ یہ تو قراول ہیں بڑا لشکر انکے عقب میں ہوگا محمد شاہ نے بُرہان الملک کے آدمیوں کو اُمرا کے پاس بھیجکر حکم دیا کہ لڑائی کے لیے سوار ہوں بڑے امیر یہ تین تھے آصف جاہ وکیل مطلق۔ خان دوران امیر الامرا۔ قمر الدین خان وزیر اعظم۔ اِن تینوں نے متفق اللفظ عرض کیا کہ آج لڑائی شروع کرنا سخت غلطی تھی آخر کار اس بات پر اتفاق ہوا کہ ہر ایک امیر کو چاہیے کہ اپنی اپنی سمت مفوضہ کی حفاظت کرے کیونکہ قزلباشوں کی سپاہ لڑائی میں فریب کرتی ہے۔ ہر امیر کا یہ حال تھا کہ دوسرے پر معاملے کو ٹالتا تھا خان دوران خان کا اقتدار تمام اُمرا میں گو زیادہ تھا اور بادشاہ کو بھی اُسپر بہت اعتماد تھا لیکن آصف جاہ چونکہ عمر میں سب سے بڑا تھا اور لڑائی کے کام میں مہارت اچھی رکھتا تھا اسلیے اُس وقت اُسکی رائے سے تمام کام ہوتا تھا۔ لیکن بادشاہ کے دل میں اُس سے بدگمانی تھی اس لیے

وہ اپنی بڑی فوج کو جو پچاس ہزار کے قریب تھی دکن میں چھوڑ کر تین ہزار آدمیوں کے ساتھ آیا تھا اور بالفعل ناگہاں یہ واقعہ ظہور میں آ گیا اِسلیے اپنی بڑی فوج کو دکن سے بُلا نہ سکا تاہم اُس وقت بھی محمد شاہ کے ساتھ اسّی ہزار کے قریب سپاہ تھی جو سب آصف جاہ کے زیر فرمان تھی۔

برہان الملک نے پکر بادشاہ سے مدد طلب کی تو آصف جاہ نے بادشاہ سے عرض کیا کہ میمنہ کی طرف خان دوران کا مورچہ ہے اور لڑائی بھی اِسی طرف ہو رہی ہے اِسلیے اسکو حکم دیا جائے کہ برہان الملک کی اعانت کرے بادشاہ نے خاندوران کو کہلا بھیجا اُس نے تعمیل کی اور بغیر اسکے کہ توپخانہ اور فوج تیار کرکے ساتھ لیتا تھوڑے سے آدمیوں کے ساتھ میدان جنگ کو چلا گیا چونکہ یہ شخص سپاہ پر کمال شفقت رکھتا تھا جسنے اسکی روانگی کی خبر سُنی وہ بڑے شوق سے اسکے پیچھے چلا گیا یہانتک کہ اسکے ساتھ اٹھتیس ہزار آدمیوں کی جمعیت ہو گئی۔

نادر شاہ نے اپنی سپاہ کو لڑنے کے لیے اِس طرح ترتیب دیا کہ سیدھی طرف طہماسپ خان جلائر کو اور اُلٹی طرف فتح علی خان اور لطف علی خان افشار کو مقرر کیا اور قلب لشکر میں نصر اللہ مرزا کو رکھا جسکے ساتھ اچھے اچھے جنگجو اور تجربہ کار افسر تھے اور آپ چار ہزار سوار جرار لیکر برہان الملک اور خاندوران کے مقابلے کے لیے میدان میں قدم رکھا اور تمام جزائل چلانیوالوں کو پیادہ پا کر دیا تاکہ بھاگنے کا ارادہ نکرنے پائیں۔

ہندوستانی امیروں کو چونکہ خدا کی طرف سے غرور و خود پسندی کی سزا ملنے والی تھی نہ تو توپخانہ مقابلے کے لیے نکالا نہ جزائل کو میدان میں لائے اور نہ کوئی اور امیر سپاہ لے کر سعادت خان اور خاندوران کی مدد کو میدان میں گیا نادر شاہ کی اتنی بڑی جرار سپاہ کے مقابلے پر صرف ان دونوں آدمیوں کو کافی سمجھا اور اِس خیال میں رہے کہ جب ملنے جاوینگے تو ہم حریف کو جواب دینگے الحاصل اِن دونوں ہندوستانی امیروں کے ساتھ نہ تو توپخانہ تھا

نہ زیادہ فوج تھی نہ لڑائی کی کوئی عمدہ تدبیر سوچی تھی لیکن جہانتک ان سے ہو سکا کام کرتے رہے ثابت قدمی اور جاں نثاری میں کوئی دقیقہ باقی نہ چھوڑا مگر تیر و کمان سے تیر جزائر کا کیا مقابلہ ہو سکتا ہے نادر شاہ نے اپنی میمنہ و میسرہ و قلب لشکر کا ایک ایک کوس کا رکھا تھا چنانچہ اُسکی فوج سے لڑنے والے توپوں اور بندوقوں کی آوازیں تو سُنتے تھے مگر بُعد مسافت کی وجہ سے اصل کار سے بالکل بیخبر تھے اِسلیے ہندوستانی فوج کی ترتیب بگڑ گئی تھی اور ایک کو دوسرے کا حال معلوم نہ تھا اس حالت میں بھی نواب بُرہان الملک ایک طرف کار رُستمانہ کر رہے تھے اور دوسری طرف خاندوران خان سے دادِ مردانگی ظہور میں آرہی تھی بہت سے کُشت و خون کے بعد شاہ داد خان افغان اور علی حامد خان جو نواب خان دوران خان کے لشکر کے نامور آدمی تھے جزائر کے گولوں سے مارے گئے اور خود بھی خاندوران خان اسی سے مجروح ہوا اسکے ہزار سواروں نے جو بڑے بہادر تھے گھوڑوں سے اُتر کر کمر سے دامن باندھکر نادر شاہ کی سپاہ پر اتنے تیر برسائے کہ جسکے مشاہدے سے رُستم کا جگر پانی ہو جاتا ان لوگوں نے دلاوری اور حلال نمکی میں قصور نہ کیا خان دوران خان کا چھوٹا بھائی نواب مظفر خان کہ دوسری طرف لڑ رہا تھا جزائر کے گولے سے مارا گیا نواب برہان الملک کے سپاہی باوجودیکہ صوبۂ الہ آباد سے یلغار کرکے آئے تھے اور تھکے ماندے تھے نہایت ہمّت کے ساتھ لڑے آخر کار انمیں سے بہت سے جزائر کے گولوں سے روانۂ عدم ہوے بعضے میدان جنگ سے مُنھ پھیر گئے بعضے متفرق ہو گئے اور بُرہان الملک کے بھی دو زخم لگے۔ جہانکشاے نادری و درۂ نادرہ سے ثابت ہوتا ہے کہ محمد شاہ بھی نظام الملک اور قمر الدین خان کو ساتھ لیکر اُن دونوں اُمرا کے پیچھے آدھے فرسنگ کے فاصلے سے اپنی فوج اور توپخانے کے پرے جما کر کھڑے ہوے تھے بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ امیر الامرا خان دوران خان کے ہمراہی بہت نامور تھے اُن میں سے

بہت سے مارے گئے لیکن بیان الواقع میں جو انکی تعریف کی ہے وہ اوپر مذکور ہو چکی۔
صمصام الدولہ خاندوران خان خود مجروح ہو کر مع چند رفقاے باقی ماندہ کے میدان جنگ سے
سرشام لوٹکر آیا جسنے سہ شنبہ ۱۹ ذیقعدہ کو قضا کی اور تاریخ مظفری میں ہے کہ ۱۵ کو لڑائی ہوئی
اور اُس کے دوسرے دن صمصام الدولہ مرگیا۔ بُرہان الملک میدان جنگ میں کھڑے ہوئے
تھے اور اُنکے ہمراہیوں میں سے بعض مارے گئے تھے اور باقی ماندہ نہایت پریشانی کی حالت
میں ایک جگہ جمع تھے قزلباشوں نے اُنکو چاروں طرف سے گھیر لیا ایک نیشاپوری ترک
جو برہان الملک کا ہموطن تھا جرأت کر کے بُرہان الملک کے ہاتھی کے قریب پہونچ گیا۔
بُرہان الملک نے اُسکے چوبین تیر مارا خان مذکور نے آواز دی کہ او محمد امین تم دیوانے
ہوئے ہو کس سے لڑتے ہو اور اپنی فوج میں کس پر اعتماد رکھتے ہو یہ کہکر نیزہ زمین پر گاڑکر
اُس سے گھوڑے کو باندھ دیا اور ہاتھی کا رسا پکڑ کر بُرہان الملک کی عماری میں جا پہونچا
برہان الملک ایران کے ضابطے سے واقف تھے اِسلیے اطاعت بجالائے اور اسیر پنجۂ تقدیر ہو کر
ترک کے ہمراہ نادر شاہ کے حضور میں گئے نادر شاہ نے تقصیر معاف فرمائی[له]۔ اُنکے ہمراہ نثار محمد خان
شیر جنگ بھی گرفتار ہوا تھا خزانۂ عامرہ میں اُنکی گرفتاری کا واقعہ اس طرح لکھا ہے کہ
شیر جنگ کی سواری کا ہاتھی مست تھا اور عالم شاہی میں کہا ہے کہ اُسکو بُرہان الملک
کی سواری کے ہاتھی سے عناد تھا اُسنے بگڑ کر برہان الملک کی سواری کے ہاتھی پر حملہ کیا
اور اُسکو ریلتا ہوا نادر شاہ کے لشکر میں لے گیا تلوار اور آنکس کے بہت اُسپر وار کیے مگر نہ مانا
اس طرح بُرہان الملک دو تین ہمراہیوں کے ساتھ نادر شاہ کے قبضے میں آگئے۔ برہان الملک
نے دو زخم اُٹھائے تھے ایک تیر کا دوسرا نیزے کا نادر شاہ نے اُن کو مصطفٰے خان شاملو کے

له دیکھو سیر المتاخرین ۱۲

حوالے کر دیا۔

جام جہان نما میں لکھا ہے کہ برہان الملک بذات خود آنقدر پائداری وکوشش بہم سانید کہ مزیدے براں در عالم شجاعت متصور نباشد نادر شاہ مکرر گفت کہ ایں قدر ایستادگی کہ در برہان الملک ملاحظہ شد دریں محاربات کہ اتفاق افتاد از ہیچ کس دیدہ نشد وہمیشہ تحسین وآفریں برہان الملک می کرد۔ اس روایت کی تائید خزانۂ عامرہ سے بھی ہوتی ہے بیان الواقع میں لکھا ہے کہ آصف جاہ اور نواب قمرالدین خان بادشاہ کو سوار کرا کے برہان الملک کی لشکر گاہ تک کہ لٹ چکا تھا لائے لیکن نادر شاہ واپس چلا گیا تھا آصف جاہ نے نہایت دانشمندی سے بادشاہ سے عرض کیا کہ اگر اب رات میں ان دونوں امرا کی ہزیمت کی خبر مشہور ہو گئی تو تمام لشکر میں پریشانی پھیل جائے گی اور بہت سے آدمی بھاگ جائینگے پس یہ بہتر ہے کہ یہ مشہور کر دیا جائے کہ قزلباش بھاگ نکلے برہان الملک اُن کے تعاقب میں گئے ہیں اسلیے شادیانے کی نوبت بجوادی جائے اس سے لشکر میں ابتری نہ پڑیگی۔

برہان الملک کا نادر شاہ کو دلی چلنے اور ہندوستان سے روپیہ وصول کرنے کی ترغیب دینا

برہان الملک نے امیرالامرا صمصام الدولہ خاندوران کی وفات کی خبر سُنی تو منصب امیرالامرائی کے امیدوار ہوئے نادر شاہ سے مصلحت آمیز باتیں کر کے دو کرور روپے پر اُس سے صلح کر لی اور یہ قرار پایا کہ آصف جاہ حاضر ہو کر یہ دو کرور روپے پیش کریگا بعد اسکے نادر شاہ واپس چلا جائے گا برہان الملک نے اس تمام مضمون کو ایک کاغذ میں تحریر کر کے بادشاہ کے ملاحظے کے لیے آصف جاہ کے پاس بھیجدیا جب یہ رقعہ پہونچا تو آصف جاہ اور محمد شاہ کہ نہایت

متردد تھے بہت خوش ہوے۔ محمد شاہ کے حکم سے آصف جاہ بہت جلد نادر شاہ کے پاس گیا اور ملازمت حاصل کرکے زر موعود ادا کیا اور خوشی خوشی اپنے لشکر میں واپس آیا اور محمد شاہ کے حضور میں پہونچکر اپنی خیر خواہی اور دولت خواہی کا حال عرض کیا چونکہ صلح کا عہد و پیمان کرآیا تھا امیر الامرائی کا خواستگار ہوا بادشاہ نے اُسکے التماس کے موافق صمصام الدولہ کے انتقال کے دن ہی امیر الامرائی کا خلعت آصف جاہ کو عطا کر دیا برہان الملک کو جب یہ خبر پہونچی کہ آصف جاہ نے امیر الامرائی کا عہدہ پایا تو بیقرار ہو گئے اور نادر شاہ سے عرض کیا کہ لشکر محمد شاہ میں آصف جاہ کو پورا قابو حاصل ہے اُسکے سوا کوئی کچھ نہیں کر سکتا اُسکے نزدیک ایک دو کرور روپے کچھ حقیقت نہیں رکھتے اس قدر روپیہ تو میں بھی اپنے گھر سے دیسکتا ہوں باقی اُمرا اور خزانۂ بادشاہی اور مہاجنوں کا کیا ذکر ہے اگر حضور دلی کو جو تیس چالیس کوس سے زیادہ دور نہیں تشریف لے چلیں تو حصول مدعا ممکن ہے۔ نادر شاہ اس بات سے خوش ہوا اور محمد شاہ کو مع خدم و حشم کے اپنے لشکر میں بلا لیا۔ اور برہان الملک پر نادر شاہ روز بروز عنایت زیادہ فرمانے لگا خلعت فاخرہ عطا کیا۔ اور اپنی خاص محفل میں حاضر ہونے کی اجازت دی اور اُنکو دولتین کا وکیل مطلق قرار دیا اور صاحب اختیار کل مقرر فرمایا[۵] اور طہماسپ خان جلائر کو جو نادر شاہ کی فوج کے ہراول کا افسر تھا۔ برہان الملک کے ساتھ دلی کو اپنی روانگی سے قبل بھیجا۔ اور نظامت دہلی کے باب میں ایک فرمان اپنی طرف سے اپنی مہر لگا کر اور ایک شقہ محمد شاہ سے لکھوا کر شمس الدولہ کیلیے دیا جسکو محمد شاہ دہلی میں چھوڑ آئے تھے نادر شاہ کے فرمان کی نقل یہ ہے:۔

"عالیجاہ لطف اللہ خان صادق بہادر امید وار مراحم بادشاہانہ بودہ معلوم نماید کہ آن

---

۵ دیکھو خزانۂ عامرہ ۱۲

رفیع الشان منیع المکان را از امرائے قدیم دولت تیموریہ و معتمدان جاہ گورگانیہ دانستہ بنظامت دار الخلافہ شاہجہان آباد کہ اعظم دیار ملوک ہندوست و حرم سرائے اشرف سلاطین روئے زمین ست سرفراز فرمودیم و حسن خدمت و جوہر امانت و دیانت پرستی آن سرگروہ نوئینان عالیمقدار بہ گذارش عقیدت گزین راسخ الاعتقاد والا منزلت عالی مرتبت برہان الملک بہادر جنگ کہ بحضور خاکپائے ماموده بود مستحسن و مقبول افتاد باید کہ آن رفیع القدر سکنۂ شہر را دلاسا نماید و امیدوار دولت خداساز سازد و نوعے پرداز دکہ رعایا و برایا باسودگی بسر برند و زبردست و زیر دست مساوی زیند نشود کہ قادر بر عاجز غلبہ آرد و ضبط کارخانجات و اسپان بادشاہی و حراست سلاطین ذمہ خود شناسد۔ خبر شرط است و کلید قلعہ مبارک با جمیع کارخانجات حوالہ طہماسپ خان سردار کہ ہمپائے برہان الملک می رسد نماید درین مادہ شقہ خاص اعلیٰ حضرت نیز بآن قدیم الخدمت صادر شدہ حسب الارقام بعمل آرد و مارا متوجہ احوال خود شناسد درین باب تاکید داند۔ تحریر فی التاریخ ہفدہم شہر ذیقعدہ الحرام۔ (تاریخ مظفری)

نقل شقہ بدستخط محمد شاہ (تاریخ مظفری)

قدیم الخدمت من۔ برہان الملک و طہماسپ خان بہادر مع منشور نظامت کہ بنام آن قدیم الخدمة از پیشگاہ شہنشاہ صادر شدہ میرسد باید کہ کلید جمیع کارخانجات را حوالہ سردار سازد و درین باب قدغن بلیغ و تاکید شدید داند۔

برہان الملک نے اپنی روانگی سے قبل شمس الدولہ کو اپنی طرف سے ایک خط لکھ کر مع اُن دونوں فرمانوں کے آغا حسن کاشی کی معرفت بھیجا۔

نقل خط برہان الملک

نواب صاحب مشفق و مہربان سلمہ اللہ تعالیٰ۔ بتاریخ پانزدہم ذیقعدۃ الحرام دولت خاکبوس

آستانۂ شہنشاہ دست داد و منشور نظامت بنام آں مہرباں مع شقہ خداوند نعمت حاصل نمودہ شد چنانچہ آغا حسن می رساند و طہماسپ خان بہادر و فقیر بتاریخ سلخ منہ داخل شہر می شویم تا باؤلی استقبال طہماسپ خان قرین صلاح است و از قلعہ دار کلید قلعہ پیش خود طلبیدہ با کلیدہائے دیگر کارخانجات در اول ملاقات حوالہ سردار خواہند فرمود۔ زیادہ والسلام۔

یہ تحریر یں شمس الدولہ کے پاس پہونچنے کے بعد پیچھے سے برہان الملک اور طہماسپ خان بھی دلّی پہونچے۔ شمس الدولہ باؤلی تک استقبال کو آیا اور ملاقات کے بعد برہان الملک اور طہماسپ خان و شمس الدولہ کامگار خان کے باغ میں اُترے تھوڑی دیر یہاں بیٹھ کر کشمیری دروازے سے شہر میں داخل ہو کر قلعہ کو چلے۔ یار بیگ خان نے قلعہ کی کُنجیاں حوالے کرنے میں تھوڑی دیر توقف کیا جبکہ محمد شاہ کا شقہ دیکھا تو قلعہ کا دروازہ کھولدیا۔ طہماسپ خان کی رائے سے دیوان خاص سے اسد برج تک تو نادر شاہ کی حرم سرا کیلیے مکانات مقرر کیے گئے۔ اور باغ حیات بخش سے شاہ برج تک محمد شاہ کے لیے جگہ چھوڑ دی گئی۔ نادر شاہ بھی محمد شاہ کو ساتھ لیکر دہلی کو عازم ہوا۔ ۸ ذی الحجہ ۱۱۵۱ھ ہجری روز پنجشنبہ کو محمد شاہ اور ۹ ذی الحجہ روز جمعہ کو نادر شاہ قلعۂ دہلی میں داخل ہوے۔ نادر شاہ نے تھوڑی سی فوج کو شہر میں منقسم کر کے یہ حکم صادر فرمایا کہ فوج کے قانون کی سخت پابندی عمل میں آئے اور محمد شاہ کی حفظ و حراست کے لیے پہرے بٹھائے جائیں۔

قتل عام

باوصف اسکے کہ نادر شاہ نے دُور اندیشیاں اور ہوشیاریاں برتیں مگر ہندوستانی اُس سے راضی نہوے اور دوسرے دن یہ افواہ مشہور کی گئی کہ نادر شاہ نے وفات پائی اور جوں ہی

کہ دلی کے گلی کوچوں میں یہ خبر پھیلی تو ہندوستانیوں کی نفرت بلا مزاحمت ظاہر ہوئی اور ایرانیوں کا قتل ہونا شروع ہوا اور چونکہ ایرانی سپاہی جگہ جگہ پھیلے ہوئے تھے اُس وجہ سے بہت سے لوگ اُنکے ہندوستانیوں کے غیظ و غضب کی قربانی ہوئے ہندوستانی امیروں نے ایرانیوں کے بچانے میں کوشش نہ کی۔ بلکہ بعض امیروں نے ایرانیوں کو قاتلوں کے حوالے کیا جو اُنکی محلسرایوں کی حفظ و حراست کے لیے متعین کیے گئے تھے۔ علی حزین نے بیان کیا ہے جسکو سیر المتاخرین والے نے لفظ بلفظ نقل کیا ہے کہ سات سو ایرانی مارے گئے اور سکاٹ صاحب کی جلد ۲ صفحہ ۱۰۷ میں اکیزار آدمی بیان کیے گئے ہیں نادر شاہ نے اول اول تو فساد کو دبانا چاہا اور اس بات کے دریافت ہونے سے گونہ رنجیدہ ہوا کہ وہ فساد رات بھر برپا رہا اور تنزل کی جگہ اُسکو ترقی حاصل ہوئی۔ باوصف اسکے صبح کو گھوڑے پر سوار ہو کر اس نظر سے باہر نکلا کہ اُسکو جیتا جاگتا دیکھ کر پھر امن و امان قائم ہو جائے اور جبکہ وہ باہر نکلا تو اُسنے گلی کوچوں میں اپنے ہموطن بھائیوں کی لاشوں کو پڑا ہوا دیکھا مگر اسپر بھی اُسکو جوش نہ آیا یہانتک کہ لوگ اِدھر اُدھر سے پتھر پھینکنے لگے اور چاروں طرف سے تیر اور بان اُسپر برسنے لگے اور یہ نوبت پہونچی کہ ایک سردار اُس کا جو اُسکے پہلو میں جاتا تھا اُس گولی کا نشانہ ہوا جو خاص اُس پر چھوٹ کر آئی تھی غرضکہ نادر شاہ نے جب یہ دست درازیاں دیکھیں تو وہ بہت غصے ہوا اور قتل عام کا حکم سنایا چنانچہ صبح سے بہت دن چڑھے تک وہ حکم قائم رہا اور اُسکی بدولت وہ صورتیں پیش آئیں جو لوٹ مار اور پاداش و تدارک کی نظر سے پیدا ہو سکتی ہیں یعنی شہر کو چند مقاموں سے ایسا جلایا پھونکا کہ وہ آتشبازی کا تماشا اور خونریزی کا ویرانی کا نمونہ بن گیا۔ خانزادے کاظم خان شیدا نے اس قتل عام کی تاریخ غم عام[۵۱] سے

۵۱ دیکھو طبقات الشعرا مولفہ مولوی قدرت اللہ شوق ۱۲

نکالی ہے جبکہ نادر شاہ قتل عام سے سیر ہو چکا تو محمد شاہ یا اُسکے وزیر کی شفاعت سے غصہ اُسکا ٹھنڈا ہوا اور قتل عام کی ممانعت کا حکم سُنایا گیا اور انتظام اُسکا ایسا معقول تھا کہ جس وقت قتل کی بندش کا حکم صادر ہوا تو اُسی وقت فوج نے تسلیم کیا اور کسی نے دم نہ مارا۔ قاتلوں کے ہاتھ جہاں کے تہاں رہ گئے۔

مگر دلّی والوں کی تکلیفات اسپر موقوف نہوئیں اِسلیئے کہ نادر شاہ کا بڑا مطلب ہندوستان کی چڑھائی سے یہ تھا کہ اُسکے مال و دولت سے اپنے آپکو مالا مال کرے اور جب سے اُس نے فتح پائی تھی تب ہی سے روپے کے اخذ و جبر کے رنگ ڈھنگ اُسنے ڈالے تھے جسکا وہ خواہاں تھا چنانچہ پہلے مشیر اُسکے سعادت خان ہوے۔

نادر شاہ دِلّی سے اِتنا مال لے گیا

کرنال کے میدان میں بُرہان الملک سعادت خان نے نادر شاہ کو ترغیب دی کہ دہلی چلکر روپیہ وصول کرے اور شہنشاہی کارخانوں اور خزانوں پر ہاتھ مارے لیکن یہ بدنیتی اُن کو راس نہ آئی۔ دلّی کے پہونچنے پر تھوڑی مُدّت گذری تھی کہ وہ مر گئے یہاں ایک ورتبہ کار نادر شاہ کے حضور میں پیش ہو گیا اِس گھر کے بھیدی نے ہر ایک چیز اور ہر ایک مالدار کا پتہ بتاکر نادر شاہ کا دست تصرف دراز کرایا اور ذرا بھی کوئی مالدار نظر آیا تو اُسپر ایک رقم مقرر کرا دی نام اِس شخص کا جگل کشور ہے۔ اب تفصیل تمام زر نقد اور اسباب کی جو نادر شاہ نے لیا تاریخ تیموریہ سے نقل کرتا ہوں۔

زر نقد یا مال و اسباب کہاں سے لیا	قیمت یا تعداد روپیہ یا مال
(۱) خاص بادشاہی خزانوں سے	ساڑھے تین کروڑ روپے نقد
(۲) جواہر خانۂ خاص سے جواہر	قیمتی پندرہ کروڑ روپے کا

(۳) مرصع اور سونے چاندی کے برتن وغیرہ۔	قیمتی ڈیڑھ کروڑ روپیہ
(۴) تخت طاؤس[۵] و تخت رواں۔	قیمتی تین کروڑ روپیہ
(۵) اسباب سلاح خانہ و فراش خانہ و آبدار خانہ و خوشبو خانہ و باورچی خانہ و کرکری خانہ و زین خانہ۔	تخمیناً پندرہ کروڑ روپیہ
(۶) شاہی ہاتھی خانے سے ہاتھی۔	پانسو
(۷) شاہی اصطبل سے گھوڑے۔	دو ہزار
(۸) نواب مظفر خان و خاندوران کا وہ مال و اسباب و زر نقد جو میدان جنگ میں انکے کیمپوں کی لوٹ سے ملا اسی طرح برہان الملک کے لشکرگاہ کا مال و اسباب اور دلی میں جو اُن سے زر نقد ملا۔	سات کروڑ روپے سے زیادہ کا
(۹) اہلکاروں امیروں سوداگروں اور سرداروں سے	دو کروڑ بارہ لاکھ روپیہ
(۱۰) آصف جاہ سے	ایک کروڑ روپیہ
(۱۱) اعتماد الدولہ وزیر اعظم سے	ایضاً
(۱۲) لطف اللہ خان سے	ایضاً
(۱۳) نواب محمد خان بنگش سے	نو لاکھ روپیہ

۵ تحفۂ راجستان میں مولوی عبید اللہ فرحتی نے صرف تخت طاؤس کی لاگت سات کروڑ روپے لکھی ہے۔

(۱۴۴) رائے خوشحال چند پیشکار بخشی گری سے	پونے تین لاکھ روپیہ
شیخ سعد اللہ دیوان تن سے	اڑھائی لاکھ روپیہ
ناگرمل دیوان خالصہ سے	ساڑھے تین لاکھ روپیہ
سیتارام خزانچی خزانۂ عامرہ سے	تین لاکھ روپیہ
جگل کشور سے	اڑھائی لاکھ روپیہ
سبحان رائے وکیل فاغنۂ دکن سے	ڈیڑھ لاکھ روپیہ
رائے نوندرائے پیشکار خالصہ سے	پونے تین لاکھ روپیہ

اسی طرح دوسرے اکابر و علما و فضلا و قاضی القضات میں سے کسی کو نہ چھوڑا سب سے روپیہ وصول کیا اِن لوگوں پر سزاول اور چوبدار اور سپاہی نہایت سخت مزاج مُسلط کیے جن سے خدا کی پناہ جو لوگ استطاعت اُس قدر روپے کے دینے کی نہ رکھتے تھے جس قدر اُن سے مانگا جاتا تھا تو اُنہیں سے کسی نے زہر کھا لیا کسی نے ہتھیار سے خودکشی کر لی چنانچہ الہ وردی خان قراول بیگی اور قمرالدین خان وزیر کے سالے کامیاب خان اور سعد اللہ خان دیوان تن کے بھائی ان تینوں نے مسموم پانی پیکر جان دی اور شیر افگن خان نے خنجر سے خودکشی کر لی اور خالق یار خان نے پیش قبض مار کر جان دی۔

نادر شاہ اور حکیم علوی خان

نادر شاہ کی طبیعت دلّی میں علیل ہو گئی تھی حکیم علوی خان نے علاج کیا شفا پائی نادر شاہ ان سے بہت خوش ہوا اور اس وعدے پر اُن کو ہندوستان سے اپنے ساتھ ایران کو لے گیا کہ وہاں سے حج کو رخصت کر دیگا چنانچہ نادر شاہ نے اپنا وعدہ پورا کیا اور اُن کو حرمین کو روانہ کر دیا علوی خان حج سے انفراغ کے بعد ہندوستان کو واپس چلے آئے

بیان الواقع کا مؤلف کہتا ہے کہ علوی خان اتنے دلیر تھے کہ علاج کے معاملے میں نادرشاہ کا رعب نہیں مانتے تھے علوی خان محمد بن حنفیہ کی اولاد سے تھے جو حضرت علی علیہ السلام کے بیٹے ہیں سوائے جناب فاطمہ علیہا السلام کے ایک اور عورت سے اور آپکی ایسی اولاد کو اصطلاح میں علوی عین اور لام کے فتحوں سے کہتے ہیں۔

انکا نام ہاشم باپ کا نام حکیم ہادی دادا کا نام مظفر الدین حسین علوی ہے ۱۰۸۰ھ ہجری میں شہر شیراز ملک فارس میں پیدا ہوئے تھے علم کی تحصیل اپنے والد اور مُلّا لُطف اللہ شیرازی اور اخوند مسیحا سے کی ۱۱۱۱ھ ہجری میں بعمر تیس سال وطن سے ہندوستان میں آئے اور قلعہ ستارہ کے پاس اورنگ زیب عالمگیر کی ملازمت حاصل کی خلعت و منصب ملا اور محمد اعظم شاہزادے کے پاس متعین ہوئے حکیم محمد شفیع شوستری نے انکی نجابت اور کمالات پر نظر کر کے اپنی بیٹی اُنکے نکاح میں دی شاہ عالم بہادر شاہ بن عالمگیر کے عہد میں علوی خان خطاب ملا اور منصب میں اضافہ ہو کر جاگیر پائی جب محمد شاہ تخت نشین ہوئے تو علوی خان نے اُن کے ایسے معرکۃ الآرا علاج کیے کہ بادشاہ انکی حذاقت مان گئے اور سونے اور چاندی کی برابر تُلوایا۔ اور ہشت ہزاری منصب دیا اور تین ہزار روپیہ مہینہ نقد بھی مقرر کر دیا اور معتمد الملوک خطاب بخشا باوصف اسکے کہ رات دن مطب جاری تھا ہزاروں آدمی علاج کے لیے انسے رجوع کرتے تھے مگر تصانیف کا شغل نہ چھوڑا اسّی برس سے عمر گذر گئی تھی اُس وقت تک عینک کی ضرورت نہ پڑی اور قوت باہ اتنی قوی تھی کہ باوجود بڑھاپے اور نحافت جسمانی کے ہفتے میں دو تین بار غسل احتلامی کرتے تھے لیکن اتنی قوت جماع اور عورتوں اور حرموں کی کثرت پر بھی کوئی اولاد پیدا نہوئی اور ۲۵ رجب ۱۱۶۲ھ ہجری کو دلّی میں مرض استسقا سے انتقال کیا اور اپنی وصیّت کے موافق حضرت شاہ نظام الدین کی درگاہ کے حوالی میں

مدفون ہوئے۔

تاریخ وفات یہ ہے۔ع

بر فلک رفت مسیحائے جدید

اپنی وفات سے ایک سال پیشتر اپنے کتب خانے کو وقف کر کے علی قلی خاں کو اُس کا متولی کر دیا تھا اور کہہ دیا تھا کہ جو کوئی پڑھنے کے لیے کتاب مانگے اُسے دیدی جائے اور انفراغ کے بعد واپس لے لی جائے چونکہ کوئی بیٹا نہ چھوڑا تھا اسلیے اوّل احمد شاہ بادشاہ بن محمد شاہ نے حکم دیا کہ اُن کا تمام مال و اسباب اور زر نقد ضبط کر لیا جائے آخرش نواب صفدر جنگ وزیر کی تجویز سے یہ مقرر ہوا کہ تمام نقد و جنس اور جواہرات اور ہتھیار مرحوم کے حقیقی بھانجے علی نقی خاں کے سپرد کر دیے جائیں وہ اُنکے ورثہ کو جو شیراز اور بنگالے میں ہیں حصۂ فرائض کے بموجب تقسیم کر دیں۔ مفتاح التواریخ میں غلط لکھا ہے کہ وہ امام ابو حنیفہ کی اولاد سے تھے۔

بُرہان الملک کی وفات

آثرالامرا وغیرہ میں ذکر کیا ہے کہ برہان الملک اس لڑائی کے زخموں سے ۹ ذی الحجہ ۱۱۵۱ھ ہجری روز شنبہ کی شب میں مر گئے اور مرآتِ آفتاب نما میں لکھا ہے کہ جس دن نادر شاہ دلّی میں داخل ہوا اُسکی صبح کو برہان الملک نے وفات پائی۔

تاریخ وفات

ہوئی جسدم کتاب ابجد عمر — ادیب مرگ کے ہاتھوں سے ابتر

بنے تاریخ کی جو فکر شایان — ہوا سال اسم ہی سے اُنکے اظہر

قلم نے دال ملفوظی کے اعداد — کیے اسم سعادت خاں سے باہر

دیگر

شد آں روزے کہ نادر شاہ ایران — بہ دہلی داخل و برپا فغانش
بہ نواب سعادت خان کہ بودہ — وکیل مطلق از شاہ زمانش
مشقّت در شد و آمد بیفزود — شقاقولوس شد رنجش رسانش
ازاں صدمہ بہ لیل عید اضحےٰ — رواں در بیت جنّت شد روانش
ز روے درد ہاتف ایں ندا داد — کہ فردوس جناں باد آشیانش

دیگر

نہم ذیحجہ را داخل بہ دہلی — چو نادر شاہ شد عالم بلرزید
وکیل مطلق از مردود دولت — چو نواب سعادت خان بگردید
ازیں رواندراں رودور و دوش — مشقّت در شد و آمد فزائید
شقاقولس کہ در پا داشت ازپیش — دراں روز از تگ و دوبس خراشید
بپایان زین تعب و نحستہ گشتہ — سوے جنّت شتابندہ شب عید
سرآہے کشیدہ گفت ہاتف — خداوندا بہ جنّت باد جاوید

سیر المتاخرین میں بیان کیا ہے کہ لڑائی سے چند روز کے بعد برہان الملک مرض سرطان کے صدمے سے جو اُنکے پانوٗ میں بھارا ہی ملک آخرت ہوے۔ خزانۂ عامرہ میں مذکور رہے کہ نویں ذی الحجہ کو برہان الملک نادر شاہ کے حکم کے بموجب دن بھر اپنے گھر پر بادشاہی کام سرانجام دیتے رہے مگر شقاقلوس کا درد اور بے طاقتی بہت تھی کبھی غش آجاتا تھا کبھی افاقہ ہوتا تھا۔ عید قربان کی رات کو صبح سے پہلے اُنکی سانس نکل گئی۔ جس شب انتقال کیا نظام الملک آصف جاہ عیادت کے لیے گئے اور پیشتر سے ایک آدمی کو بھیجدیا کہ برہان الملک کو

منع کردے کہ وہ تعظیم کو نہ اُٹھیں اُنھوں نے نہ مانا جب آصف جاہ پہونچے خدمتگاروں کی اعانت سے تعظیم کو کھڑے ہوے۔ علی قلی خان والہ داغستانی اُنکے مرثیے میں کہتا ہے۔

رباعی

دوراز تو سپہر واژگوں مے گرید — بنگر کہ زمانہ بے تو چوں مے گرید
رفتی زجہاں وپشت شمشیر شکست — با قامت خم ہمیشہ خون مے گرید

شیر جنگ جو کہ قزلباش سواروں کی جمعیت کے ساتھ نادر شاہ کی طرف سے برہان الملک کے پاس مامور تھا تاکہ دو کروڑ روپے جنکے نذر کرنے کا اُنھوں نے وعدہ کیا تھا وصول کرے وہ اُن سواروں کو لیکر اودھ میں گیا اور صفدر جنگ سے وہ روپے وصول کرکے نادر شاہ کے پاس لایا۔

گیان پرکاش کے مؤلف نے برہان الملک کی وفات کا واقعہ اس طرح ذکر کیا ہے کہ ایک دن نادر شاہ نے سعادت خان برہان الملک اور آصف جاہ کو چند سخت اور ناملائم الفاظ کہے۔ نظام الملک آصف جاہ ایک عیار آدمی تھا اُسنے سعادت خان سے کہا کہ اب زندگی بے لطف ہے اور ایک شربت کا پیالہ زہر کے بہانے سے پی لیا۔ نواب سعادت خان کہ نہایت غیور تھے اور مردمی کا طنطنہ رکھتے تھے واقع میں زہر کھا کر مر گئے۔ نادر شاہ ابھی دلی میں مقیم تھا۔ مگر عماد السعادت سے گیان پرکاش کی روایت کی تردید ہوتی ہے اُسکے مؤلف کا بیان یہ ہے کہ ایک دن نادر شاہ نے نظام الملک کو جسکی اولاد میں اب حیدرآباد والے نواب ہیں طلب کر کے فرمایا کہ اے بوڑھے تو نے ہمکو قندھار تحریر کیا تھا کہ اگر حضور اشرف ہندوستان تشریف لائیں گے تو پچاس کروڑ روپے کا انتظام کر دونگا اور جو کچھ بادشاہ و امراے ہاتھ لگے گا وہ علاوہ ہوگا اب وہ روپے کہاں ہیں جا آج اور کل کی مہلت ہے پرسوں تک اگر حاضر نہ کر سکے گا

تو تیری کھال نکلوا لونگا آصف جاہ نادر شاہ سے رُخصت ہو کر بُرہان الملک کے پاس آیا اور نادر شاہ کی ساری تقریر سُنا کر کہا کہ بھائی آج یہ آفت ہمارے سر پر ہے کل تمھاری خیر نہیں اب کوئی صورت آبرو بچانے کی باقی نہیں ہے میں وہی آصف جاہ ہوں کہ کئی بار دکن کو فتح کیا ہے مدۃ العمر میں ۸۰ لڑائیاں سَر کی ہیں تُف ایسی زندگی پر کہ بڑھاپے میں ایک گدلے قزلباش ہیچ بے نام و نشان اگر میرے ساتھ ایسا سلوک کرے میں تو اب اس بات کو بہتر جانتا ہوں کہ اپنی جان کو ہلاک کر ڈالوں اور زہر کا پیالہ پی لوں میرے اور نادر کے سوال و جواب قیامت میں ہونگے برہان الملک صاف دل تھے اُنھوں نے آصف جاہ سے کہا کہ آپ اپنے مکان کو تشریف لیجائے کہ میں بھی ایسا ہی کرونگا۔ آصف جاہ رخصت ہو کر اپنے مکان کو گیا اور برہان الملک نے ایک شربت کے پیالے میں زہر ملا کر پی لیا اور چادر تان کر سو رہے اور مر گئے مگر نظام الملک نے زہر نہیں کھایا آرام سے اپنے دیوان خانے میں سو گیا جب بیدار ہوا اور برہان الملک کی خودکشی کی خبر سُنی تو بظاہر تاسف کیا اور باطن میں مسرور رہا۔ عماد السعادت کا مؤلف کہتا ہے کہ یہ حکایت محض بے اصل ہے حقیقت حال یہ ہے کہ برہان الملک کے چند ماہ سے دُنبل نکلا تھا اور کرنال کی جنگ میں وہ موجود تھا اُسی صدمے سے وہ مر گئے اُنکے اور آصف جاہ کے درمیان ہرگز عداوت نہ تھی اور دلیل اسپر یہ ہے کہ آصف جاہ کا پوتا عماد الملک ایک شب اپنے ایک دوست سے بیان کرتا تھا کہ برہان الملک بڑی خوبی کے آدمی تھے ہمارے دادا اُنکو قمر الدین خان وزیر سے زیادہ عزیز رکھتے تھے کیونکہ قمر الدین خان تو ہمارے رشتہ دار تھے اور برہان الملک باوجود اجنبیت کے بڑے بڑے سلوک کرتے تھے عماد الملک جب یہ بات کہہ چکا تو اُسکے دوست نے کہا بھلا کوئی سلوک بیان تو کرو اُسنے کہا کہ ایکبار محمد شاہ نے میرے والد کو بعض دشمنوں کے اغوا سے پیش خانے کے پیادوں کے حوالے کر دیا اور فرمایا کہ تاحکم ثانی اسے قید رکھیں۔ والد نے قمر الدین خان کو لکھا کہ آپ

اس وقت دستگیری فرمائیں کیونکہ والد تو دکن میں ہیں اور مخالف لوگ داؤں میں لگے ہیں اور بادشاہ کو غصے کر دیا ہے آپ باپ کی جگہ ہیں اُنھوں نے جواب دیا کہ بادشاہ سلامت مختار اور جان و مال کے مالک ہیں ہم سب اُنکے غلام ہیں وہ جو کچھ کرتے ہیں خوب کرتے ہیں۔ میں بندگان اقدس کی مرضی کے خلاف عرض کرنے کی طاقت نہیں رکھتا ہوں والد نے جب یہ جواب سُنا تو زندگی سے قطع امید کی اور اس بات پر آمادہ ہوے کہ انگوٹھی سے ہیرا نکالکر اور پیس کر کھالیں اسی اثنا میں برہان الملک جو دربار میں آئے ہوے تھے اُنھوں نے بھی یہ حال سُن لیا آتش غضب بھڑکنے لگی اور بادشاہ کے پاس پہونچے تو خشم آلود اور چیں بجبیں کھڑے رہے بادشاہ نے اس حال کا سبب دریافت کیا۔ برہان الملک نے عرض کیا کہ غلام سخت حیران ہے اور نہایت متعجب ہے کہ قلعہ کیوں نہیں منہدم ہو جاتا کہ آصف جاہ نے رکاب سعادت میں بڑی مستعدی سے خدمات کیں اور اُس کا بڑا بیٹا جو حضور کا جان نثار ہے ایک ادنیٰ آدمی کی وجہ سے پیش خانے کے سپاہیوں کے پاس نظر بند ہے جو کچھ اُسکے باپ نے خدمات کیں اُن کو اس طرح یک لخت بھُلا دینے سے ثابت ہوتا ہے کہ اس غلام کی داڑھی بھی عنقریب اپنے خون سے رنگین ہو گی۔ یہ بات کہی اور پیش خانے میں آکر میرے باپ سے کہا کہ تم یہاں کیوں بیٹھے ہو تمھارا اسسر نامرد ہے اُس سے کچھ توقع مت رکھو میرے ساتھ چلو دیکھوں تو کون ایسی ہمّت رکھتا ہے کہ مجھ سے تمکو چھڑا لے گا۔ اُسنے بہت الحاح کیا کہ بادشاہ کے بے حکم اُٹھنا اچھا نہیں۔ برہان الملک نے نہ مانا اور اُسکا ہاتھ اپنے ہاتھ میں مضبوط پکڑ کر اپنی پالکی میں بٹھا کر قلعہ سے نکالکر اُسکی حویلی میں پہونچا دیا اور کہا کہ میرا سر آصف جاہ کے فرزند و نیز نثار ہے۔ اگر اب کوئی فوج قلعہ سے آئے تو خدا کے لیے یہ نکرنا کہ خاموشی کے ساتھ اُسکے ہمراہ چلے جاؤ۔ بلکہ مجھے خبر کر دینا اُسی وقت ہو نچکر تمھارے باپ کی اُن مہربانیوں کا جو میرے اوپر ہیں حق ادا کرونگا۔ عماد الملک نے یہ قصہ بیان

کر کے کہا کہ داد لصاحب اس حال کو سنکر برہان الملک کے بہت ممنون ہوے جب تھوڑے دنوں کے بعد دکن سے دہلی کو آئے اور برہان الملک اُنسے ملنے کو گئے تو لب فرش تک استقبال کیا اور ایک مسند پر بیٹھے اور اُس دن سے دونوں میں محبت بڑھگئی۔

برہان الملک کے طبعی عادات

برہان الملک عجیب سعید اور باوفا آدمی تھے اپنے مادام الحیات یہ دستور رکھا کہ جب سر راہ نواب سر بلند خان کی سواری ملتی تھی تو ہاتھی سے اُتر کر اُنکو بڑے ادب سے سلام کرتے تھے جب مبارز الملک سر بلند خان دلاور جنگ ۱۷۳۲ء میں صوبہ داری گجرات سے معزول ہوا اور اُسکی جگہ مہاراجہ ابھے سنگھ پسر اجیت سنگھ والی جودھپور مقرر ہوا تو سر بلند خان دلّی کیطرف لوٹا بادشاہ کے حکم سے آگرے میں ٹھہر گیا یہاں سپاہ نے تنخواہ کے لیے اُسپر بلوا کیا سعادت خاں نے مروت کی وجہ سے تنخواہ کو اپنے ذمّے لے لینا چاہا مگر سر بلند خان نے نہ مانا اور اسباب فروخت کر کے سپاہ کی تنخواہ ادا کی۔

سعادت خان کی پیشانی پر یہ بدنامی کا داغ ضرور رہا کہ اُنھوں نے نادر شاہ کے ہاتھوں دلّی کو برباد کرا دیا تاریخ مظفری میں ہے "روز دیگر فردوس آرام گاہ خلعت میر بخشی گری بنظام الملک فتح جنگ مرحمت فرمودند سعادت خان برہان الملک کہ امیدوار ایں خدمت بود از حد کبیدہ خاطر گشت و نادر شاہ را برفتن دار الخلافہ شاہ جہان آباد ترغیب نمودہ داد نمک حرامی ادا کرد و خزائن و دفائن آنجا گوش زد کرد" مفتاح التواریخ میں بھی اس بات کی تصریح کی ہے "از گفتن او نادر شاہ از میدان قتال کرنال بہ بہانہ ضیافت در قلعہ شاہجہان آباد داخل شدہ وإلّا ارادۂ نادر شاہ چنین نبود چنانچہ تاریخ وفاتش بزیادت یک عدد چنین یافتہ اند ع

بے سعادت نمک حرام بمرد

۱۱۵۲ھ ایک دن برہان الملک اور عمدۃ الملک محمد شاہ کے حضور میں حاضر تھے نواب نے امیر خان پر طعن کر کے کہا ؎

پسرِ نوح با بدان بہ نشست	خاندانِ نبوتش گم شد

یعنی تو کہ شاہ نعمت اللہ کی اولاد میں سے ہے نامعقول وضع رکھتا ہے امیر خان نے جواب میں کہا سچ ہے ؎

سگِ اصحاب کہف روزے چند	پئے نیکان گرفت مردم شد

یعنی تم کہ گمنام تھے اس مرتبے کو پہونچگئے عمدۃ الملک زنانہ اطوار رکھتا تھا آنکھوں میں کاجل لگاتا تھا دانتوں پر مسّی ملتا تھا ہاتھ پیروں میں مہندی لگاتا تھا انگوٹھی چھلّے اور تعویذ اور دونوں کانمیں بالے پہنتا تھا۔

برہان الملک نہایت کارطلب امیر تھے جبروت کے ساتھ رعیت پروری بھی مزاج میں تھی نہایت مدبر شجاع اور منتظم تھے۔ مرتے وقت خزانے میں نقد نو کرور روپے چھوڑے جیسا کہ عماد السعادت میں لکھا ہے مگر یہ سراسر مبالغہ ہے۔

طبیعت موزوں تھی شعر بھی کہتے تھے امینؔ تخلص کرتے تھے میر عبد العلی طالعؔ تخلص ایک غزل کے مقطع میں کہتا ہے ؎

طالعؔ این مصرع نواب دل از دستم برد	دل غمگیں بکسے دادہ ام و یادم نیست

دوسرا مصرع امینؔ کا ہے ریاض الشعرا میں علی قلی خان داغستانی نے انکے نام سے یہ شعر لکھا ہے ؎

زکدام رہ بیایم کہ بہ چشم تو در آیم	کہ بگرد چشم مستت ہمہ نیزہ سپاہ ہست

نواب سعادت خان برہان الملک کا جانشین

قیصر التواریخ میں لکھا ہے کہ نواب برہان الملک کے مرنے کے بعد اُنکے بیٹے کو جو چھوٹا تھا

بادشاہ کے ہاں سے خلعت عطا ہوا۔ قضارا وہ عارضۂ چیچک یا کسی اور مرض میں بچپن ہی میں مرگیا تو مرزا مقیم کو جو نواب بُرہان الملک کے داماد تھے اصالۃً خلعت مرحمت ہوا جنھوں نے اپنی یاوری اقبال سے صفدر جنگ کا خطاب پایا۔

اولاد نواب سعادت خان

نواب سعادت خان بُرہان الملک کے ہندوستان میں ایک بیٹا اور پانچ بیٹیاں پیدا ہوئیں بڑی بیٹی صدر جہاں بیگم دوسری نور جہاں بیگم تیسری ہما بیگم عرف بندی بیگم چوتھی محمدی بیگم پانچویں آمنہ بیگم۔ اور بیٹا برہان الملک کے بعد حالت طفلی میں مرگیا جب برہان الملک کی بڑی بیٹی صدر جہاں بیگم کی عمر ۱۲ برس کی ہوئی تو انکی اول یہ منشا ہوئی کہ اپنے بھتیجے نثار محمد خان شیر جنگ سے بیاہ دیں لیکن چونکہ وہ لونڈے بازی میں مصروف رہتے تھے اسلیے اپنی بڑی بہن کے بیٹے مرزا مُقیم ابن جعفر خان بیگ کو نیشاپور سے بلاکر صدر جہاں کی اُنسے شادی کردی انکا عرف نواب بیگم ہے۔ اور جب نواب کی دوسری بیٹی نور جہاں بیگم عرف ہنگا بیگم دس برس کی عمر کو پہونچی تو اپنی چھوٹی بہن کو جو میر محمد شاہ میر کی زوجیت میں تھی مع اُسکے بیٹے نصیر الدین حیدر خان بیگ کے نیشاپور سے بلواکر نور جہاں بیگم کی شادی اپنے اُس بھانجے سے کردی۔ نواب کی تیسری بیٹی ہما بیگم نواب کے بھتیجے سید محمد خان سے منسوب ہوئی تھی جو اپنے باپ سیادت خان کے خطاب کے ساتھ مخاطب تھے چوتھی بیٹی محمدی بیگم کا ازدواج نواب محمد قلی خان ابن مرزا محسن برادر مرزا مقیم کے ساتھ ہوا۔ اور پانچویں بیٹی آمنہ بیگم کا بیاہ سید محمد خان سے ہوا جیسا کہ قیصر التواریخ میں ہے اگر یہ وہی سید محمد خان ہے جو نواب کا بھتیجا ہے تو ہما بیگم کے انتقال کے بعد آمنہ بیگم اسکے نکاح میں آئی ہوگی اور اگر کوئی دوسرا شخص ہے تو خیر یا کاتبوں کی غلطی سے نام بدل گیا ہے۔ انہیں سے صدر جہاں بیگم زوجۂ نواب صفدر جنگ خانم صاحبہ بنت نواب محمد تقی خان صوبہ دار

اکبرآبادی کے بطن سے تھی اور باقی چار بیٹیاں بی بی صاحبہ سے تھیں بعض تواریخ میں ایساہی لکھاہے لیکن محمد فیض بخش نے فرح بخش میں والدہ شجاع الدولہ کی نسبت کہاہے کہ "بعمر ہفت سال ہمراہ والدین درسنہ یکہزار دیک صد وبست از نیشاپور وارد شاہ جہان آباد شدہ بودند"

منصب کی توضیح

برہان الملک کے بیان میں مذکور ہے کہ ایک بار انکو منصب ہزاری دوبارہ منصب ڈیڑھ ہزاری تیسری بار پنج ہزاری چوتھی بار ہفت ہزاری ملا۔ سمجھنے کے لیے ان منصبون کی تھوڑی سی تفصیل آئین اکبری سے یہان لکھتاہون ۔ اس کتاب میں بیان کیاہے کہ اکبر شہنشاہ ہندوستان نے دہ ہزاری تک منصب مقرر کیے تھے پھر اس میں ہر ایک کے باعتبار تنخواہ کے تین تین درجے تھے ان منصبوںمیں سے پنجہزاری تک نوکروں کو ملتا تھا اُس سے آگے بادشاہ کے بیٹوں کے واسطے مخصوص تھا۔ ہر ایک منصب والے کے لیے گھوڑے ہاتھی بار برداری اور تنخواہ خصوصیت کے ساتھ مقرر تھی۔ مثلاً۔

منصب ہزاری کے لیے گھوڑوں میں عراقی ۱۰۔ مجنس ۲۰۔ ترکی ۲۱۔ یابو ۲۱۔ تازی ۲۱ جنگلہ ۲۱۔ ہاتھیونمیں شیرگیر ۷۔ سادہ ۸۔ منجھولہ ۶۔ کرہہ ۷۔ پھندرکیہ دو۔ باربرداریمیں اونٹ ۲۱ خچر ۴ گاڑی اور چھکڑے ۴۲۔ تنخواہ ماہانہ درجۂ اول ۸۲۰۰ روپیہ درجہ دوم ۸۱۰۰ روپیہ درجہ سوم ۸۰۰۰ روپیہ۔

ڈیڑھ ہزاری گھوڑونمیں عراقی ۱۲ مجنس ۱۲ ترکی ۴۲ یابو ۴۲ تازی ۴۲ جنگلہ ۴۲۔ ہاتھیونمیں شیرگیر ۹ سادہ ۱۰ منجھولہ ۸ کرہہ ۷، پھندرکیہ ۲ باربرداری میں شتر ۴۲ خچر ۵ گاڑی اور چھکڑے ۵۰ تنخواہ ماہانہ درجہ اول دس ہزار روپیہ درجہ دوم نوہزار آٹھ سو روپیہ

درجہ سوم نوہزار سات سو روپیہ۔

پنجہزاری اسپ عراقی ۴۴ مجنس ۴۴ ترکی ۶۸ یابو ۶ تازی ۶۷ جنگلہ ۶۶ ہاتھی شیرگیر ۲
سادہ ۳۰ منجھولہ ۲۰ کرہہ ۲۰ پھندرکیہ ۱۰ ۔اونٹ ۸۰ خچر ۲۰ چھکڑے اور گاڑی ۱۶۰
تنخواہ درجۂ اول تیس ہزار روپیہ درجۂ دوم اُنتیس ہزار روپیہ درجۂ سوم ۲۸ ہزار روپیہ
ہفت ہزاری اسپ عراقی ۴۹ مجنس ۴۹ ترکی ۹۸ یابو ۹ تازی ۶۸ جنگلہ ۶۸
فیل شیرگیر ۳۰ سادہ ۳۴ منجھولہ ۲۷ کرہہ ۲۷ پھندرکیہ ۱۲ اونٹ ۱۱ خچر ۲۷ گاڑی چھکڑے ۲۲
ماہانہ ۵۰۰۰۴ روپیہ

نسب مرزا مُقیم المخاطب بہ نواب ابوالمنصور خان صفدر جنگ

قبل اسکے کہ اس خاندان کے حسب و نسب سے بحث کی جائے یہ امر ملحوظ رکھنا ضروری ہے کہ والیان اودھ قوم کے مغل نہ تھے بلکہ انکی قوم ترکمان قبیلۂ قراقونیلو تھی قوم مغل اور قوم ترکمان میں فرق کیا ہے اسکے سمجھنے کے واسطے یہ واقعات کہ تقسیم اقوام کہاں سے شروع ہوئی قابل لحاظ ہیں ملک تاتار جسکو زمانۂ قدیم مین سغدیا (سِڈیا) کہتے تھے جو بحرالکاہل سے بحیرۂ خزر (جھیل کیسپین) چین ہندوستان اور ایران کے شمال میں پھیلا ہوا ہے اس میں بہت سی خانہ بدوش قومیں آباد تھیں اور وہ قومیں ان چار بڑے طبقوں پر منقسم ہوئیں جن سے یہ جُدا جدا قومی سلسلے قائم ہوئے۔

(۱) ٹنگس یا (مانچو) وہ ہیں جو مشرقی حصہ یعنی مانچوریہ میں آباد تھے اور جنھوں نے چین فتح کرکے دوبارہ سترھویں صدی عیسوی سے اپنی سلطنت قائم کی۔

(۲) تنگت یا تبتی وہ قوم ہے جو ہندوستان کے شمال کی جانب تبت میں رہتی تھی اور جسنے ساتویں صدی عیسوی میں مذہب بودھ اختیار کیا۔

(۳) مغل وہ ہیں جو بانچوریہ سے مغرب کی طرف مغلستان (منگولیا) میں رہتے تھے جو بڑے جنگجو تھے۔

(۴) ترک وہ لوگ ہیں جو منگولیا کے مغرب سے بحیرۂ خزر اور کوہ یورال تک آباد تھے۔ جنھوں نے خراسان۔ ماورالنہر شام روم و مصر وغیرہ پر حکومت کی۔ چنانچہ سلجوق۔ اتابک خوارزم شاہی بادشاہ اور انکی تمام شاخیں اور ہندوستان کے وہ تمام مسلمان خاندان جو محمد غوری سے ابراہیم لودھی تک ہند پر حکمران رہے۔ ترکمان بھی انھیں میں سے ہیں بعض نے وجہ تسمیہ ترکمان کی یہ لکھی ہے کہ جب ترکوں نے توران و روم سے ایران میں نقل مکانی کی تو انکی اولاد ایرانیں ترکمان کہلانے لگی اور صاحب حبیب السیر نے لکھا ہے کہ چونکہ یہ لوگ بہ نسبت ترکوں کے کم رتبہ ہیں اسلیے ترکمان کہلاتے ہیں مان تشبیہ کا فائدہ دیتا ہے یعنی ترکوں کی مانند ترکمانوں میں دو قومیں ہیں ایک سفید اور دوسری سیاہ پہلی کو آقا قونیلو اور دوسری کو قراقونیلو کہتے ہیں بعض کہتے ہیں کہ جنکے جھنڈوں اور پھریروں پر سفید بھیڑ کی تصویریں ہوتی تھیں وہ سفید بھیڑ والے ترکمانوں کے نام سے مشہور ہوے اور جنکے جھنڈوں اور پھریروں پر سیاہ بھیڑ کی تصویریں ہوتی تھیں وہ سیاہ بھیڑ والے ترکمان کہلاتے تھے ابوالمنصور خان صفدر جنگ قرایوسف بن قرامحمد بن بیرم کی اولاد سے ہیں جو سیاہ بھیڑ والے ترکمانوں میں سے تھا مفتاح التواریخ میں لکھا ہے کہ قرایوسف بن قرامحمد کے اسلاف خانہ بدوش تھے اور ترکستان کے جبال حارث میں رہتے تھے سلطان اویس جلائر بغدادی نے قرایوسف اور اُسکے باپ اور دوسرے رشتہ داروں کو اپنے چوپایوں کے چرانے اور انکی نگہداشت وخدمت کے کام پر مقرر کردیا تھا۔ امیر تیمور کی ملک گیری

کے زمانے میں قرا یوسف کو بھی ملک گیری کی ہوس ہوئی اور ترکمانوں کو جمع کرکے لوٹ مار شروع کی
اور آذر بائجان وآرمینا وغیرہ بعض ملکوں پر قبضہ کرلیا امیر تیمور نے اُسپر اور سلطان احمد پسر
سلطان اویس جلائر پر چڑھائی کی اس وقت میں جیساکہ کتاب ہفت اقلیم میں لکھا ہے
بایزید ایلدرم نے جو سلاطین عثمانیہ روم کے اجداد میں سے ہے ان دونوں کی حمایت کی اور آخرکار
مقابلے میں قید ہوا اور وہ دونوں بھی مصر کی طرف بھاگ گئے حبیب السیر کی جلد سوم کے جزو سوم
میں مذکور ہے کہ جس زمانے میں قرا یوسف ترکمان مصر میں پناہ گزیں تھا تو وہاں اُس کے
ایک بیٹا پیدا ہوا جسکا نام پیربداق ہے احمد جلائر بغدادی بھی ان دنوں وہیں پناہ گزیں تھا
جسنے اُس لڑکے کو اپنی فرزندی میں لے لیا یہ لفظ غین معجمہ سے بداغ بھی آیا ہے چنانچہ اس
سجع سے کہ اُس کا نتیجۂ فکر ہے ظاہر ہے ؎

نامم بداغ بندۂ باداغ حیدرم ہرجا شہے ست در ہمہ عالم غلام ماست

شنبہ ۸۰۷ھ میں امیر تیمور کی وفات کے بعد قرا یوسف نے پھر سر اُٹھایا اور قلعۂ
آذربائیجان کو فتح کرلیا تیمور کے انتقال کے بعد مرزا ابوبکر بن میران شاہ اور اُسکے بھائیوں میں باہم
جنگ وجدل شروع ہوئی تو قرا یوسف اور سلطان احمد جلائر نے ملک کردستان میں بھی اپنی حکومت
قائم کرلی ۸۱۰ھ ہجری میں قرا یوسف نے لشکر عظیم لیکر تبریز پہ یورش کی اور یہاں امیر تیمور کے
بیٹے میران شاہ کو قتل کیا ۸۱۳ھ ہجری میں سلطان احمد جلائر کو قرا یوسف کی ملک گیری پر حسد
پیدا ہوا اور اُسنے بغداد سے قرا یوسف پر حملہ کیا جسمیں وہ شکست کھاکر مارا گیا۔ جس نے
خاندان جلائر کا خاتمہ کردیا۔ قرا یوسف نے بغداد کو بھی فتح کرکے اپنی سلطنت میں شامل
کرلیا۔ ۸۱۴ھ میں قرا یوسف پر شاہ رُخ مرزا ابن امیر تیمور نے چڑھائی کی قرا یوسف سازوسامان
کے ساتھ مقابلے کو تبریز سے نکلکر مقام اوجان میں آیا اور ابھی دونوں لشکر لڑائی میں مصروف

نہیں ہوے تھے کہ قرا یوسف کو ہیضہ ہوا اور درد شکم کے صدمے سے انتقال کیا۔ بایسنغر بن شاہ رُخ مرزا نے تبریز پر قبضہ کر کے شاہ رخ کے نام کا خطبہ پڑھا جب شاہ رُخ فتح تبریز سے فارغ ہو کر واپس ہوا تو قرا یوسف کے بیٹے اسکندر نے جو شاہ رخ کی فوج سے بھاگ گیا تھا پھر آذربائجان پر قبضہ کر لیا شاہ رُخ نے دوبارہ چڑھائی کی تو اسکندر ۲۹ رجب سنہ ۸۲۴ھ ہجری کو شکست کامل پاکر روم کی طرف بھاگ گیا اور سنہ ۸۳۰ھ ہجری تک بالکل کمزور ہو گیا اور اپنے بیٹے قباد کے ہاتھ سے سنہ ۸۴۱ھ ہجری میں مارا گیا۔ آخر کار شاہ رخ نے اپنا پیچھا چھڑانے کے لیے جہان شاہ برادر اسکندر کو ملک واپس دیدیا بایسنغر جب تک زندہ رہا جہان شاہ زور نہ پکڑ سکا یہ شخص شاہ رُخ مرزا کا بیٹا اور بابر کا باپ تھا یہ اُسکا شعر ہے ؎

گدائے کوئے اوشد بایسنغر　　　گدائے کوئے جانان بادشاہیست

بایسنغر کی وفات کے بعد جہان شاہ نے بڑا عروج پایا۔

مفتاح التواریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ اسکے بیٹے کا نام بھی پیر بداغ تھا اور آخر میں اپنے اس بیٹے سے ناراض ہو گیا تھا وہ باپ سے ڈر کر شیراز سے بھاگ کر بغداد کو چلا گیا جہان شاہ نے اُسکا محاصرہ کر لیا پیر بداغ نے عاجز ہو کر اطاعت کی لیکن ۲۴ ذیقعدہ سنہ ۸۷۱ھ ہجری کو باپ کے حکم سے مارا گیا۔ بعد اسکے جہان شاہ نے دیار بکر کی تسخیر کا ارادہ کیا وہاں ستر برس کی عمر میں سنہ ۸۷۲ھ ہجری میں امیر حسن بیگ کے ہاتھ سے مارا گیا۔ اس موقع پر اسکے سب اُمرا اور اولاد ہلاک ہو گئے اس واقعہ کے بعد سے قرا یوسف کی ثروت مستاصل ہو گئی بعض کہتے ہیں کہ بداغ جہان شاہ کا بھتیجا تھا۔ عماد السعادت۔ قیصر التواریخ کی جلد اول اور وزیرنامے وغیرہ میں لکھا ہے کہ جہان شاہ کے بعد حسن علی مرزا اپنے باپ کا جانشین تخت ہوا۔ سنہ ۸۷۴ھ ہجری میں سفید بھیڑ والے ترکمانوں کا سردار اوزون حسن اس بادشاہ کو شکست دیکر

نصف حصۂ ملک پر قابض ہوگیا اسی سنہ میں حسن علی شاہ کے انتقال کے بعد شاہ ناصر مرزا
تخت آبائی پر جلوہ افروز ہوا۔ مگر صرف ایک سال سلطنت کی تھی کہ انتقال ہوگیا۔ افضل التواریخ
میں اس بادشاہ کا نام چھوٹ گیا ہے۔ ۸۸۵ھ میں شاہ منصور مرزا ابن شاہ ناصر مرزا
تخت نشین ہوا مگر اسکے عہد میں خاندان صفویہ کا ایران میں دور دورہ شروع ہوچکا تھا
عنان حکومت شاہ اسمٰعیل صفوی کے ہاتھ میں تھی خاندان صفویہ کا اقبال کمال عروج پر تھا
چنانچہ پندرھویں صدی عیسوی کے شروع شروع میں شاہ صفوی نے ترکمانوں کی قوت
کا استیصال کرنا چاہا اور منصور مرزا پر چڑھائی کردی یہ شخص دوراندیش تھا یہ سمجھکر کہ میں
تاب مقاومت نہ لاسکونگا مقابلہ کرنا مناسب وقت نہ سمجھا بلکہ جس وقت شاہ اسمٰعیل داخل
مملکت تبریز ہوا منصور مرزا نے نہایت تپاک کے ساتھ اسکا استقبال کیا اور بلا عذر
عنان حکومت اُسکے ہاتھ میں دیدی بعض کہتے ہیں کہ شاہ عباس اول نبیرہ شاہ طہماسپ
صفوی تبریز کو تسخیر کرکے منصور مرزا کو اپنے ساتھ نیشاپور کو لے گیا اور اُسکے لیے جاگیر مقرر کردی
لیکن اس قول کی صداقت میں کلام ہے اسلیے کہ شاہ عباس ماضی نے جب تبریز پر
چڑھائی کی تو اُس وقت وہ سلطنت عثمانیہ کے قبضے میں تھا نہ منصور مرزا کے چنانچہ جلد ہشتم
روضۃ الصفا میں ذکر فتوح آذربائجان و تبریز کے ضمن میں لکھا ہے کہ آذربائجان اور تبریز پر
سلطنت عثمانیہ کا قبضہ تھا اور روم کی طرف سے علی پاشا یہاں حاکم تھا۔ اُس سے اور
غازی بیگ کرد سے اس زمانے میں جھگڑا پیدا ہوگیا علی پاد شا نے اروان اور نخجوان اور
تبریز کا لشکر جمع کرکے غازی بیگ پر چڑھائی کی اُسنے اپنے بیٹے ابدال کو شاہ عباس ماضی
کے پاس استمداد کے لیے بھیجا۔ شاہ نے اس موقع کو نہایت غنیمت جانا کیونکہ اسوقت میں
تبریز رومیوں سے خالی تھا اور تیاری کرکے ارادہ سفر مازندران کی شہرت دیکر ۷ ربیع الثانی

سنہ ۱۰۱۲ھ ہجری کو اصفہان سے کوچ کیا اور حدود قزوین سے گذر کر چھ دن میں تبریز پہونچگیا اور گیارھویں دن تبریز سے ۳ فرسنگ کے فاصلے پر مقام کیا۔ رعایا یہاں کی تمام شیعہ تھی اسلیے وہ شاہ عباس کے آنے سے بیحد خوش ہوئی اور سہل طور پر اُسے وہاں قبضہ میسر ہوگیا تبریز نہایت خراب و ویران ہو رہا تھا اسلیے کہ عرصہ بیس سال تک عثمانیہ فوج کے صدمات اُٹھاتا رہا علی پاشا غازی بیگ سے صلح کر کے عباس کے مقابلے کو آیا اور شکست پائی تبریز پر شاہ عباس کا قبضہ مستقل ہوگیا اب ہم اصل سلسلۂ بیان کی طرف رجوع کرتے ہیں اور انھیں معمولی تواریخ اودھ کی سند سے لکھتے ہیں کہ منصور مرزا کا بیٹا محمد قلی خان بیگ ہوا۔ اس کا بیٹا جعفر خان[۱] بیگ تھا اور اسکا بیٹا محمد قلی خان[۲] بیگ ثانی ہوا اس محمد قلی خان بیگ دوم کے دو بیٹے تھے (۱) بڑا محمد شفیع خان بیگ (۲) چھوٹا[۳] جعفر قلی خان بیگ۔ بعض لوگ اس شخص تک منصور مرزا کی اولاد کو والی نیشاپور لکھتے ہیں اور اسکی کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی۔

بہرصورت مرزا شفیع خان بیگ پسر محمد قلی خان بیگ کی چار بیٹیاں تھیں انمیں سے ایک بیٹی مرزا مسیح سے بیاہی گئی جس کی سیادت میں کلام ہے۔ اس لڑکی کے مرزا مسیح سے دو بیٹے پیدا ہوے ایک کا نام محمد علی خان اور دوسرے کا مرزا رحیم خان تھا محمد علی خان ابن مرزا مسیح کے بیٹے مرزا حسین خان کی شادی نواب سالار جنگ کی بیٹی کے ساتھ ہوئی اور وہ لاولد فوت ہوا اور محمد علی خان کی ایک بیٹی بھی تھی جو نواب سالار جنگ کے فرزند سے منعقد ہوئی تھی اور اُسکی اولاد عالم طفولیت میں مرگئی۔ مرزا رحیم خان سے ہندوستان میں ایک بیٹی ایک بیٹا پیدا ہوا

[۱] اس نام کو کہیں جعفر بیگ خان لکھا ہے ۱۲ [۲] اس نام کو کہیں محمد بیگ قلی خان لکھا ہے اور کہیں محمد قلی بیگ خان بھی آیا ہے ۱۲ [۳] اس نام کو کہیں جعفر بیگ خان ثانی لکھا ہے ۱۲

بیٹی مرزا مینڈو پسر نواب شجاع الدولہ سے بیاہی گئی اور مرزا رحیم خان کے بیٹے کا نام مرزا مسیح تھا جن کی پنشن ریاست لکھنؤ اور سرکار انگریزی سے سو سو روپیہ ماہوار کی مقرر تھی۔ سرکار انگریزی میں اُنھوں نے ضلع آگرہ میں تحصیلداری کی خدمات انجام دی تھیں جسکی وجہ سے وہ سرکار انگریزی سے پنشن پاتے تھے اور فساد لکھنؤ سے قبل مر گئے۔ شفیع خان بیگ کی دوسری بیٹی ہما بیگم کا میر عبد اللہ سے بیاہ ہوا تھا جسکے بطن سے میر عبد اللہ سے تین بیٹے پیدا ہوے نصیر الدولہ نواب عبد المطلب خان اور مرزا حیدر علی خان اور مرزا اکبر علی خان یہ سب بے اولاد مر گئے بجز مرزا عبد المطلب خان کے جنکی ایک بیٹی تھی جو مرزا مسیح ابن مرزا رحیم خان سے بیاہی گئی میر عبد اللہ کا نسب امام حسن علیہ السلام تک پہونچتا ہے اور تیسری بیٹی جو اپنی تمام بہنوں سے چھوٹی تھی مرزا یوسف سے منعقد ہوئی افضل التواریخ میں لکھا ہے کہ یہ مومنہ نجف گڑھ میں خیمے کی چوب کے صدمے سے ہلاک ہوئی اِن سے چار بیٹے پیدا ہوے تھے (۱) سید محمد خان (۲) مرزا شاہ میر خان (۳) مرزا امیر خان جیسا کہ افضل التواریخ میں ہے (۴) مرزا جعفر چوتھی بیٹی مرزا شفیع خان نے اپنے بھتیجے عزت الدولہ مرزا محسن سے بیاہی جو میر محمد امین سعادت خان برہان الملک کے بھانجے اور مرزا مقیم المخاطب بہ صفدر جنگ کے بڑے بھائی تھے۔

جعفر قلی خان بیگ ابن محمد قلی خان بیگ کی شادی میر محمد امین المخاطب بہ نواب برہان الملک کی حقیقی بہن سے ہوئی تھی جن کے دو بیٹے پیدا ہوے بڑے بیٹے کا نام مرزا محسن تھا اور چھوٹے کا مرزا مقیم تھا یہی صفدر جنگ ہوے۔ مرزا محسن ابھی چار برس کے تھے اور مرزا مقیم چھ مہینے کے جو اُنکی ماں نے انتقال کیا۔ مرزا مقیم کو اُنکی خالہ نے جو محمد شاہ میر پسر میر محمد یوسف کے ساتھ منعقد تھی اپنا دودھ پلا کر پرورش کیا تھا اور یہ دونوں بھائی اپنی

خالہ کے گھر میں جوان ہوے۔

مرزا محسن (جنھوں نے ۲۹ ذی الحجہ سنہ ۱۱۶۲ ہجری شب چہارشنبہ کو عارضۂ ہیضہ میں انتقال کیا تھا) اُنکی شادی اُنکے چچا محمد شفیع خان بیگ کی بیٹی سے ہوئی تھی جیسا کہ اوپر بیان ہوا جس سے اُنکے دو بیٹے اور دو بیٹیاں پیدا ہوئیں بڑے بیٹے کا نام جعفر قلی خان عرف مرزا بزرگ تھا۔ اور چھوٹے بیٹے کا نام محمد قلی خان عرف مرزا کوچک تھا اور انھیں آغا بابا بھی کہتے تھے۔ مرزا محسن کی دونوں بیٹیوں میں سے بڑی بیٹی لاولد فوت ہوئی اور چھوٹی بیٹی مرزا ابوتراب خان بن مرزا ابوطالب خان سے منعقد ہوئی جو نواب صفدر جنگ کے پھوپی زاد بھائی تھے اور نسب اُن کا سادات حسینی تھا اور اُنکے دادا مرزا فخرالدین محمد خان مشہد مقدس میں حضرت امام رضا کے روضے کے متولی تھے۔ مرزا ابوتراب خان داماد مرزا محسن کے دو بیٹے پیدا ہوے۔ بڑے بیٹے کا نام مرزا محمد ابراہیم خان اور عرف مرزا سید و تھا اور چھوٹے کا مرزا ابوطالب خان نام تھا۔ ابوطالب خان کا بیاہ نصیرالدولہ محمد علی شاہ بن نواب سعادت علی خان بن نواب شجاع الدولہ خلف نواب صفدر جنگ کی حقیقی بہن فاطمہ بیگم نامی کے ساتھ ہوا اور اُنکے تین بیٹے پیدا ہوے جنکے یہ نام ہیں مرزا ابوتراب خان اور مرزا ابوالقاسم خان اور مرزا ابوالحسن خان عرف مرزا امین انمیں سے مرزا ابوتراب خان کی شادی غازی الدین حیدر خان بن نواب سعادت علیخان کی نواسی حاجی بیگم سے ہوئی اور مفخرالدولہ ابوالقاسم خان حاجی بیگم کی دوسری بہن زہرہ بیگم سے بیاہے گئے یہ دونوں لڑکیاں نواب محسن الدولہ کی حقیقی بہنیں تھیں جو پوتی ہیگم بنت غازی الدین حیدر کے بطن سے تھیں۔ مرزا منیرالدولہ ابوالحسن عرف مرزا امین نصیرالدولہ محمد علی شاہ بن نواب سعادت علی خان کی چھوٹی بیٹی نواب روشن آرا بیگم سے بیاہے گئے مرزا محسن کے بڑے بیٹے

جن کا نام جعفر قلی خان اور عرف مرزا بزرگ تھا میر شاہ میر کی چھوٹی بیٹی سے جو چھوٹی بی بی کے نام سے مشہور تھی بیاہے گئے انکے ایک بیٹا مرزا شفیع خان نامی پیدا ہوا تھا جب مرزا شفیع خان نیشاپور سے ہندوستان میں آئے تو نواب شجاع الدولہ نے انکو اپنی سپاہ میں رسالہ دار کر دیا اور آمنہ بیگم کی بیٹی کے ساتھ جو میر محمد امین المخاطب برہان الملک کی نواسی تھی اُنکی نسبت ہوئی لیکن ابھی رخصت عروس نے نپائی تھی کہ نواب شجاع الدولہ نے انتقال کیا اور مرزا شفیع خان دلی کو چلے گئے نجف خان ذوالفقار الدولہ کے انتقال کے بعد دلّی کے امیر الامرا ہوئے محمد بیگ خان ہمدانی نے دغا سے مار ڈالا مرزا بزرگ کے ایک بیٹا اور بھی تھا جو چھوٹی بی بی کے علاوہ ایک اور عورت کے بطن سے تھا اسکا نام زین العابدین خان تھا جو مرزا شفیع سے عمر میں بڑا تھا زین العابدین خان کا ازدواج نواب محمد قلی خان کی بیٹی بڈھن بیگم کے ساتھ ہوا تھا۔ بڈھن بیگم برہان الملک کی بیٹی محمدی بیگم کے بطن سے تھی زین العابدین خان کے بڈھن بیگم کے بطن سے ایک بیٹا اور ایک بیٹی پیدا ہوے۔ بیٹی بن بیاہی مر گئی بیٹے کو مرزا بزرگ کہتے تھے انکا عقد نکاح نواب شجاع الدولہ کی بیٹی سے ہوا مگر اس بیگم کے بطن سے مرزا بزرگ کے کوئی اولاد نہ تھی البتہ دوسری بی بی سے ایک بیٹا اور ایک بیٹی ہوے اور وہ خود حالت جنون میں مر گئے بیٹے کا نام قائم علی خان تھا جو مرزا برہان الدین حیدر عرف مرزا جنگلی کی پوتی سے بیاہے گئے تھے اور قائم علی خان کی بہن مرزا جنگلی کے بیٹے نواب مرزا کے ساتھ منعقد ہوئی تھی جس کے بطن سے تین بیٹے پیدا ہوے اور نواب محمد قلی خان عرف مرزا کوچک بن مرزا محسن جو اپنے چچا صفدر جنگ کی طرف سے الہ آباد کے ناظم تھے اور شجاع الدولہ کے ہاتھ سے مارے گئے پہلے محمدی بیگم بنت نواب برہان الملک کے ساتھ بیاہے گئے تھے اُنسے ایک بیٹی بڈھن صاحبہ نامی پیدا ہوئی جس کا بیاہ زین العابدین پسر مرزا بزرگ بن مرزا محسن کے ساتھ ہوا۔ محمدی بیگم کے مرنے کے بعد محمد قلی خان نے

میر شاہ میر پسر میر محمد یوسف کی بڑی بیٹی عرف بی بی کلاں سے نکاح کیا جس سے نیشاپور میں منسوب ہو چکے تھے اُس سے ایک بیٹا مرزا جعفر نامی پیدا ہوا۔ محمد قلی خان کا ایک بیٹا اور بیوی سے بھی تھا جس کا نام محمد علی خان ہے۔ محمد علی خان مرزا جعفر سے دو برس بڑا تھا۔ محمد علی خان کا بیاہ نہوا مگر بیویاں بہت تھیں۔ محمد علی خان کے ۵ یا ۶ بیٹے اور چار بیٹیاں تھیں بڑا بیٹا مرزا احمد علی خان جسکی شادی نجھی بیگم بنت نواب سعادت علی خان سے ہوئی دوسرا مقرب الدولہ مرزا مہدی علیخان پوتی بیگم بنت غازی الدین حیدر سے جو بادشاہ بیگم کے بطن سے تھی منسوب ہوا۔ پوتی بیگم کا انتقال نواب سعادت علی خان کے عہد میں ہو گیا ایک بیٹا محسن الدولہ اور دو بیٹیاں حاجی بیگم اور زہرہ بیگم چھوڑیں یہ محسن الدولہ کی شادی نصیر الدولہ محمد علی شاہ کی بڑی بیٹی نواب سلطان عالیہ بیگم سے غازی الدین حیدر کے عہد حکومت میں ہوئی تھی۔ محسن الدولہ کے ایک بیٹے مرزا علی قدر کی شادی علی نقی خان وزیر واجد علی شاہ کی بیٹی سے ہوئی اور محسن الدولہ کی دونوں بہنوں کو بادشاہ بیگم زوجہ غازی الدین حیدر نے پرورش کیا تھا جنکی شادیاں مرزا ابو تراب خان اور مرزا ابو القاسم خان ابنائے مرزا ابو طالب خان کے ساتھ ہوئیں محمد علی خان کا تیسرا بیٹا اکبر علی خان ہے جس کی شادی مرزا جعفر کی بیٹی سے جو غازی الدین حیدر کے بڑے مقرب تھے ہوئی۔

فائدہ مفتاح التواریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ مرزا محسن کے نکاح میں نواب نجف خان ذوالفقار الدولہ کی بہن بھی آئی تھی اور خطاب ان کا نواب عزت الدولہ تھا مرزا مقیم خلف جعفر خان بیگ کو انکے ماموں برہان الملک نے نیشاپور سے ہندوستان میں بلایا تو وہ حسب الطلب وطن سے روانہ ہند ہوئے۔ سعادت خان برہان الملک نے اپنی بڑی بیٹی صدر جہان بیگم کا عقد اُن سے کر دیا اور تھوڑے دنوں کے بعد اپنے صوبے کی نیابت پر مقرر کر دیا۔ برہان الملک کی سفارش سے

محمد شاہ نے انھیں ابوالمنصور خان صفدر جنگ خطاب عطا کیا۔ اس خاندان میں نواب صفدر جنگ اپنی بیاہتا بیوی نواب صدر جہاں بیگم بنت سعادت خان برہان الملک کے سوا مدت عمر میں کسی عورت سے واقف نہوے یہ بیگم نواب عالیہ کہلاتی تھیں صفدر جنگ کے اکلوتے بیٹے کا نام جلال الدین حیدر تھا جنکو صفدر جنگ نے پہلے پہل احمد شاہ بن محمد شاہ سے توپخانے کی دارو غگی دلا کر نائب میر آتش کر دیا تھا یہ شجاع الدولہ کے خطاب کے ساتھ مشہور و معروف ہیں۔

فائدۂ جلیلہ یہ تمام حالات بیان کرنے کے بعد یہ بات بھی لکھنے سے چارہ نہیں کہ فرست نامہ میں صفحہ ۱۔ پر لکھا ہے کہ پدر منصور علی خان کا مسہ سازے بوذکئی کتابوں مین دیکھا گیا ہے کہ ابوالمنصور خان کی جگہ منصور علی خان لکھا ہے اور یہ سہو ہے۔

صفدر جنگ کی مسند نشینی

جب برہان الملک نے انتقال کیا اور وہ دفن ہو چکے تو انکے بھتیجے شیر جنگ نے طہماسپ خان جلایر کے ذریعہ سے نادر شاہ کے حضور میں ایک عرضی بھیجی جس کا مضمون یہ تھا کہ میں سعادت خان کے بڑے بھائی کا بیٹا ہوں اور انکی جانشینی میرا حق ہے اور ابوالمنصور خان صفدر جنگ انکے بھانجے ہیں بھتیجے کے موجود ہوتے بھانجے کو میراث نہیں پہونچتی اسلیے امیدوار ہوں کہ اپنے بھائی محمد شاہ سے غلام کی سفارش فرمادیں تاکہ صوبہ داری اودھ کی سند فدوی کو مرحمت ہو جائے اس اثنا میں راجہ لچھمی نرائن پسر راجہ ہر نرائن وکیل نواب برہان الملک نے ایک عرضی اس مضمون کی تیار کی کہ نواب برہان الملک کو شیر جنگ کے ساتھ صفائی دلی حاصل نہ تھی۔ اگر صفائی دلی حاصل ہوتی تو وہ اپنی بیٹی صفدر جنگ کو نہ دیتے۔ برہان الملک کے مال و اسباب کے مالک صفدر جنگ

ف دیکھو جامع التواریخ ۱۲

ہیں۔ نواب شیر جنگ ملازمان بادشاہی مالک ہیں۔ جسکو چاہیں بخشیں۔ صفدر جنگ مرد متین اور خدا ترس اور صاحب لیاقت اور وعدے کے پابند ہیں اور تمام سپاہ اُنسے راضی ہے اور دو کرور روپیہ حضور میں پیش کرنے کو اُنھوں نے مہیا کیا ہے۔ یہ عرضی عبدالباقی خان زنگیہ کے توسط سے نادر شاہ کے حضور میں بھجوا دی نادر شاہ نے دونوں عرضیاں ملاحظہ فرماکر محمد شاہ سے صفدر جنگ کے واسطے خلعت حاصل کر کے اپنے ایک مصاحب کے ہمراہ اودھ کو صفدر جنگ کے پاس بھیجا اور اپنے یہاں کے دو سو سوار بھی روانہ کیے تاکہ صفدر جنگ سے وہ زر پیش کش وصول کرلائیں۔ چنانچہ وہ خلعت صفدر جنگ کے پاس پہونچگیا اور دو کروڑ روپے داخل خزانۂ نادری ہوے اور صفدر جنگ صوبۂ اودھ کی حکومت پر مستقل ہوگئے۔[51]

تاریخ تقرر یہ ہے ؎

سعادت خان چو شد مخلود جنت	فشرد اختر نگر را دل بحسرت
ابو المنصور خان وقتیکہ مامور	بجائش شد مع الخیر و سعادت
فروغ تازہ تراختر نگر یافت	ز نور نظم و نسق ماہ طلعت
ز تاریخ جلوسش ہاتف غیب	رقم کردہ زہے زیبائے خلعت[52]

لیکن جہانکشائے نادری اور دُرّۂ نادرہ میں لکھا ہے کہ برہان الملک کے مرنے کے بعد انکے خزانۂ اودھ سے ایک کرور روپیہ اور قیمتی جواہرات اور دوسرا عمدہ اسباب اور ہاتھی نادر شاہ کے پاس آئے اور بیان الواقع میں بیان کیا ہے کہ نادر شاہ نے نواب شیر جنگ کو برہان الملک کا خزانہ لانے کے لیے اودھ میں ابوالمنصور خان کے پاس بھیجا چنانچہ وہ وہاں سے ایک کروڑ اسّی لاکھ روپے نقد لائے اور بیس لاکھ روپے جو دلی میں برہان الملک کے موجود تھے وہ ملا کر دو کروڑ کی رقم پوری کی اور مورد اشفاق ہوے۔

صفدر جنگ بہت ڈرپوک تھے

فرح بخش میں محمد فیض بخش نے لکھا ہے کہ نادر شاہ کے ہنگامے اور برہان الملک کی رحلت کے بعد سلطنت دہلی کے رعب و داب میں فرق آتے ہی چاروں طرف ملک میں بد امنی پھیل گئی ہر طرف جھگڑے اور فساد کھڑے ہونے لگے ہر ایک زمیندار خود سری کا دعوے کرنے لگا ایک ادنیٰ آدمی جو تلوار کا استعمال بھی نہیں جانتا تھا وہ بھی انانیت کا دعوے کرتا تھا۔ اودھ میں لکھنؤ سے سات کوس کے فاصلے پر امیٹھی واقع ہے نصرت اللہ اور فرحت اللہ وہاں کے زمیندار تھے اُنھوں نے بھی فتنہ پردازی پر کمر باندھی اور ایک لاکھ گنوار جمع کر لیے اسی طرح حسینپور اور تلوئی اور گڑھ امیٹھی کے زمیندار اور جگدیس پور کے نو مسلم بھی سرکشی پر آمادہ ہو گئے اور سب نے اتفاق کر کے صفدر جنگ کی حکومت کو اُٹھا دیا۔ نواب کے پاس مغلیہ فوج کثرت سے تھی توپخانہ بھی کافی تھا مگر بزدلی ذاتی کی وجہ سے سہم گئے اور اُن سرکشوں کے تدارک کے لیے لکھنؤ سے کوچ کرنے میں تامل کرتے تھے انکے میدان میں نہ نکلنے سے زمینداران باغی کی اور بھی ہمّت بڑھ گئی اور اب یہاں تک نوبت پہونچی کہ حکومت کے حق میں حقارت آمیز الفاظ علانیہ بولنے لگے نواب کی بیگم نے انکو سمجھایا اور بہت کچھ غیرت دلائی اور اُن زمینداروں کی سزا دہی کیلیے آمادہ کیا بیگم کی تاکید سے خیمے باہر نکلے نواب نے سپاہ کے ساتھ کوچ کیا اور بہت جلد اُن بدمعاشوں کا کام تمام ہو گیا۔

بن جی زمیندار کے بیٹے اور بھائیوں کا بغاوت کرنا صفدر جنگ کا اُنکی تنبیہ کے لیے عزیمت فرمانا

عزیز القلوب سے مستفاد ہوتا ہے کہ بن جی نام ایک بہت بڑا زمیندار اودھ کے علاقے میں

تھا اور یہ شخص ساختہ و پرداختہ اسی خاندان کے ہاتھ کا تھا جب تک وہ زندہ رہا نہایت مطیع رہا اسکے بعد اُسکے بیٹے اور بھائیوں نے اس نعمت کی قدر نجانی اور کفران نعمت پر کمر باندھی مخالفت کرنے لگے صفدر جنگ نے انکی سزادہی کا قصد کیا وہ نہایت مضبوط قلعوں میں رہتے تھے اسلیے اطاعت پر مائل نہوے صفدر جنگ نے بارہ شبانہ روز اُنسے لڑائی جاری رکھی اور آخر کار اُنکے قلعے مفتوح ہو گئے اور اُنکے تمام ساتھی منہزم ہوے اور بن جی کا بھائی ایک معرکہ میں کام آیا اور دوسرا گرفتار ہوا اور تمام ہاتھی گھوڑے اور توپیں نواب کے قبضے میں آئیں۔

اسی زمانے میں مرہٹوں کی آمد آمد کی شہرت ہوئی نواب نے اُنکے مقابلے کے لیے انتظام کیا اور نواب محمد خان بنگش والی فرخ آباد کو بھی لکھا اُسنے صفدر جنگ کو جواب دیا کہ اگر وہ ادھر کا قصد کرینگے تو میں ضرور اُنسے جنگ کر کے سزا دونگا۔

صفدر جنگ کا بادشاہ کے حکم سے بنگالے کو جانا

عماد السعادت میں لکھا ہے کہ سراج الدولہ کے باپ الہ وردی خان مہابت جنگ صوبہ دار بنگالہ کو مرہٹوں کی مہم پیش آئی اور وہ تمام فوج کے ساتھ اُنکے مقابلے کے لیے روانہ ہوا۔ نواب امیر خان عمدۃ الملک صوبہ دار الہ آباد نے محمد شاہ کو متواتر عرضیاں اس مضمون کی بھیجیں کہ ان دنوں مہابت جنگ دکھنیوں کی مہم میں مبتلا ہے بنگالے کی تمام فوج اُسکے ساتھ ہے حضور صفدر جنگ کو حکم دیں تو وہ اپنی فوج کے ساتھ اُس ملک پر قبضہ کر لیں اور ایسا ملک وسیع اولیاے دولت کے قبضے میں آجائے اگر حضور اُس ملک کی نیابت صفدر جنگ سے متعلق فرمادینگے تو صفدر جنگ سال بہ سال زر خراج بخوبی ادا کرتے رہینگے اور اگر وہ ملک کسی دوسرے امیر شاہی کے سپرد ہو جائے گا تو وہ بھی ایسا ہی کریگا۔ بادشاہ نے عمدۃ الملک کا معروضہ پسند کیا اور صفدر جنگ کو حکم دیا کہ وہ بنگالے کو فوج لیکر چلے جائیں۔

لیکن جام جہان نما اور مآثر الامرا سے ثابت ہے کہ بادشاہ نے صفدر جنگ کو ۱۱۵۵ہجری

یں مہابت جنگ کی مدد کے لیے بھیجا تھا جسکا قافیہ مرہٹوں نے تنگ کر رکھا تھا اور اس مہم کے صلے میں قلعہ رہتاس اور قلعہ چنار گڑھ بادشاہ نے صفدر جنگ کو مرحمت کیا تھا بہر صورت صفدر جنگ آدھی فوج نولرائے کی ماتحتی میں کرکے اور اُسے صوبہ اودھ کے انتظام کے لیے چھوڑ کر خود ۱۱۵۵ھ[1] ہجری میں عظیم آباد کو روانہ ہوئے۔ اُن دنوں اسد الدولہ ہدیت علیخان مہار پوری مہابت جنگ کی طرف سے عظیم آباد میں نیابت کے طور پر صوبے کا کام کرتا تھا اُس کی فوج کم تھی وہ صفدر جنگ کی آمد آمد سے گھبرا گیا اور پرتاب نرائن معروف بہ پرتاب سنگھ ابن دیوان آتما رام سے خط و کتابت کرکے اُسکی معرفت صفدر جنگ کی ملازمت حاصل کی نواب نے اُسکے حال پر مہربانی کی یہاں روایت کی دو صورتیں ہیں بعض کہتے ہیں کہ صفدر جنگ کی فوج عظیم آباد میں داخل ہوئی تھی اور بعض کہتے ہیں کہ عظیم آباد کے باہر رہی تھی لیکن نزدیک تھا کہ داخل ہو اسلیے کہ کوئی مانع و مزاحم باقی نہ رہا تھا۔ مہابت جنگ کو جبکہ وقائع نگار کی تحریر سے یہ حال معلوم ہوا تو مرہٹوں سے صلح کرکے عظیم آباد کی طرف لوٹا اور صفدر جنگ کو لکھا کہ مجکو عرصہ دراز سے آپکے ملنے کا اشتیاق ہے الحمد للہ کہ خود بدولت بہ نفس نفیس تشریف لائے اگر اُس جگہ یاد کرتے تو بندہ خود حاضر ہو جاتا اب امیدوار ہوں کہ میرے پہونچنے تک وہاں سے روانہ نہوں۔ نواب صفدر جنگ نے یہ تحریر دیکھ کر سمجھ لیا کہ مہابت جنگ دھمکی دیتا ہے اسلیے راجہ نولرائے کو ایک شقہ لکھا کہ تم وہاں کا انتظام کرکے تمام فوج کے ساتھ فوراً ہمارے پاس چلے آؤ کہ مہابت جنگ سے لڑائی درپیش ہے بادشاہ کو جب یہ حال معلوم ہوا تو اُنھوں نے صفدر جنگ کو ایک شقہ لکھا جسکا مضمون یہ تھا کہ مہابت جنگ سے جنگ کرنا ہماری مرضی کے خلاف ہے بہت جلد اپنے صوبے کو لوٹ جاؤ بادشاہ نے ایک شُقہ مہابت جنگ کو بھی اس مضمون کا

---

[1] دیکھو جام جہان نما ۱۲

بھیجا:۔ "چونکہ ہمکو مرہٹوں کی مہم درپیش ہے اور تمام سپاہ کے ساتھ اُنکے مقابلے کے لیے اپنے مقام سے کوچ کیا ہے مگر ہمکو یہ خبر ملی تھی کہ بنگالے میں سواے فوج پیادہ محافظ شہر عظیم آباد کے اور سپاہ نہیں اسلیے یہ خیال پیدا ہوا تھا کہ مُبادا مرہٹے وہاں پہونچکر غارت گری کریں پس صفدر جنگ کو اُس ملک کی حفاظت کیلیے مامور کیا تھا تاکہ مرہٹے اُدھر کا رُخ نکریں اسلیے تم کو انکا مقابلہ نکرنا چاہیے بلکہ اُنسے محبت سے پیش آنا چاہیے"۔ صفدر جنگ اِس شقے کے پہونچنے کے بعد وہیں مقیم رہے جب دیکھا کہ مہابت جنگ مرشد آباد میں ٹھہر گیا اور جس عجلت کے ساتھ اِدھر آرہا تھا اب نہیں آتا تو اودھ کی طرف واپس ہوے اِسکے بعد مہابت جنگ عظیم آباد کو آیا اور بادشاہ کا شُقّہ اپنے خط کے ساتھ صفدر جنگ کو بھیدیا مہابت جنگ کے خط کا مضمون یہ تھا کہ "آپ کی فوج کے دبدبے سے مرہٹے بادشاہی ملک میں دخل نہیں کرسکے بلکہ خاص آپکی آمد کی وجہ سے صلح کر کے چلے گئے پھر آپنے اتنی جلدی کیوں مراجعت کی اتنا ضرور ٹھہرنا چاہیے تھا کہ میں وہاں پہونچ جاتا اور مراسم شکر گذاری بجالاتا اب مجکو نہایت شرمندگی ہے"۔ غرضکہ صفدر جنگ نو مہینے کے بعد اپنے صوبے میں داخل ہو گئے۔ سید ہدایت علی خان سہارنپوری ہمراہ تھا۔

لیکن سید ہدایت علی خان کے بیٹے نے سیر المتاخرین میں جو کچھ لکھا ہے وہ بیان عماد السعادت کی اس روایت سے بہت کم ملتا ہے وہ کہتا ہے کہ جب رگھوجی بھوسلہ نے بھاسکر پنڈت کو بنگالے پر یورش کے لیے بھیجا تو مہابت جنگ نے بادشاہ کی خدمت میں لکھا کہ ایسے وقت میں کوئی امیر میری مدد کے لیے متعین فرمایا جائے۔ اگر خدانخواستہ فدوی تباہ ہوا تو سلطنت کی شان و شوکت میں بل آجائے گا محمد شاہ نے اپنے اُمراسے مشورہ لیا اور عمدۃ الملک صوبہ دار الہ آباد کو بھی لکھا سب نے عرض کیا کہ ضرور مدد دینی چاہیے بادشاہ نے نہایت جلد ایک شُقّہ خاص اپنے قلم سے ابو المنصور خان صفدر جنگ کو لکھا اور تاکید کی کہ جلد مہابت جنگ کی مدد کے لیے بنگالے کو چلے جائیں

اور عمدۃ الملک صوبہ دار الہ آباد کو بھی لکھا کہ جس طرح ممکن ہو ابو المنصور خان کو مہابت جنگ کی مدد پر روانہ کرے وہ حیلہ نہ کرنے پائے بہ تعمیل حکم صفدر جنگ نے آخر شوال یا اول ذیقعدہ ۱۱۵۵ھ ہجری میں فوج مغل اور ہندوستانی اور کسی قدر باز ماندہ مغلیہ فوج نادری کے ساتھ جس میں مغل سات ہزار کے قریب ہونگے اور ہندوستانی دس بارہ ہزار تھے اور دوسرا سامان توپخانہ وغیرہ ہمراہ لے کر اپنی دار الامارت فیض آباد سے کوچ کر کے عمدۃ الملک کو لکھا کہ میں بادشاہ کے حکم سے مہابت جنگ کی مدد کو جاتا ہوں۔ مگر مرہٹوں سے لڑنا آسان نہیں ہے۔ میرا صوبہ مفسد اور بد معاش زمینداروں کا آرام گاہ ہے۔ اُنکی وجہ سے ناموس کے باب میں بڑا اندیشہ ہے نہ تو انکو صوبۂ اودھ میں چھوڑ سکتا ہوں۔ کیونکہ کوئی مستحکم جگہ اِس صوبے میں نہیں ہے اور نہ ہمراہ لے جا سکتا ہوں پس اُمیدوار ہوں کہ قلعہ رُہتاس اور چنار گڑھ عنایت ہوں تاکہ عیال و اطفال کی طرف سے دلجمعی کر کے مرہٹوں کی سزا دہی میں مصروف ہوں۔ عمدۃ الملک نے یہ امر منظور کر کے لکھا کہ بادشاہ سے عرض کر کے اجازت حاصل کر لو اور اس بارے میں میں بھی بادشاہ کے حضور میں تحریک کرونگا۔ جب بادشاہ کی خدمت میں عرضی گئی تو اُنھوں نے قلعہ رُہتاس اور چنار گڑھ کی قلعہ داری صفدر جنگ کے حوالے کی اور قلعہ داروں کو حکم بھیجا کہ ان قلعوں کو صفدر جنگ کے حوالے کر دیں۔ صفدر جنگ بنارس تک پہونچکر پُل باندھکر دریاے گنگا سے اُترے اور اپنے عیال و اطفال کو لیکر قلعہ چنار گڑھ میں آئے اور اُس کو دیکھ کر پسند کیا اور اپنی جانب سے اُس کی محافظت کے لیے آدمی مقرر کر کے آپ بہ کمال شوکت و جاہ عظیم آباد کا قصد کیا اور متعلقین کو عظیم آباد ہمراہ لے گئے اس ارادے سے کہ اگر عظیم آباد کے گرد و نواح میں مرہٹوں سے مقابلہ ہو جائیگا تو بہر صورت متعلقین کو قلعہ مذکور میں پہونچا دیا جائے گا۔ مہابت جنگ نے سید ہدایت علی خان نائب عظیم آباد کو لکھا

کہ صفدر جنگ مدد کو آتے ہیں جب یہ پہونچیں تو استقبال کرنا چاہیے تاکہ اُنکو کسی طرح کا ملال نہو عظیم آباد میں صفدر جنگ کی فوج مغلیہ کی آمد آمد سے عجیب طرح کا زلزلہ اور غلغلہ پڑ رہا تھا گویا ایک قیامت برپا تھی۔ کیونکہ یہاں کے لوگوں نے دلّی میں قتل عام نادری کی خبر سُن رکھی تھی۔ سید ہدایت علی کے پاس جس قدر سپاہ اور سامان جنگ تھا صفدر جنگ کے ساز و سامان اور فوج کی آن بان کے روبرو اُسکی کیا حقیقت تھی سید ہدایت علی چونکہ صفدر جنگ سے پہلے سے شناسائی نہیں رکھتا تھا حفظ آبرو کے خیال سے مرید خان کو ملاقات کے لیے واسطہ بنایا۔ یہ مرید خان چونکہ محمد شاہ کے اُمرا میں سے تھا اسلیے صفدر جنگ سے تعارف رکھتا تھا۔ مرید خان صفدر جنگ کی ملاقات کو گیا اور سید ہدایت علی کی ملاقات کے لیے تقریب کی اور صفدر جنگ کی طرف سے ایک پروانہ تشفی اور دلاسے کے مضمون کا لے کر سید ہدایت علی کے پاس پہونچا۔ سید ہدایت علی گھاٹ مُنیر تک اپنے ضروری سامان کے ساتھ استقبال کو گیا۔ صفدر جنگ نے اُسپر بہت مہربانی کی بعد اسکے صفدر جنگ عظیم آباد کو آئے اور سید ہدایت علی کے طرز عمل سے بہت خوش رہے۔ صفدر جنگ نے عظیم آباد پہونچکر حکم دیا کہ قلعہ مہابت جنگ کے اسباب اور مال وغیرہ سے خالی کر دینا چاہیے بلکہ اس حکم کے پیشتر ہی اُنکے نوکر قلعہ کے دروازوں پر بیٹھ گئے تھے۔ آدمیوں کا نکلنا اور اسباب کا باہر آنا متعذر ہوا۔ سید ہدایت علی نے حکم کی تعمیل کی۔ صفدر جنگ بڑے کر و فر سے شہر عظیم آباد میں داخل ہوے اور قلعہ کو بنظر اجمالی ملاحظہ فرما کر چند ہمراہیوں کو متعین کیا اور خود اپنے نانا کی قبر پر واسطے فاتحہ کے گئے جو عظیم آباد میں مدفون ہیں۔ یہ جگہ سعادت خان کے باپ کے مقبرے کے نام سے مشہور ہے اور وہاں سے باقی پور میں جہاں اُن کا لشکر مُقیم تھا گئے۔ تمام منصب دار اور اُمرا و زمیندار اُن کے سلام کو حاضر ہوے صفدر جنگ میں غرور و نخوت بہت تھی اکثر عالی شان آدمیوں سے نہایت بے التفاتی

سے پیش آئے جس سے وہ لوگ بیدل اور ناراض ہوئے۔ کچھ عمدہ ہاتھی اور بڑی بڑی توپیں
مہابت جنگ عظیم آباد میں اسلیئے چھوڑ گیا تھا کہ اگر مرہٹے ادھر کا رخ کریں تو اُنکے مقابلے میں
کام آئیں صفدر جنگ نے اُنکی تعریف سُنکر سید ہدایت علی سے فرمایا کہ وہ ہاتھی اور توپیں ہمیں دیو
اور اُنکی قیمت ہم سے لو ہدایت علی خان نے جواب دیا کہ نہ تو میرا آقا سوداگر ہے اور نہ میں
اُس کا گماشتہ ہوں وہ بھی امیر ہے اور حضور بھی امیر ہیں اور باہم رابطۂ اتحاد ہے پس اُس کا
اور آپ کا مال واسباب جُدا نہیں جو چاہے تصرف میں لایئے۔ مگر میں اپنی طرف سے بدون اجازت
مالک کے نہیں دے سکتا۔ صفدر جنگ نے اس جواب پر کچھ التفات نہ کیا اور دو تین ہاتھی
تین چار توپیں اپنی سرکار میں داخل کرلیں اور یہ بات بالکل اُنکی شان کے لائق نہ تھی جب
یہ خبر مہابت جنگ نے سُنی تو اُسپر بہت شاق گذرا اُسنے خیال کیا کہ صفدر جنگ کی وضع مخالفانہ
ہے اسلیئے صفدر جنگ کو اس مضمون کا خط لکھا کہ آپ مرشد آباد کو نہ آیئے اپنے صوبے کو معاودت فرمایئے
اور بادشاہ کو بھی عرضی لکھی کہ مجھے صفدر جنگ ایسے لوگوں کی مدد کی حاجت نہیں باقبال حضور
جو کچھ ہوگا اپنی جانفشانی سے تعمیل کرونگا اُمیدوار ہوں کہ صفدر جنگ کے نام واپسی کا حکم
صادر فرمایا جائے ورنہ میری اور اُنکی صحبت موافق نہ آئے گی"۔ بادشاہ نے بموجب گذارش
مہابت جنگ کے صفدر جنگ کے نام شُقۂ خاص جاری کیا کہ بہت جلد اپنے صوبے کو لوٹ جاؤ۔
اور اُنکے وکلا کو بھی تاکید سخت ہوئی ابھی صفدر جنگ کے پاس بادشاہ کا شقہ معاودت کے باب
میں نہیں پہونچا تھا کہ اُنکے وکلا نے اُنکو پیشتر سے اس امر کی اطلاع کردی کہ مہابت جنگ کی
عرضی موصول ہونے پر بادشاہ نے معاودت کے واسطے آپکو لکھا ہے اور صفدر جنگ کو اُن کے
ہرکاروں کے ذریعے سے یہ بھی خبر پہونچی کہ حسب الحکم بادشاہ بالاجی راؤ مہابت جنگ کی
کمک کے لیئے بھاسکر کے مقابلے میں اپنے مقرِ دولت سے روانہ ہوا ہے چونکہ باجی راؤ اور برہان الملک

سے سنہ ۱۱۴۹ ہجری میں جھگڑا ہوا تھا اور چند مرہٹہ سرداروں کو برہان الملک نے میدان معرکہ میں گرفتار کیا تھا کہ وہ ابتک صفدر جنگ کی قید میں تھے۔ اِسلیے صفدر جنگ بالاجی راؤ سے اندیشہ رکھتے تھے اِسلیے اُنھوں نے اپنا لوٹ جانا مصلحت سمجھا اور بہت جلد عظیم آباد سے کوچ کرکے گھاٹ مُنیر پر پُل باندھکر اُتر گئے اور مُنیر سے سید ہدایت علی کو رخصت کر دیا۔ صفدر جنگ نے محمد خان بنگش کو بھی لکھا کہ آپ مرہٹوں کو ادھر آنے سے روکیں۔ اگر ان ممالک میں پہونچگئے تو اُنکے ہاتھ سے بڑا نقصان پہونچے گا جس کا جواب محمد خان نے یہ دیا کہ "ہواخواہ کی دوستی سے ہر طرح آپ اپنے دلکو مطمئن رکھیں۔ کیونکہ کفار کے ہنگامے میں تمام مسلمانوں پر واجب ہے کہ متفق اللفظ والمعنیٰ ہوں اور چونکہ ہمارے اور آپکے درمیان مراتب ہمسائگی کے علاوہ اتحاد دلی متحقق ہے پھر کس طرح کفار کی شورش کے وقت علٰحدہ رہ سکتا ہوں" اور پھر صفدر جنگ کے دوسرے خط کے جواب میں محمد خان یوں لکھتا ہے کہ مرہٹوں کی تنبیہ اور گوشمالی ساز و سامان سے تعلق رکھتی ہے اور خدا کے فضل سے آپ ہر طرح کا سامان اور اقتدار رکھتے اور توپیں اور جزائل آپکے پاس ایسی ہیں کہ اگر اُن گمراہوں کے ایک لاکھ سے زیادہ سوار مقابلے میں آئینگے تو اُنکے صدمے سے مثل زاغان کمان دیدہ کے ٹھہر نہیں سکینگے۔ اگرچہ میری خانہ نشینی اور بے سلمانی کی کیفیت چُھپی ہوئی نہیں ہے لیکن پہلے اِس سے بھی مکرر آپکو لکھا گیا اور اب پھر تحریر کرتا ہوں کہ میں ہر طرح آپ کا شریک ہوں اگر فرض کر لیا جائے کہ مرہٹے جمنا کو عبور کرینگے تو اول اُن کا مقابلہ میرے ساتھ واقع ہوگا اور خدا کی عنایت سے اُن کو سزا ہیں ایسی اچھی طرح دیدی جائے گی کہ پھر اُن کو گنگا کے عبور کرنے کی مجال نہ رہے گی۔[5]

۵ لہ دیکھو عزیز القلوب ۱۲

عمدۃ الملک کی تحریک سے بادشاہ کا صفدر جنگ کو دہلی میں بُلانا

(جام جہان نما مین ذکر کیا ہے کہ) عمدۃ الملک امیر خان نے قمرالدین خان وزیر اعظم کی نیش زنی کے خوف سے جسکی وجہ سے اُسکو دلّی چھوڑ کر الہ آباد کی صوبہ داری پر جانا پڑا تھا صفدر جنگ سے دوستی پیدا کر لی تھی ۱۱۵۶ھ ہجری میں بادشاہ نے عمدۃ الملک کو دلی میں طلب کیا تو اُسنے بادشاہ سے عرض کر کے صفدر جنگ کو بھی اودھ سے بُلوایا۔ ابتداے رجب ۱۱۵۶ھ ہجری میں بادشاہ کا شُقّہ صفدر جنگ کی طلب میں پہونچا (سیر المتاخرین میں ہے کہ) بعد ورود شُقّہ بادشاہی صفدر جنگ نے جو کہ سابق سے عمدۃ الملک سے دوستی پیدا کر کے اپنے آپکو اس کا متوسل خیال کرتے تھے اُس سے حاضری کے بارے میں راے لی۔ عمدۃ الملک نے ایسے مقتدر کا اتفاق اپنے ساتھ بادشاہ کے حضور میں ضروری سمجھ کر ترغیبات دیں صفدر جنگ اُسکے ایما سے روانگی پر آمادہ ہوے اور نولراے کو جو سابق میں صفدر جنگ کی سرکار میں ادنیٰ درجے کا مُلازم تھا اور بتدریج ترقی کر کے اعلیٰ درجے پر پہونچ گیا تھا اپنی نیابت پر تجویز کیا اور چند روز افسران فوج اور اپنے سرداروں اور معتمدوں کے حاضر ہونے اور سامان سفر تیار کرنے کے لیے ٹھہرے رہے اور عمدۃ الملک سے اپنی حاضری کا وعدہ کیا عمدۃ الملک صفدر جنگ کی روانگی سے قبل الہ آباد سے کوچ کر کے رمضان ۱۱۵۶ھ ہجری میں دلّی پہونچ گیا تھا۔

وسط شعبان میں صفدر جنگ تمام سامان تیار کر کے چلنے کو تیار ہوے جب تمام فوج اور سامان روانگی کو تیار ہوا تو ایک گھڑی تک سمیع بیگ خان کے مکانمیں ٹھہرے اور عبدالرحیم خان منجم باشی نے آفتاب کو اصطرلاب میں دیکھ کر ساعت روانگی کی خبر دی۔ صفدر جنگ سوار ہو کر

اپنے پیش خیمہ میں داخل ہوے جو تھوڑی مسافت پر اِستادہ تھا یہاں چندروز قیام کرکے اوائل ماہ رمضان میں کوچ کیا اور مع اہل وعیال کے روانۂ دہلی ہوے (گیان پرکاش میں بیان کیا ہے کہ) سواری فیض آباد سے سات آٹھ کوس پر نکلی تھی کہ وہاں یعنے اثناے راہ دہلی میں شجاع الدولہ کی ولادت کی خبر سُنی تمام رسالہ داروں اور جماعہ داروں اور امیروں نے مبارکباد کی نذریں دکھائیں ایک شخص نے تاریخ تولد اس طرح نظم کرکے نذر کی ؎

بدولتخانۂ نواب منصور برآمد آفتاب از مطلع نور

نواب نے ناظم کو پانچہزار روپے نقد دیے اور پانچ گانوں جاگیر میں عطا کیے۔ اور جس مقام پر یہ خبر سُنی تھی وہاں مبارک گنج آباد کیا۔ اس شعر کے دوسرے مصرع سے گیارہ سو چالیس نکلتے ہیں اور یہ سفر گیارہ سو چھبین میں واقع ہوا تھا گیان پرکاش کے مؤلف سے غلطی ہوئی۔ حقیقت میں شجاع الدولہ ۱۱۴۴ھ ہجری میں پیدا ہوے تھے لیکن یہ وہ زمانہ تھا کہ صفدر جنگ ابھی مسند نشین نہیں ہوے تھے۔ برہان الملک زندہ تھے۔ صفدر جنگ نے نانا مئو گھاٹ واقع پرگنۂ بلہور[1] ضلع کانپور پر پہونچکر چار روز تک مقام کیا اور کشتیوں کا پل بندھوا کر گنگا کو عبور کیا۔ شمشیر خان چیلہ نواب محمد خان والی فرخ آباد کی طرف سے پرگنات موسلے نگر۔ بلہور۔ اکبر پور اور قنوج کا عامل تھا اُسنے کہا کہ جب تک اُس نقصان کی بابت جو فصلوں کو پہونچے معاوضہ نہ دیا جائے تب تک میری عملداری کی حدود میں صفدر جنگ کے خیمے کھڑے نہوں یہ حکم شمشیر خان کا صفدر جنگ کو ناگوار گذرا اور اُنھوں نے ایک سانڈنی سوار اِس مضمون کا خط لکھکر فرخ آباد کو بھیجا۔

[1] یہ پرگنہ قنوج کے مشرق میں ہے ۱۲

نواب نامدار سلامت ۔ شمشیر خود را در میان بکن ۔ وگرنہ آب نخواہد ماند۔

محمد خان نے اپنے دیوان صاحب رائے کو جواب ترکی بترکی لکھدینے کا حکم دیا منشی نے اُس خط کی پشت پر اسطرح جواب لکھا۔

"نواب نامدار سلامت ۔ این شمشیر مردان در معرکہ میدان بخون چشیدہ بمیان نمی آید"

صفدر جنگ نے یہ جواب پاکر چاہا کہ شمشیر خان کے ساتھ مقابلہ کریں لیکن اُنکے مشیروں نے اُنکو لڑنے کی رائے نہیں دی اور یہ کہا کہ بادشاہ کی ناخوشی کا سبب ہوگا اور لوگوں نے یہ بھی کہا کہ اگر آپ لڑے اور فتحیاب ہوے تو کہا جائے گا کہ چیلے کے ساتھ لڑے تھے اور اگر خدانخواستہ نوع دیگر معاملہ ہوا تو ہمیشہ کے لیے بدنامی کا ٹیکا آپکے ماتھے رہے گا چنانچہ وہ اُس قرب وجوار سے فی الفور روانہ ہوکر دہلی چلے گئے ۔ شمشیر خان کے اشارے سے اُن کی خاص فوج کا اسباب لُٹ گیا کہتے ہیں کہ اسی نزاع کی وجہ سے لکھنؤ کے حکام اور محمد خان کے خاندان میں باہم ملال پیدا ہوگیا یہ بیان آرون صاحب کی تاریخ کے مُطابق ہے مگر عزیز القلوب سے معلوم ہوتا ہے کہ نواب محمد خان بنگش اور صفدر جنگ میں اُس وقت تک نہایت دوستی اور تپاک تھا اور نواب محمد خان بنگش کی عین خوشی یہ تھی کہ صفدر جنگ اثنائے سفر میں فرخ آباد میں بھی نزول اجلال فرمائیں اور صفدر جنگ کا بھی ابتدا میں یہ ارادہ تھا ۔ مگر پھر محمد شاہ بادشاہ کی تاکید کی وجہ سے وہ فرخ آباد کو نہ جاسکے جسکی معذرت اُنھوں نے محمد خان کو لکھی تو اُسنے شمشیر خان اور افضل خان کو مراتب اشتیاق گذارش کرنیکے لیے صفدر جنگ کے لشکر میں بھیجا تھا بلکہ جب صفدر جنگ کے دہلی کو روانگی کے ارادے سے گنگا کو عبور کرنے کا حال محمد خان کو معلوم ہوا تو خود اُس کا جی چاہا کہ فرخ آباد سے چلکر صفدر جنگ کے پاس ملنے کو جائے مگر بوجہ علالت کے خود تو نہ جاسکا اپنی طرف سے عطاءاللہ خان کو

صفدر جنگ کے لشکر میں انکی خیر و عافیت کے استفسار کے لیے بھیجا چنانچہ محمد خان کے تین خطوں میں اس کا ذکر ہے جنکو عزیز القلوب سے یہاں نقل کیا جاتا ہے۔

خط اوّل انچہ بجہت تشریف بردن بحضور انور مکنون خاطر بودہ باشد مُطّلع باید ساخت لیکن یک مرتبہ تشریف بردن بہ پیش گاہ فلک کارگاہ اصلح و اصوب ست کہ درین صورت ہم نظام مہام مغلوبی و منکوبی مخالفان و ہم سرمۂ گلوے تحریر سخن طرازان خواہد بود و بہ فضل الٰہی ایتلاف قلوب و مجتبہاے روحانی آنقدر استحکام و اسلوب پذیرست کہ شمۂ ازان تقریر و تحریر نے تواں نمود انچہ بہ بنیان اتحاد مؤکد باشد اہتمام تمام بر آن لازم وضرور وبپاس این مراتب بر وقت احتیاج از جانبین مراسم اعانت ہمگراز قوت بفعل رسد یعنی خدانخواہد اگر در نواح مفوضہ کارپردازان شریف شورے بروے کار آید ازین طرف بہ فرستادن فوج وغیرہ تشئید مبانی وداد لمعہ ظہور دہد و بر تقدیرے کہ درین ضلع غبار آشوبی برخیزد بہ نشاندن آن کارپردازان ایشان بہ مساہمت و موافقت پردازند۔

خط دوم۔ نواب صاحب مہربان سلامت۔ درین ہنگام نشاط آغاز بہجت انجام تشریف شریف این روے دریاے گنگ بعزیمت حضور پرنور مسامع افروز گردیدہ دل اتحاد منزل را افادۂ فراوان بہجت و سرور ساخت اگرچہ تمناے باطن آن بود کہ بہ صدور مناشیر مباہات تخمیر فوراً آستان بوس میمنت مانوس پردازد لیکن بنابر کثرت عارضہ و قلت توانائی نشست و برخاست لاچار۔ چندے از دریافت این دولت عظمےٰ مقصر و معذور ماند انشاء اللہ المتعال قسمے کہ درین روزہا طبیعت رو بہ بہی دارد ہمین کہ از قرار واقع رفع مرض مے شود و ناتوانی بتوانائی ابدال مے پذیرد بر جناح استعجال شتافتہ کامیاب ویرین آرزو گر

احراز سعادت قدمبوس اقدس اعلی عبارت ازان ست سے شوو و بگرامی دریافت ذخیرہ اندوزِ ابتہاج می گردد بالفعل سیادت و رفعت پناہ سید عطاء اللہ را روانہ ساختہ کہ حالات خجستہ سمات را بہ چشم خود بلا واسطہ معائنہ نمودہ بہ نگارد و مترقب کہ تا انقضائے ایام مباعدت مدام بارقام خیریتہا قرین مسرت و شادمانی ہا باید داشت۔

خط سوم زبانی رستم بیگ انچہ حوالہ شدہ بود با براز نامبردہ دریافت شد اگر تشریف آوری شریف باین راہ اتفاق می شد لوازم ضیافت قسمے کہ دل می خواست بعرصۂ ظہور می رسید لیکن چہ توان کرد بنا بر تاکید حضور انور عزیمت سامی از ہمان راہ صورت گرفت باین مسافت رسیدن طعام پختہ متعذر بود لہذا رفعت پناہ شمشیر خان و افضل خان را فرستادہ شد مراتب اشتیاق را بگذارش خواہند آورد امید کہ ہنگام مواصلت مسرت مسالمت ہموارہ بہ صحائف نشاط آگین انبساط تزئین خاطر دوستی دوست را مسرور و منبسط باید داشت

اب ہم پھر اصل بیان کی طرف رجوع کرتے ہیں کہ نولرائے جو صفدر جنگ کے ساتھ تھا اُسکو صفدر جنگ نے گنگا کے گھاٹ سے اودھ کو رخصت کر دیا اور سید ہدایت علی کو خیرآباد کی فوجداری دیکر نولرائے کے ہمراہ کیا اور کہا کہ تم نے سفر کا رنج اُٹھایا ہے چند روز آرام کرو اگر راجہ سے صحبت برآر نہو تو ہمارے پاس چلے آنا۔ مگر سید ہدایت علی نے راجہ کی ماتحتی قبول نہ کی اور صفدر جنگ کے ہمراہ رہے بکوہ جالیسر کے نواح میں عید آئی صفدر جنگ نے وہاں مقام کیا مراسم عید ادا ہوے پھر کوچ کر کے دہلی کے نزدیک پہونچے۔ نثار محمد خان بہادر شیر جنگ ولد سیادت خان برادر سعادت خان برہان الملک جو کہ صفدر جنگ کے ماموں کا بیٹا تھا اور بجائے خود ایک امیر تھا مع راجہ لچھمی نرائن وکیل صفدر جنگ کے دو تین منزل پیشتر استقبال کو آیا اور صفدر جنگ دریائے جمنا کے کنارے پہونچے اور یہاں مقام کیا اور

اپنی فوج مغلیہ و ہندوستانی کو تیار کر کے جنکے پاس باناتی وردی اور ولائتی گھوڑے نقرئی ساز سے آراستہ تھے اور ہاتھیوں کو زری کی جھولوں اور گنگا جمنی حوضوں سے سجاکر بڑے تجمّل اور شوکت سے اپنے مقام سے سوار ہوکر قلعہ شاہی کی طرف روانہ ہوے صفدرجنگ کے ہمراہ دس بارہ ہزار آدمیوں سے کم ہجوم نہ تھا صفدرجنگ قلعہ بادشاہی کے مقابل پہونچکر حسب ضابطۂ دیوان خاص کے طلائی برج مثمن کے سامنے جو خورشید کی طرح دمکتا تھا سواری سے اُترے اور آداب تسلیمات اربعہ بجالاکر تھوڑی دیر کھڑے رہے اور پھولوں کا ہار لیکر جو بادشاہ نے کسی خواجہ سرائے محلی کے ہاتھ بھیجا تھا سوار ہوکر اپنے قیام گاہ کو لوٹ آئے بادشاہ صفدرجنگ کی طرزِ سواری سے نہایت محظوظ ہوے جمعرات کے دن ۱۵ شوال سنہ مذکور کو جبکہ ملازمت کا وقت تھا قلعہ بادشاہی کے پاس جمنا کے کنارے پر دو درجے کے خیمے برپا ہوے اور صفدرجنگ تمام خدم وحشم اور فوج وسامان کے ساتھ کشتیوں کے پل پر سے عبور کر کے اپنے خیمہ گاہ میں جا اُترے۔

وزیر اعظم قمرالدین خان چین بہادر نصرت جنگ استقبال کو آئے خیمۂ اول ملازمان صفدرجنگ سے بھرا ہوا تھا حکم دیا کہ یہ سب آدمی خیمے سے نکلکر میدان میں زین پوشوں پر بیٹھ جائیں اور خیمے کو ہمراہیان وزیر کے لیے خالی کردیں وزیر کے ہمراہیوں نے اُس خیمے میں پہونچکر ہجوم کیا وزیر صفدرجنگ کے خاص خیمے کے دروازے پر پہونچکر وہاں ذرا ٹھہرے اور چند مصاحبوں اور اُمرا کو ہمراہ لیکر اندر گئے صفدرجنگ بھی چند مصاحبوں کے ساتھ خیمے میں انتظار کرتے تھے جب وزیر کو دیکھا تو مسند سے اُٹھے اور وسط صحن تک استقبال کر کے بعد معانقہ ایک مسند پر آبیٹھے گھڑی بھر اختلاط رہا پھر عطر و پان کی مدارات ہوکر جواہرات اور کپڑوں کے خوان اور ہاتھی گھوڑے پیش کش میں دیے گئے اسکے بعد وزیر رخصت ہوکر پیشتر چلے

اور اُنکے پیچھے سے صفدرجنگ بڑے کروفر کے ساتھ سوار ہوکر شام کو بادشاہ کی خدمت میں پہونچے اور مستفیض کورنش ہوکر دارا شکوہ کی حویلی میں داخل ہوئے۔ یہ حویلی بُرہان الملک کے عہد سے بادشاہ کی عنایت سے اُنکے قبضے میں چلی آتی تھی۔ آخر بتدریج تمام لشکر اور فوج شہر میں داخل ہوگئی۔

نول رائے کا حال و انتظام

یہ نول رائے صفدرجنگ کا دیوان یعنی بخشی تھا اور سکسینہ کایستھ چکوا اور پرانسا خاندان سے تھا اور پرگنہ اٹاوہ کا موروثی قانون گو تھا۔ اپنی خوش لیاقتی سے صفدرجنگ کا دیوان ہوگیا تھا۔ اول اول رتن چند دیوان اعظم عبداللہ خان و حسین علی خان قاتلان فرخ سیر کی نظر عنایت اُسکی جانب زمانہ ۱۷۲۰ و ۲۱ء میں ہوئی تھی۔ گیان پرکاش میں لکھا ہے کہ جب نواب صفدرجنگ محمد شاہ کے پاس چلے گئے تو نول رائے نے اودھ میں سپاہ کو ترقی دی عدالت گستری کے ساتھ حکم چلایا مزاج مستقل رکھتا جو بات مُنہ سے نکالتا اُسپر جم جاتا قوم مغل اور ہندوستانی کو ایک نظر سے دیکھتا تمام ملازمین کو ماہ بماہ تنخواہ دست بدست تقسیم کراتا۔ اُسکی سرکار میں پانچہزار سوار خوش اسپہ و چہار اسپہ ملازم تھے اور پیادوں کی فوج بھی بھاری تھی اور توپخانہ اور شترنال اور زنبورچی اور شیر بچے بہت کثرت سے رکھتا تھا۔ جزائل انداز اور بان انداز اور کمان انداز بھی کثرت سے جمع کیے تھے جب کبھی اُسکو یہ خبر پہونچتی کہ فلاں جگہ کے زمیندار نے سرکشی کی ہے تو فوراً دو منزلیاں کرتا ہوا وہاں پہونچتا اور اُسکو قرار واقعی سزا دیتا زر تحصیل میں اُسنے نہایت آسانی کردی تھی اور تنخواہ سب کو خزانے سے نقد دیتا تھا اور ماہ اساڑھ میں ہر ایک پرگنے اور گانوں کی تشخیص کراتا اور تشخیص سے ایک حبہ زیادہ نہ لیتا رعایا اور آبادی کی کوشش میں رات دن کوشاں رہتا مال ملک میں بڑھاتا اُس کے عہد حکومت میں سب خوش تھے

اُسکے انصاف کی ایک حکایت یہاں بیان کی جاتی ہے کہ ایک بار نول رائے کا مقام پرگنہ سانڈی میں قصبے سے چار کوس کے فاصلے پر ہوا اُسکے سفر کا یہ قاعدہ تھا کہ بہیر اور سامان اور تمام لشکر کو رات سے روانہ کر دیتا اور خود غسل اور پوجا کر کے اور کھانا کھا کر پہر دن چڑھے سوار ہوتا اُس دن اپنی ضروریات سے فرصت پاکر کمر باندھکر ہتھیار لگا کر خیمے سے نکلکر ہاتھی پر سوار ہونا چاہا کہ اُسی وقت پرگنہ سانڈی کی رعایاے اہل حرفہ نے آکر دُہائی دی اور فریاد کی کہ سلام اللہ چودھری نے ڈاکہ مارا ہے ہمارا مال لوٹ لے گیا ہے راجہ نے حکم دیا کہ سلام اللہ کو فوراً حاضر کریں غول سے دو شتر سوار نکلے اور اُسکے لانے کے لیے شتر دوڑا کر گئے ابھی راجہ کھڑا تھا کہ فراشوں نے مونڈھا کر کرسی اور مونڈھے اور فرش لاکر بچھایا راجہ اور رسالہ دار و جماعہ دار و مصاحب گھوڑوں سے اُترکر بیٹھے اور بادشاہوں کا تذکرہ باہم ہونے لگا ایک پہر نہ گذرا تھا کہ سلام اللہ کو شتر سوار لے آئے راجہ نے اُس سے بلند آواز کے ساتھ کہا کہ "یہ آدمی تمپر فریادی ہیں تمنے کیوں اِن کو لوٹا ہے" سلام اللہ نے عرض کیا کہ غلام گنہگار ہے حکم ہوا کہ راضی نامہ لاؤ اُسی وقت سب کے سامنے عاجزی کر کے راضی کیا اور اُنسے راضی نامہ حاصل کر کے نذر کیا نول رائے نے رعایا سے دریافت کیا کہ راضی ہو گئے عرض کیا کہ مہاراجہ کی بدولت اپنی داد کو پہونچے۔ اُس وقت راجہ سوار ہوا نقارہ آگے تھا نقارچی نے ڈنکے پر چوٹ ماری غرض کہ راجہ نول رائے ایسا دادگستر تھا کہ رعایا اور سپاہ دونوں اُس سے راضی تھے۔

صفدر جنگ کو توپخانے کی افسری اور کشمیر کی صُوبہ داری ملنا

عمدۃ الملک کی سُفارش سے، صفر ۱۱۵۷ھ ہجری روز یکشنبہ کو اول روز میں بادشاہ نے

صفدر جنگ کو میر آتشی یعنی توپخانے کی افسری کا خلعت عطا کیا اس موقع پر بادشاہ نے وفاداری اور حقوق نمک خواری کی بقا اور توقعات کے الفاظ اپنی زبان سے ارشاد کیے صفدر جنگ نے اپنا پیش خانہ جو میر آتش کے لیے ضروری ہوتا تھا قلعہ میں آراستہ کر کے اپنی سکونت وہاں قرار دی اور سید ہدایت علی کی بادشاہ سے سفارش کر کے چکلۂ سکندرہ کی سند اُسکو دلادی اور بادشاہ کی کورنش سے مشرف کرایا اور خدمت نذر کو ہکا خلعت دلوایا ۲۷ شعبان ۱۱۵۸ھ ہجری کو بادشاہ نے اسد الدولہ اسدیار خان کو صوبہ داری کشمیر سے معزول کر کے یہ خدمت صفدر جنگ کو عطا کی جنھوں نے اپنے اموں کے بیٹے شیر جنگ کو مع فوج مغلیہ اور ہندوستانی کے وہاں کے بندوبست کو روانہ کیا۔ شیر جنگ نے وہاں پہونچکر میر اللہ کو جو بڑا بہادر اور متمرد تھا جھوٹے عہد و پیمان کے ساتھ دلجوئی کر کے اپنے پاس بلالیا اور قید کر دیا اور تھوڑے دنوں وہاں رہ کر انتظام کر کے صفدر جنگ کے ایک رفیق افراسیاب خان نامی کو صفدر جنگ کے حکم سے اُس صوبے کی نیابت پر چھوڑ کر خود دلی کو لوٹ گیا۔

نواب سید محمد علی المخاطب بہ نواب علی محمد خان معروف بہ روہیلہ

(۱) نواب موصوف ۱۱۰۹ھ ہجری میں پیدا ہوے تھے۔

(۲) داؤد خان بڑیچ نے جنھوں نے روہیلکھنڈ میں روہیلوں کی ریاست قائم کرنا چاہی تھی بوجہ لاولدی کے چھٹپن میں آپکو متبنیٰ کیا یہ ہونہار لڑکا داؤد خان کے سائے میں پرورش پانے لگا اور بڑا ہو کر ایسا نکلا کہ مورخ اُسکی اولوالعزمی جوانمردی اور

تدبر کی گواہی دیتے ہیں

(۴۳) نسب ان کا سادات بارہہ کو پہونچتا ہے جیسا کہ عماد السعادت تاریخ مالوہ مؤلفہ سید کریم علی۔ اور آئینہ محمدی مؤلفہ شاہ آل احمد صاحب خلف شاہ حمزہ صاحب سجادہ نشین مارہرہ وغیرہ سے مستفاد ہوتا ہے تاریخ سادات بارہہ مؤلفہ سید مظفر علی خانصاحب رئیس جانسٹھ ضلع مظفر نگر میں آپکا آبائی شجرہ اسطرح لکھا ہے۔

نواب سید علی محمد خان بن سید دلاور علی بن سید یعقوب علی بن سید دلدار علی بن سید یونس بن سید ابراہیم بن سید فتح محمد بن سید احمد بن سید حمزہ بن سید یوسف عرف سید گدن بن سید ابی طالب بن سید تاج الدین بن سید حسین عرف سید حسنے بن سید علی بن سید ہادی عرف سید ہدیا بن سید فخر الدین بن سید محمد بن سید علاءُ ل بن سید ابو الحسن بن سید ابو الفتح بن سید ابو الفضل بن سید ابو الفرح واسطی بن سید داؤد بن سید حسین بن سید یحیےٰ بن سید زید ثالث بن سید عمر بن سید زید ثانی بن سید علی بن سید حسن بن سید علی عراقی بن سید حسین بن سید علی بن سید محمد بن سید عیسٰی مؤتم الاشبال بن زید شہید بن جناب امام زین العابدین علیہ السلام بن جناب امام مظلوم سید معصوم حسین شہید کربلا علیہ السلام بن جناب امیر المومنین شیر یزداں شاہ مرداں علی علیہ السلام۔

(۴۴) راجہ کماؤں کے حکم سے داؤد خان کے مقتول ہونے کے بعد بیس سال سے کچھ زیادہ عمر میں نواب سید علی محمد خان اُنکے قائم مقام ہوے اور اپنے خداداد جوہر قابلیت کی بدولت ایکدم سے روہیلوں پر حکومت کرنی شروع کر دی اور تمام ملک کٹھیر کی تسخیر کا آہنگ کیا اور آنولہ اور اُسکے قرب وجوار پر بزور شمشیر قبض و تصرف کر کے آنولے کو اپنا

دار الحکومت قرار دیا یہاں تک کہ قمر الدین خان وزیر اعظم سے بھی تعارف حاصل ہوگیا اور اب بہت سا خالصے کا علاقہ اور امرا کی جاگیریں نواب کو ٹھیکے میں حاصل ہوئیں اور زر مستاجری کو ایسی خوش دھندی سے ادا کیا کہ تمام ملک میں آپکی ساکھ بندھ گئی اور امارت کا سامان جمع ہونے لگا اور بادشاہی اُمرا سے خط وکتابت کرکے تحفے تحائف بھیجکر اپنی طرف متوجہ کرلیا۔

(۵) ۱۱۵۰ھ ہجری میں اعتماد الدولہ قمر الدین خان وزیر ہندوستان نے اپنے بھائی عظیم اللہ خان کی ماتحتی میں سیف الدین علی خان رئیس جانسٹھ برادر حسین علیخان امیر الامرا پر بادشاہی فوج روانہ کی تو نواب سید علی محمد خان کو بھی دو ہزاری منصب اور علم ونقارہ بادشاہ کے حضور سے بھجوا کر اُنکی رفاقت میں جانے کا حکم دیا جیسا کہ منتخب العلوم میں ہے، اور اس مہم کے فتح ہونے کے بعد وزیر اعظم نے نواب سید علی محمد خان کو جلادت وجانفشانی کے صلے میں محمد شاہ کی جانب سے نوابی کا خطاب اور نوبت اور طوغ[۵] وعلم اور ماہی مراتب اور منصب پنجہزاری ذات اور پانچہزار سوار کا بھیجا جیسا کہ جلد سوم تنقیح الاخبار فی آثار الاودہ میں ہے۔

(۶) نواب سید علی محمد خان چونکہ صاحب عزم وارادہ تھے ہر ایک تقریب اور تدبیر کے ساتھ محالات قرب وجوار کو مسخر کرنے لگے آرام طلب جاگیرداروں اور وزیر سے ٹھیکے میں علاقہ لے لیا ہزاروں پٹھان اطراف قندھار کے افواج ایرانی کی یورش کی وجہ سے اپنے ملک سے نکل آئے تھے وہ نواب ممدوح کے پاس آکر جمع ہوگئے کیونکہ اُنکی شجاعت اور افغانی دوستی کا حال دُور دُور مشہور ہوگیا تھا اور سید علی محمد خان کی جمعیت دہلوں

---

[۵] طوغ بواو مجہول وغین معجمہ بمعنی نشان فوج ۱۲

کے نام سے مشتہر ہوئی ۱۷۴۳ء میں اُنکی قوت بہت زیادہ ہوگئی کیونکہ سلطنت کی حکومت دم بدم انحطاط پر تھی جو مجرم سلطنت کے خوف سے بھاگتا تھا وہ اُنکے پاس آکر پناہ گزیں ہوتا تھا۔ ۱۱۵۱ ہجری مطابق ۱۷۳۹ء میں نادرشاہ کی چڑھائی کے وقت دہلی لُٹ لٹا کر سلطنت کی حالت بہت ضعیف ہوگئی ایسی ابتری کے وقت میں نواب سید علی محمد خان کو اپنے ملک کی ترقی اور اپنی قوت کی دُرستی کا بڑا موقع ملا اس بدنظمی سلطنت کے باعث بہت سے پٹھان دہلی سے بھاگ کر اُنکی فوج میں شامل ہونے لگے۔

(۷) بظاہر نواب سید علی محمد خان کے حالات کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر وہ بادشاہ اور وزیر کے مکرر بُلانے سے دلی چلے جاتے اور وہاں دربار میں حاضرباشی کرتے تو بادشاہ کے دلکو عمدۃ الملک امیرخان اور صفدر جنگ اور برہان الملک سعادت خان اور صمصام الدولہ اور نظام الملک آصف جاہ اور اعتماد الدولہ قمرالدین خان کی طرح پیارے ہوتے کیونکہ جبکہ اُنکو گھر بیٹھے پنجہزاری تک منصب ملگیا تو وہاں رہنے اور آنے جانے سے اور بھی محبت اور درجۂ امارت و تقرب شاہی بڑھتا لیکن جب ہم غور سے دیکھتے ہیں تو اُن کا وہاں نہ جانا اور ٹالے بالے بتا دینا ہی بہتر ہوا کیونکہ اُس بذلہ سنجی اور لطیفہ بازی کے دربار میں عیش و عشرت کی بہار تھی وہاں امیرخان جیسے شخص کی باتوں کی قدر تھی اور نواب سید علی محمد خان بزدآزمائی و کشورکشائی کے جوہروں کے آدمی تھے اُنھیں بھلا ایسی باتیں کہاں بنانا آتیں کہ بادشاہ اور اہل دربار کو ہر وقت ہنساتے رہتے اُنھوں نے تو ملک گیری اور ملک داری اور صوم وصلوٰۃ کی پابندی کے اوصاف سے پورا پورا حصہ پایا تھا وہ ایسے آدمیوں میں جو شراب و کباب اور عیاشی میں مستغرق رہتے ہوں کیسے نبھ سکتے۔

(۸) ابوالمنصور خان صفدر جنگ کو نواب سید علی محمد خان سے دلی عداوت تھی

اُنھون نے نواب موصوف کی شکایات محمد شاہ کے حضور مین کیں بادشاہ نے قمرالدین خان وزیر اعظم سے فرمایا کہ روہیلوں کی تدبیر کرنی چاہیے قمرالدین خان نے ۱۱۵۸ھ ہجری مین اس مہم پر راجہ ہرنند نامی کھتری کو مامور کیا اور اسباب جنگ جیسے توپخانہ اور بارود کا ذخیرہ اور دوسرا سامان اپنی سرکار سے دیکر حکم دیا کہ جتنی فوج کی ضرورت سمجھے اور انتظام صوبہ مذکور کیلیے ضروری ہو نوکر رکھ لے ہرنند سنگھ نے اطراف وجوانب کے راجوں کو بھی کمک کے لیے بُلالیا اگرچہ نواب کو اپنی فوج کی دلاوری پر اعتماد کلی تھا اور خدا کی برکت سے وہ ہمیشہ اپنے دشمنوں پر غالب رہتے تھے مگر چونکہ ہمیشہ واقعات جنگ میں شبہ رہا کرتا ہے اسلیے وہ لڑائی سے پہلو بچاتے تھے اور نواب محمد خان بنگش والی فرخ آباد سے اس امر کی درخواست کی کہ آپ ہمارے اور راجہ ہرنند کے درمیان مین پڑکر تصفیہ کرادیں مگر خدا کو تو منظور اُنکے دشمنوں کی نخوت وغرور کا توڑنا اور اُنکا قدم اس ملک مین جمانا تھا اسلیے وزیر نے نہ مانا اور بادشاہی توپخانہ راجہ کی کمک کے لیے بھیجدیا اور اپنے بیٹے میر معین الدین خان کو بادشاہ سے اجازت لے کر ایک بھاری لشکر کے ساتھ راجہ کی مدد کو روانہ کیا۔ نواب نے صلح سے مایوس ہوکر ہرنند پر ایسے زور شور کے ساتھ حملہ کیا کہ اُس کی تمام قوت کا شیرازہ بکھر گیا اور اُسکی قریب پچاس ہزار کے سپاہ میدان جنگ میں نواب کے ہاتھ سے پامال اور مغلوب ہوگئی اور راجہ کے عین میدان جنگ مین مارے جانے نے اس فتح کی عظمت کو دوبالا کردیا اس فتح کے بعد نواب نے قریب قریب تمام روہیلکھنڈ پر قبضہ کرلیا آخر کار اراکین سلطنت بے بسی کی حالت مین نواب سید علی محمد خان سے صُلح کا ہوجانا مثل فتح کے سمجھے نواب نے اس طرح کی فتوحات سے سلطنت مُغلیہ کے اُمرا کو مغلوب کردیا تھا۔

(۹) واقعہ ہرنند سے چھ ماہ کے بعد نواب سید علی محمد خان نے راجہ کمایوں پر

فوج کشی کرکے داؤد خان کا انتقام لیا اس پہاڑ پر اب تک مسلمانی ریاست قائم نہیں ہوئی تھی اور نہ کسی مسلمان بادشاہ نے اسپر حملہ کیا تھا نواب نے اس ملک کو فتح کرکے پہاڑ کے اوپر کا ملک تین لاکھ روپے کے خراج پر راجہ سری نگر کے حوالے کرکے کاشی پور اور رُدرپور کو اپنے ملک مقبوضہ میں شامل کرلیا۔

(۹) اسوقت نواب سید علی محمد خان کا اقتدار بہت بڑھ گیا مراد آباد۔ سنبھل۔ بریلی پیلی بھیت۔ آنولہ وغیرہ بہت ملک اُنکے قبض و تصرف میں آگیا اور تیس چالیس ہزار پٹھان اُنکے پاس جمع ہوگئے اُنکے حق میں شاہ حمزہ صاحب کشف الاستار میں لکھتے ہیں "عجب کسے بود داستان سخاوت و شجاعت و عدالت او بر زبانہاست دریں اوراق گنجائش پذیر نیست"۔

(۱۱) نواب محمد خان بنگش والی فرخ آباد کے خطوں کو اُنکے میر منشی بھگوان داس نے جمع کرکے اُس کا نام عزیز القلوب رکھا ہے۔ اسمیں وہ خط بھی ہیں جو اُنھوں نے راجہ ہرنند اور نواب سید علی محمد خان کی جنگ ہونے سے قبل دہلی کے وزیر اعظم قمر الدین خان کو صلح کی تحریک میں لکھے تھے اور نواب سید علی محمد خان کو اُنکے خطوں کے جواب میں تحریر کیے تھے اُنکے دیکھنے سے نواب سید علی محمد خان کی نیک خیالی اور صلح جوئی اور ارکان سلطنت کی فتنہ پردازی اور جنگ وجدل کی شعلہ افروزی کا پتا چلتا ہے میں اُن خطوں کو یہاں نقل کرتا ہوں کیونکہ ایسی کمیاب کتابیں ہر جگہ کہاں ملتی ہیں۔

بنام قمر الدین خان وزیر۔ نواب صاحب مشفق مہربان سلامت دریں ولا از خطوط قائم خان بہادر دریافت شد کہ میر معین الدین خان بہادر از خدمت سامی برائے پشت گرمی راجہ ہرنند دستوری مے یابند۔ نواب محمد علی خان بہادر از متوسلان سامی ہستند و بر ضمیر رافت پذیر مبرہن ست کہ باوصف قرب وجوار دریں مدت گاہے بکارہ دستدار نیامدہ اند۔

لیکن امسال شورش مرہٹہ بیشتر از بیشتر دریافت مے شود دریں وقت آویزش وستیزش ایں دو فوج اسلام کہ ہر دو وازاں سامی سرکارند مناسب نمے نماید۔ فوج نواب محمد علیخان بہادر ہمیشہ و ہر سال بمقتضاے فدویت بخدمت گذاری شریف حاضر ماندہ و در وقت شتافتن عظیم اللہ خان بہادر بسمت بارہہ خودش بجمعیت ہمراہی رسیدہ مصدر ترددات شدند والحال نیز مطیع و منقاد مند شخصے کہ ایں قدر خدمت نماید در اندک مقدمات آتیصال و اخراج فرمودن فی الحقیقت دیگر عبودیت کیشاں را مایوس نمودن ست و معہذا استیلاے شورش کفار بایں درجہ در چنیں وقت افواج اسلام را ہمدگر چپقلش نمودن و کشتہ و خستہ شدن چہ مناسب۔ بر تقدیریکہ از نواب محمد علی خان بہادر امر بیجا ہم بوقوع رسیدہ باشد ایں مرتبہ عفو جرائم شان باید فرمود۔ و بہ راجہ ہر نند اجازت شود کہ معاملت نمودہ آتش جدال و قتال را منطفی سازد۔

ایضاً بہ سامی مفاوضہ در مقدمہ نواب محمد علی خان بہادر عز وصول یافت۔ پیش از وصول رحمت خان و شاہ اختیار را فرستادہ شدہ بود کہ فیما بین مشار الیہ و راجہ ہر نند بسلوب معاملت نمودہ رفع مخاصمہ نمایند۔ رحمت خان بممانعت راجہ مذکور پیش او شتافت و شاہ اختیار نیز نزد راجہ مذکور رفت در انجا کہ شاہ اختیار موافق گفتہ نامبردہ کہ از نزد ایں جانب دو کس معتبران بیارد کہ معاملت صورت پذیرد پیش دوستدار رسیدہ فی الفور مقیم خان و عبدالصمد خان را مع شاہ اختیار و خریطہ سامی مفاوضہ بجنسہ روانہ ساخت و ایشان تا بدایون رسیدہ بودند و پیشتر ازیں رحمت خان نیز فرستادہ مخلص نزد راجہ ہر نند رسیدہ و شش روز در فوجش قیام داشتہ آمادہ برغبت معاملت و رفع منازعت مے کرد ہر نند ایں را ہم رخصت نمود و بہ سہ چہار کوچ بیست کردہ راہ طے کردہ نزدیکی فوج نواب

علی محمد خان بہادر کہ ہفت ہشت کروہ پیشتر از آنولہ سکونت داشت رسیدہ باوجود این حالت سزاولان دوستدار نواب محمد علی خان بہادر را نمے گذاشتند کہ از آنولہ برایند بسبب کرر رسیدن خطوط مردم آن فوج متضمن اضطراب بے اختیار در فوج خود رسیدند دشیت ایزدی آویزشے برروے کار آمد وانچہ پیش نہاد خاطر ہا بود بعرصۂ ظہور رسید الحال ہم نواب محمد علیخان بہادر مراتب رسوخ وخلوص خود بسامی خدمت مے نویسند کہ درین مقدمہ تقصیر بندہ نیست. ہرچند بجہت معاملہ وآشتی خواستم۔ زمینداران اخراجی راجہ ہرنندرا برسر معاملت آمدن نداوند لاچار بحفظ جان وناموس ایستادم وسابق ہم برائے خدمتگذاری نواب وزیر الممالک حاضر بودم والحال نیز درصورت عفو تقصیر وبودن بر مکان ووطن بودنے بہ خدمتگذاری نواب جان نثاری خواہم نمود معہذا انچہ مرضی سامی باشد بران اطلاع رود۔

ایضاً۔ پیش ازین دو قطعہ رقائمے پیش از وقوع محاربہ بنواب محمد علی خان وہرنند ودو ہمی بعد رو داد ستیز وآویز بسامی خدمت ابلاغ یافتہ تاحال خاطر دوستی فخار بعز وصول جواب آن انتظار دارد۔ شاید کہ خطوط مذکور از دست قاصدان بعرصۂ تلف در آمدہ یا آنکہ بکوتاہ دستی نامہ بران مزین مطالعہ لامعہ نشدہ والاچہ احتمال کہ جواب آن رقم پذیر خامۂ اشفاق طراز نگردد دوستدار دربارہ نواب محمد علی خان بہادر اصلا گاہے عرضداشت بقدسی جناب ارسال نداشتہ مگر دو دفعہ در مقدمہ شان بسامی خدمت مقصوع شدہ۔ کیفیت شورش روبکار واستیلا وغلبۂ کفار بر ضمیر منیر روشن ومبرہن اول نواب محمد علیخان بہادر از اہل اسلام ومعہذا از متوسلان قدیم آن مہربان اند اگر رقم عفو بر صفائح جرائم شان کشیدہ شود وبجاے ومکان خود سکونت پذیر تواننند ماند بمقتضاے صدق رسوخ کہ از دل وجان بسامی خدمت متحقق دارند رونے بکار شریف خواہند آمد وجان نثار یہا

خواہند نمود۔

بنام نواب سید علی محمد خان۔ القاب کے بعد لکھتے ہیں رقیمۂ مرسلۂ سامی موصول مطالعہ گردید۔ حقیقت مندرجہ حرف بہ حرف پیرایۂ انضیاح پوشید نوشتہ بودند کہ ہرنند باوجود دادن قرار غلطی خریف الحال کہ ارادہ پرخاش دارد باعث آن دریافت نمے شود اگر بہ طبق ایمائے نواب وزیر الممالک بہادر ست ازینجا بہ نواب موصوف نگارش رود۔ پیشتر در باب دست برداشتن از خلش براجہ ہرنند مکرر مرقوم گشتہ و بہ نواب بہادر بدفعات اتمام یافتہ کہ بہ نواب وزیر الممالک بہادر ظاہر ساختہ نوشتۂ ممانعت از آویزشہا بہر ایشان بنام ہرنند ودود بفرستند چنانچہ دیروز کہ چہارم محرم روز پنجشنبہ بود رقیمۂ نواب بہادر وصول یافت کہ ہرچند از نواب موصوف گفتہ شد ایشان خواہ مخواہ میر معین الدین خلف خود را از پیش گاہ والا بجہت پشت گرمی ہرنند رخصت دہانیدند و از نواب بہادر ہم برائے ہمراہ کردن جمعیت گفتند چوں عذر قلت مردم درمیان آوردند گفتند کہ ایں جانب بزنگارند کہ ازاں طرف فوج برسد چنانچہ برایں ہمہ مراتب محمد ولیر را مطلع کردہ ہمراہ فلانے کہ از فلانے مدار مہمات ہرنند منتسب برادری و قرابت قریبہ دارد فرستادہ شد کہ بمبالغہ و استبداد فہمانیدہ ہرنند را از سر پرخاش باز دارد و بہ ترتیب معاملت آورد و بہ نواب وزیر الممالک بمبالغہ کمال نوشتہ شد کہ ایں ہر دو فوج خود را کہ عبارت ازاں مہربان و راجہ مذکور باشد دریں وقت کثرت شورش کفار از گزند آویزش جمگیر مصئون داشتن مناسب ست و معہذا فلانے یعنی آن مہربان رسوخ صمیم با ایشان دارند و فوجہائے شان ہر سال برائے خدمتگذاری بخدمت مے رسد و بہنگام محاربہ سیف الدین علی خان خود شان رسیدہ مصدر تردد گردیدہ بودند الحال کہ در جلدوئے ایں ہمہ خدمتگذاریہا انتزاع ریاست و برآوردن شان از وطن منظور خاطر گردیدہ جائے تعجب

وآینده دیگران رااز نتائج خدمت مایوس نمودن ملکه از خدمتگذاری بازداشتن ست زود به بهرنند باید نوشت که دست از پرخاش بآستین کشد و معاملت نماید و به نواب بهادر هم بتاکید نگارش یافته که اگرارقام اینجا واظهار ایشان نواب موصوف به سمع اصغا جادهند خیروالا بوالاجناب ارفع واعلی عرض نمایند که حضرت بدولت ازین عزیمت ممانعت فرمایند۔ آں مهربان هم بر قلیل وکثیر نظر نکرده وروپیه را عزیز نداشته بمعاملت پردازند و بهرنهج که باشد سررشته سلوک وآشتی از دست ندهند۔

ایضاً۔ فوج همراهی ایشان گاهے بمعاینه درنیامده یقین ست که مردم خوب ومحنتی خواهند بود از رفاقت رفقا وتردد ومحنت آن ها همه مقدمات رد به اسلوب مے آرد و کارها بخوبی سرانجام مے پذیرد مکان ها استحکم واجتماع جمعیت ولوازم محاربه درست باید داشت و فوجها که در تهانجات واطراف وجوانب متفرق بوده باشد همه رایک جافراهم ومجتمع باید ساخت که درصورت معاملت کسے زمین رابرداشته نخواهد برد بازاستحکام تهانجات مے تواند شد واگر جمعیت جابجا منتشر ومتفرق باشد بنابر بعد مسافت بروقت خبرگیری هم گرمتعذر ومعهذا اگر طرفے بیک فوج چشم زخم برسد دیگرافواج رادل سردی روے مے دهد این قسم مقدمات خیلے بامتحان وتجربه این جانب آمده ست لهذا بمبالغه واغراق نوشته مے شود که اولاً بهرقسم که ممکن باشد به سخنان آشتی آمیز وهم بزر هارفع پرخاش نموده این آتش رافرو باید نشانید وسهال ازمنافع محالات طمع باید برداشت درصورتیکه این معنے صورت پذیر نه شود وخواه مخواه مقدمه به ستیز وآویز کشد درصورت استعداد ومضبوطی باهم مصالحت ومعاملت بآئین بهین میسرے تواند شد وهم مقدمه جنگ بآئین بهتر بعرصه ظهورے تواند رسید زیاده چه نگارش رود۔

ایضاً رقیمه مرسله سامی متضمن رسیدن درالموڑه پنجم رمضان ودامن گرفتن کوهیان

آن طرف دریائے سرجو بنا بر پاس وہراس فوج اسلام و رسیدن زمیندار سری نگر سرمور کھٹ به اجتماع و فرستادن او خسر پورہ خود را برائے مصالحت و اینکه بسبب ریزش برف بمقتضائے مصلحت و مشورت یکدیگر از انجام مراجعت نمودہ در رُدَّرْ رسیدہ شدہ درچندے به آنوله می رسند بمطالعه در آمد حقیقت مندرجه حرف به حرف بوضوح پیوست کیفیت سمیت آب و ہوائے کوہستان و قلت محاصل آن ملک پر ظاہر بود که پیش ازیں ہم نگارش رفته اگر حفاظت اماکن ماخوذہ کوہستان از قرار واقع متصور باشد استحکام آن مضائقه ندارد و اگر از ناموافقت آب و ہوائے آنجا صورت بست این معنی متعذر باشد باز میندار آنجا دار مدار نمودہ او را از خود باید ساخت آن مہربان نظر برمآل کار دخوشی ارکان حضور که دارمدار کردہ بفتح و فیروزی معاودت نمودند و بمقتضائے مشورت وقت بکار پرداختند مستحسن و مناسب بحضور انور باید نوشت که بر وفق مرضی اعیان حضور پرنور از مداخلت اماکن کوہستان دست در آستین کشیدہ در آنوله رسیدہ شدہ۔ دریں صورت حصول رضامندی ارکان حضور و ہم ظہور نقیاد و فدویت در پیش گاہ والا خواہد گردید فقط

ان خطوں کو کاتبوں نے بیحد غلط لکھا ہے اسلیے مطلب نکالنے میں دقت بہت ہوئی اور بعض الفاظ میں قیاس کو مداخلت دی اور غور و خوض سے لفظوں کو موقع پر جمانے کی کوشش عمل میں آئی ممکن ہے کہ اصل عبارتوں کے بعض الفاظ بدل گئے ہوں مگر مطلب ہاتھ سے نہیں جانے دیا۔

مُلازمان نواب سید علی محمد خان کے ہاتھ سے دارُوغۂ عمارات صفدر جنگ کو ہزیمت پہونچنا صفدر جنگ کا محمد شاہ کو

نواب موصوف سے ناخوش کردینا۔ بادشاہ کی نواب صاحب پر چڑھائی طول طویل محاصرے کے بعد نواب سید علی محمد خان کا بادشاہ کی اطاعت کرلینا۔

سنہ ۴۶ء میں داروغہ عمارات نواب صفدر جنگ سال کے لٹھے کاٹنے کیلیے دامن کوہ کمایوں میں آیا تھا نواب سید علی محمد خان روہیلہ کے ملازم تھانے میں متعین تھے اُنسے لڑائی ہوگئی اور کئی آدمی دونوں طرف سے مارے گئے اور ملازمان صفدر جنگ بہت مغلوب کیے گئے۔ داروغہ کارخانے کو جنگل میں چھوڑ کر دلی پہونچا اور صفدر جنگ سے کہا کہ آپکی عمارت کا تمام کارخانہ روہیلوں نے برباد کردیا اور نوکروں کو مار ڈالا صفدر جنگ کو بہت غیظ پیدا ہوا کہنے لگے کہ اب ہماری یہ ذلت ہوگئی کہ روہیلوں نے ہمارے کارخانۂ عمارت کو لوٹ لیا اعتماد الدولہ قمرالدین خان سے کہلا بھیجا کہ اگر آپ ہماری رفاقت اس بات میں کریں اور بادشاہ کو نواب سید علی محمد خان کی سزادہی پر متوجہ کریں تو بہتر ہے ورنہ میں ضرور بادشاہ سے عرض کرونگا اعتماد الدولہ نے اگرچہ بظاہر آرے بلے کردیا لیکن صفدر جنگ سے دلی عناد کی وجہ سے درپردہ نواب سید علی محمد خان کے طرفدار رہے۔ صفدر جنگ کو جب یہ بخوبی یقین ہوگیا کہ اعتماد الدولہ تہ دل سے نواب علی محمد خان کی جانب داری کرتے ہیں تو عمدۃ الملک امیر خان اور غازی الدین خان فیروز جنگ اور محمد اسحاق خان اور حیدر قلی خان اور صمصام الدولہ بیرم خان اور کامیاب خان وغیرہ کو موافق کرکے ایک بڑا شکایت آمیز واقعہ بادشاہ کے سامنے پیش کرکے بادشاہ کو روہیلوں کے استیصال پر متوجہ کیا چنانچہ محمد شاہ ایک لاکھ جمعیت کے ساتھ بذات خود اس مہم پر آمادہ ہوئے۔ انندرام مخلص نے اس مہم کے سفرنامے میں لکھا ہے کہ ۲۷ محرم سنہ ۱۱۵۸ ہجری کو محمد شاہ دلی سے

سوار ہو کر لونی باغ میں ٹھہرے وزیر الممالک اعتماد الدولہ اور عمدۃ الملک امیر خان اور ابو المنصور خان میر آتش وغیرہ امرا ہمرکاب تھے۔ ماہ صفر میں بادشاہ نے امرا کو جمع کر کے سید علی محمد خان کی تنبیہ کے لیے رائے قرار دی۔ لشکر کی ہراولی وزیر الممالک کو ملی ۱۲ صفر کو پانچ گھڑی دن چڑھے بادشاہ نے تخت رواں شکاری پر سوار ہو کر فرحت افزا سے کوچ کر کے دریائے ہیڈن کے پاس خیموں میں مقام کیا ۱۵ کو جشن نوروز کی محفل منعقد ہوئی جس کا رنگ سبز پستی تھا اور وہ مراد ہے تحویل آفتاب سے بیت الشرف میں اور بیت الشرف ایسے برج کو کہتے ہیں جس میں کوئی سیارہ پہونچ کر شرف اور سعادت پاتا ہے پس ہر سیارے کے لیے بیت الشرف علیحدہ علیحدہ ہے چنانچہ آفتاب کا بیت الشرف برج حمل ہے۔ وزیر اور صفدر جنگ اور عمدۃ الملک نے ایک ایک سو ایک ایک اشرفیاں نذر دکھائیں اور تہنیت کے آداب بجا لائے ۱۹ صفر کو بادشاہ نے پرگنہ ڈاسنہ میں پہونچکر حکم دیا کہ میر بحر دریائے گنگا کے پل کی درستی کو روانہ ہو اور بادشاہ رام گھاٹ ضلع بدایوں کی راہ گنگا کو عبور کر کے پرگنہ اگنور میں آپہونچے اس وقت نواب سید علی محمد خان نے آنولہ کو چھوڑ کر بن گڑھ عرف یوسف نگر میں پناہ لی ۹ ربیع الاول سے ۱۶ ربیع الاول تک شہباز پور میں بادشاہ کا مقام ہوا ۱۷ کو آگے روانہ ہوئے صفدر جنگ کے قزلباش ملازم گاؤں میں جا کر لوٹ مار کرتے تھے اور جانور اور آدمی پکڑ لاتے تھے وزیر الممالک نے بادشاہ سے عرض کر کے کھیتوں اور دیہات کی حفاظت کیلیے فوج مقرر کر دی اور حکم دیا کہ اب اگر کوئی قزلباش رعایا کو ستائے تو اُس کو سزا دینی چاہیے اور باندھ کر لانا چاہیے ایک دن صفدر جنگ کی سرکار کے چالیس ہاتھی کھیتوں کے چارے سے لدے ہوئے تیس قزلباشوں کے ساتھ لشکر میں آرہے تھے فوج محافظ انکو وزیر الممالک کے پاس پکڑ لائی وزیر نے انکو بادشاہ کے حضور میں پیش کر دیا حکم ہوا کہ ہاتھی جسکے ہیں اُس کے پاس پہونچا دو

لیکن آیندہ ایسا ہوگا تو جملہ چیزیں سرکار میں ضبط کرلی جائینگی صفدر جنگ نے اُن قزلباشوں کو اتنا پٹوایا کہ دو آدمی صدمے سے مرگئے۔ پہلی ربیع الثانی کو سنبھل سے بادشاہی فوج آگے بڑھی ۱۷ ربیع الثانی کو ایک مقام پر امرا بادشاہ کے پاس حاضر ہوے۔ جو کہ تھوڑے عرصے سے صفدر جنگ اور قائم جنگ والی فرخ آباد میں ملال تھا اسلیے وزیر اعظم نے بادشاہ کے حکم سے دیوان خاص کے خیمے میں بادشاہ کے پس پُشت دونوں کے ملاپ کرا کے بغلگیر کرا دیا۔ ۲۳ ربیع الثانی کو بادشاہی فوج بن گڑھ سے چار پانچ کوس کے فاصلے پر جا پہونچی سہ پہر کے وقت نواب سید علی محمد خان کی فوج شاہی فوج پر حملہ کرنے کے لیے قلعہ سے نکلی اور آگے بڑھی۔ عمدۃ الملک امیر خان اور صفدر جنگ حاکم توپخانہ اور نواب وزیر الممالک مقابلے کو روانہ ہوے اور گولہ اندازی شروع کرائی۔ نواب سید علی محمد خان کی فوج پسپا ہوکر قلعہ میں گھس گئی ۲۶ ربیع الثانی کو یہ خبر مشہور ہوئی کہ نول رائے نائب نظامت صوبۂ اودھ بادشاہ کے حضور میں آتا تھا کہ اُسکی اور سید علی محمد خان کی سپاہ سے لڑائی ہوگئی اور پائندہ خان سید علی محمد خان کا سردار مارا گیا صفدر جنگ یہ خبر سُنکر مدد کو سوار ہوے۔ نواب وزیر نے اپنی سرکار کے بخشی اول صوفی بیگ خان نامی کو حکم دیا کہ فوج لیکر صفدر جنگ کے ساتھ جائے اور وزیر آپ سوار نہ ہوے۔ اس لیے کہ ہرکاروں کی زبانی معلوم ہوگیا کہ لڑائی ہونے کی خبر غلط ہے۔ اصل اس واقعہ کی اس قدر تھی کہ نول رائے کی آمد آمد کی خبر سُن کر صفدر جنگ اس خیال سے سوار ہوے تھے کہ مبادا نواب سید علی محمد خان اُس کا راستہ روکیں ان سب باتوں کے علاوہ صفدر جنگ کی اصلی غرض یہ تھی کہ وہ بادشاہ سے عرض کرچکے تھے کہ ملک اودھ کا نائب ایک بھاری جمعیت رکھتا ہے۔ حالانکہ ایسا نہ تھا پس اُسکو ہمراہ لانے میں اُسکے ہمراہیوں کی تعداد کھُلے گی نہیں مغالطہ باقی رہے گا اور یہ رائے اُن کی بہت صائب تھی غرضکہ صفدر جنگ نول رائے کو ساتھ لیکر سہ پہر کے وقت لشکر شاہی میں داخل ہوے

اُمرائے بادشاہی نے سید علی محمد خان کے مغلوب کرنے میں نہایت سُستی اور کاہلی کا برتاؤ کیا۔
اننند رام اس امر کی نہایت شکایت کرتا ہے وہ کہتا ہے کہ یہ معلوم نہیں ہوتا کہ عمدہائے خلافت
دیر گزیدہائے دولت کے کیا مد نظر ہے ۱۱۵۱ہجری میں انکی بودی تدبیروں کی وجہ سے
لشکر نادر شاہی ہندوستان پر مسلط ہو گیا اور اُسے تباہ کر دیا۔ نواب سید علی محمد خان پر بادشاہ
نے بہ نفس نفیس چڑھائی کی اور اُنکے قیام گاہ سے تین کوس کے فاصلے پر پہونچ گئے مگر وہ ابتک
مطیع نہو سکے امرائے شاہی روز حملے کے لیے سوار ہوتے ہیں اور کچھ دور جا کر لوٹ آتے ہیں اور
اسی قدر پر ان سرداروں نے کفایت نہیں کی بلکہ ایک بہ افسوس کی بات ہے کہ بادشاہ کو
بعض اُمرائے بے سر دپا اور تھوڑے سے خواص اور چند خواجہ سراکے ساتھ تنہا چھوڑ کر خود آگے بڑھکر
ڈیرے کر دیے ہیں میر آتش کا یہ حال ہے کہ وہ توپخانے کے افسر ہیں مگر سب سے زیادہ کاہل مزاج
اور بے پرواہیں۔ ماثر الامرا میں لکھا ہے کہ وزیر کے متصدی ہر چند کو نواب سید علی محمد خان نے
تباہ کر دیا تھا مگر پھر بھی وزیر عمدۃ الملک اور صفدر جنگ کے برخلاف نواب سید علی محمد خان
کی طرفداری کرتے تھے۔ سیر المتاخرین کا مؤلف بھی کہتا ہے کہ وزیر عمدۃ الملک اور صفدر جنگ
کے ساتھ نفاق رکھتے تھے اسلیے نواب سید علی محمد خان کے در پردہ طرفدار تھے ان دونوں امیروں
نے بھی پٹھانوں کی مہم کو وزیر کی مرضی پر چھوڑ کر آپ ڈھیل ڈالدی تھی۔ بنگڑھ کے گرد
اسقدر گنجان بانس بوئے ہوئے تھے کہ کسی صورت سے گولہ اُنکے پار نہ جاسکتا تھا۔ ہاں بڑے بڑے
گولے شاہی توپوں کے بن گڑھ میں پہونچتے تھے اور طول محاصرہ سے گھوڑوں وغیرہ کو
گھانس چارے کی تکلیف ہونے لگی تھی آخر الامر پٹھانوں نے نواب سید علی محمد خان کو صلاح دی
کہ صلح کر لینی چاہیے کیونکہ جو اپنے سلطان سے جنگ کرتا ہے اُسپر اُسکی عورت حرام ہو جاتی ہے
یکم جمادی الاولےٰ کو نواب سید علی محمد خان نے نواب قائم خان والی فرخ آباد کی معرفت

بادشاہ کی خدمت میں اطاعت اور عفو قصور کی درخواست کی اور بادشاہ کے بعض شرائط کی بجا آوری پر راضی ہوے اور کہا کہ اپنی مقدرت کے موافق زر نقد بھی نذر کرونگا وزیر الممالک نے مورچوں سے ایک عرضی اس مضمون کی بادشاہ کے حضور میں بھیجی۔ بادشاہ رضامند ہو گئے اور وزیر الممالک کو اختیار دیا کہ جو تمھاری راے ہے اُسکے مطابق کارروائی کرو اور دوسرے دن سوال وجواب ہو کر صلح قرار پائی اور طرفین سے گولہ باری موقوف ہوئی۔ ۲ جمادی الاولے روز جمعہ کو نواب سیّد علی محمد خان بنگڑھ سے بادشاہ کی قدمبوسی کے لیے سوار ہوے اس عرصے میں آندھی چلنے لگی پھر کچھ بوندا باندی ہوئی اُنکی سواری آہستہ آہستہ چلکر قائم خان کے خیمے کے پاس پہونچی وہاں تھوڑی دیر قیام کیا اور اپنی گردآلود اور بھیگی ہوئی پوشاک بدلی۔ انند رام مخلص نے بنگڑھ کے سفرنامے میں اسی طرح لکھا ہے۔ یہاں ایک بات جان لینے کے قابل ہے کہ تاریخ فرخ آباد میں آرون صاحب نے بیان کیا ہے کہ نواب سیّد علی محمد خان صفدر جنگ کے ذریعہ سے حضور سلطانی میں حاضر ہونا چاہتے تھے اور نواب صفدر جنگ کے دیوان نولراے کے توسل سے معاملہ عہد وپیمان شروع ہوا تھا۔ قائم خان کی فوج صفدر جنگ کے داہنے ہاتھ کی طرف تھی ایک دن نواب سیّد علی محمد خان بارہ ہزار زرہ پوش پٹھانوں کی ہمراہی میں صفدر جنگ کے پاس جاتے تھے جب اُنکی نظر قائم خان کے خیمے پر پڑی تو پوچھا کہ یہ خیمہ کس کا ہے جواب ملا کہ قائم خان کا تب اُنکے خاص خاص سرداروں نے کہا کیا ضرور ہے کہ معاملہ صلح کا اعتبار ایک مغل اور اُسکے دیوان نولراے پر رکھا جائے یہاں آپ کے ہم قوم نواب قائم خان موجود ہیں اُن سے سفارش کے واسطے درخواست کیجیے نواب نے اس بات کو قبول کیا اور قائم خان کے پاس گئے قائم خان اُن سے نہایت تپاک سے ملے جب صفدر جنگ نے جو منتظر تھے یہ مضمون سُنا تو نہایت برہم ہوے اور تمام عمر نواب قائم خان سے بغض رکھا

یہ بیان آنند رام کے بیان کے سامنے جس سے ہمنے اقتباس کیا ہے صحیح نہیں معلوم ہوتا اور نہ یہ قیاس میں آتا ہے کہ نواب سید علی محمد خان پہلے سے خفگی کیے بغیر یوں ہی قائم خان کے ڈیرے چلے جاتے خلاصہ کلام یہ ہے کہ نواب سید علی محمد خان نے اپنی فوج کو نواب قائم خان کے کیمپ میں چھوڑا اور دو تین سو سواروں کے ساتھ نواب وزیر الممالک کے لشکر میں گئے۔ عمدۃ الملک اور ابو المنصور خان صفدر جنگ اور قائم خان مورچوں سے سوار ہو کر بادشاہ کے پاس چلے گئے اور سہ پہر کے وقت نواب وزیر نواب سید علی محمد خان کو اپنے ہمراہ لیکر مورچوں سے سوار ہوے وزیر الممالک پہونچے تو بادشاہ حرم سرا سے نکلے اور دیوان خاص میں سند زرین پر بیٹھے اول عمدۃ الملک مدار المہام اور پھر دوسرے اُمرائے سلطنت باریاب مجرا ہوے۔ بعد اسکے بادشاہ نے سید علی محمد خان کی حاضری کا حکم دیا انتظام الدولہ خلف وزیر اعظم اُنکے دونوں ہاتھ رومال سے باندھ کر حضور میں لے گئے بادشاہ نے فرمایا کہ اسکو آزاد اور اسکی تقصیرات کو معاف کیا اسکے ہاتھ کھولدینا چاہیئے۔ نواب سید علی محمد خان آداب بجالائے اور ہزار اشرفیاں نذر گذرانیں جو منظور ہوئیں۔ نواب سید علی محمد خان کو رخصت کر دیا اور حکم دیا کہ بالفعل قائم جنگ کے پاس رہیں پانچ جمادی الاولے اتوار کو چھ گھڑی دن چڑھے بادشاہ نے کوچ کر دیا تمام لشکر کے پیچھے عمدۃ الملک تھے اور نواب سید علی محمد خان سو سوار اور سو پیادوں کے ساتھ عمدۃ الملک کے ہمراہ تھے۔ اور اُنکے تمام علاقے پر فرید الدین خان بن نواب عظمت اللہ خان سابق حاکم مراد آباد مقرر کیے گئے۔ اور بادشاہ نے قائم خان کو قائم الدولہ خطاب عطا کیا۔ واپسی کے وقت گنگا کے پل کی تیاری کا کام علی محمد خان جارچی ملازم صفدر جنگ کے سپرد ہوا تھا۔ پل کی تیاری میں بڑی دیر اور دقت واقع ہوئی۔ سلخ جمادی الاولے ۱۱۵۸ھ ہجری کو بادشاہ دلی میں پہونچگئے۔ ابو المنصور خان صفدر جنگ روہیلوں کی خرابی کے نہایت درپے تھے چاہتے تھے کہ اُنمیں کا ایک متنفس باقی نہ رہے

اسلیے بادشاہ سے کئی بار عرض کیا کہ حضور نواب سید علی محمد خان کو میرے حوالے کردیں مگر وزیر اعظم اُنکے ہمیشہ آڑے آتے رہے اور صفدر جنگ کی کوئی بات نواب موصوف کے برخلاف بادشاہ کے حضور میں نہ چلنے دی[لہ]۔

شجاع الدولہ کی شادی

محمد شاہ نے اس خیال سے کہ صفدر جنگ اور نجم الدولہ میں قرابت پیدا ہو جائے ایک دن صفدر جنگ سے فرمایا کہ شجاع الدولہ کا کہاں بیاہ کروگے۔ عرض کیا کہ میرے ماموں سعادت خان کی بیٹی آگے اُس سے نامزد ہوئی تھی مگر اُس لڑکی کی پیٹھ پر ایک خط منحوس ظاہر ہو گیا ہے اسلیے شجاع الدولہ کی ماں اس نسبت پر راضی نہیں ہے۔ تھوڑے عرصے سے نسبت کا پیغام علی قلی خان داغستانی شش انگشتی کے گھر سے آتا ہے۔ اگرچہ علی قلی خان سید عباسی ہے اور حسن علی خان کا بھتیجا ہے جو شاہ طہماسپ صفوی کا وزیر تھا لیکن چونکہ اُسکی بیٹی گنا بیگم ایک کسبی کے بطن سے ہے اسلیے شجاع الدولہ کی ماں اس قرابت سے بھی راضی نہیں اب دیکھیے کہاں قرار پائے۔ بادشاہ نے ارشاد کیا کہ نجم الدولہ کی بھی ایک بہن موجود ہے اور اس کا سلسلۂ نسب حلیمہ مرضعۂ حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو پہونچتا ہے۔ ہمارے نزدیک یہ بہتر ہے کہ شجاع الدولہ کا بیاہ نجم الدولہ کی بہن کے ساتھ ہو جائے صفدر جنگ نے عرض کی حضور کا حکم غلام کے سر و چشم پر بادشاہ نے فرمایا کہ وہ لڑکی میری لڑکی ہے صفدر جنگ نے آداب تسلیم ادا کیا چنانچہ[ہ] ۱۱۵۰ ہجری میں شادی قرار پائی بڑی دھوم سے شادی ہوئی ۴۶ لاکھ روپے صرف ہوئے صفدر جنگ نے اپنی خوشی اور بادشاہ کی خوشنودی کے لیے بڑا تکلف اور کر و فر کیا تھا۔ یہاں تک کہ ساچق کے دن ایک ہزار اور کئی سو گھڑے چاندی کے تیار کرا کے عروس کے گھر بھجوائے کہ ہر ایک گھڑا سو روپے سے کم میں تیار

لہ دیکھو تاریخ عالم شاہی ۱۲ ہ دیکھو عماد السعادت ۱۲

نہ ہوا تھا۔ بادشاہ نے عروس کی جانب سے عمدۃ الملک امیر خان کو کھڑا کیا تھا۔

آبحیات میں مولوی محمد حسین آزاد نے لکھا ہے کہ معتبر لوگوں کی زبانی معلوم ہوا کہ جب گنا بیگم دختر قزلباش خان امید کے حسن و جمال اور سلیقے اور سگھڑاپے اور حاضر جوابی اور موزونی طبع کی شہرت ہوئی تو نواب شجاع الدولہ نوجوان تھے اُس سے شادی کرنی چاہی بزرگوں نے حسب آئین بادشاہ سے اجازت مانگی فرمایا کہ اُسکے لیے ہمنے تجویز کی ہوئی ہے ایک خاندانی سید زادی لڑکی کو حضور نے بنظر ثواب خود بیٹی کر کے پالا تھا اُسکے ساتھ شادی کی اور اس دھوم سے کی کہ شاید کسی شاہزادی کی ہوئی ہو یہی سبب تھا کہ شجاع الدولہ اور تمام خاندان اُنکی بڑی عظمت کرتے تھے دُلھن بیگم صاحبہ اُن کا نام تھا اور آصف الدولہ کی والدہ تھیں۔

اس بیان میں بعض باتیں غلط ہیں اور غلطی اُنکی ایسی ظاہر ہے کہ تشریح کی احتیاج نہیں۔

نجم الدولہ اسحاق خان بن موتمن الدولہ اسحاق خان کا حال

اسحاق خان موتمن الدولہ کا باپ شوستر سے ہندوستان میں آیا اور دلی میں ٹھہرا۔ محمد شاہ کے عہد میں بادشاہی نوکر ہوا اور غلام علیخان خطاب پایا۔ بکاولی کا تعلقہ اُسکے سپرد ہوا۔ اسحاق خان ہند میں پیدا ہوا محمد شاہ نے غلام علیخان کو خانسامانی کی خدمت دی مرزا حسن اُسکے باپ کا نام تھا۔ اسحاق خان نے کمالات میں خوب دستگاہ حاصل کی نظم و نثر عربی و فارسی میں مہارت کامل رکھتا تھا۔ محمد شاہ کی خدمت میں اس کا تقرب بہت بڑھ گیا موتمن الدولہ خطاب پایا۔ دیوانی خالصہ کی خدمت اُسکے سپرد ہوئی۔ اُسکے رسالے میں کئی ہزار سوار بادشاہی نوکر تھے۔ جنکے گھوڑوں کا داغ حرف ق مقرر تھا۔ جو اسحاق خان کے نام کا حرف آخر ہے۔ بادشاہ کو جس قدر اُسپر اعتماد تھا اُتنا کسی دوسرے امیر پر نہ تھا اُسکی ناک میں چند پھنسیاں نکلیں ورم آگیا

پانچ چھ روز تپ آئی ۲ صفر ۱۱۵۲ھ کو دوشنبے کے دن انتقال کیا یہ شعر اُسکا ہے ؎

زبسکہ دردل تنگم خیال آن گل بود نفیر خواب من امشب صفیر بلبل بود

موتمن الدولہ نے تین بیٹے اور ایک بیٹی چھوڑی۔ ۹ صفر روز جمعہ کو تینوں بیٹے بادشاہ کے سلام سے مشرف ہوے۔ موتمن الدولہ کی اس بیٹی کی شادی محمد شاہ نے شجاع الدولہ کے ساتھ کرائی۔ بیٹوں کے یہ نام ہین۔

(۱) مرزا محمد یہ دونوں بھائیوں سے بڑا تھا بادشاہ نے اول اسکو اسحاق خان خطاب دیا جو اُسکے باپ کا خطاب تھا اور آخر میں نجم الدولہ خطاب پایا بادشاہ اسپر بیحد مہربانی کرتے تھے ایکبار مرزا محمد کو بادشاہ نے بطور سلاطین کے عہد طفلی مین تخت پر اپنے روبرو خلاف ضابطہ بٹھا لیا۔ کہتے تھے کہ اگر اسحاق خان کے ہان مرزا محمد نہ پیدا ہوتا تو میں نہیں جانتا کہ میری زیست کیونکر ہوتی۔ نجم الدولہ بخشی چہارم ہوا محمد شاہ کے انتقال کے بعد احمد شاہ کے عہد میں بھی بخشی گری کی خدمت پر رہا۔ اور دلی کے محاصلات پرمٹ کی خدمت بھی اُس سے متعلق رہی۔ صفدر جنگ کے ہمراہ احمد خان بنگش بن نواب محمد خان بنگش والی فرخ آباد کی لڑائی میں ۲۲ شوال ۱۱۶۳ھ ہجری کو مارا گیا اور دلّی میں مدفون ہوا۔

(۲) مرزا علی افتخار الدولہ۔

(۳) مرزا محمد علی سالار جنگ یہ دونوں بھائی عالمگیر ثانی کے عہد میں اودھ کو چلے گئے صفدر جنگ کا انتقال ہو چکا تھا شجاع الدولہ حکومت کرتے تھے پھر شاہ عالم ثانی نے سالار جنگ کو تن بخشی گری کا خلعت دیا۔ یہ واقعہ ۲۴ رجب ۱۱۷۵ھ ہجری کا ہے۔

دریائے لطافت میں میر انشاء اللہ خان نے لکھا ہے کہ یہ تینوں بھائی نہایت عیاش تھے اسلیے دلّی کے لطیفہ گو اور خوش کلام اور بڑی بیکر طوائف اُنکی صحبت میں رہتی تھیں۔

احمد شاہ ابدالی کے مُقابلے کے لیے صفدر جنگ کا سرہند کو جانا اور قمرالدین خان وزیراعظم کی مقتولی کے بعد کارنمایاں دکھانا، صفدر جنگ کی کوشش سے احمد شاہ کا شکست پانا صوبہ الہ آباد بھی صفدر جنگ کو مل جانا

مآثر الامرا میں لکھا ہے کہ ۱۱۵۶ہجری میں بادشاہ نے صوبہ الہ آباد عمدۃ الملک سے نکالکر صفدر جنگ کے سپرد کر دیا۔ اور خزانۂ عامرہ میں ذکر کیا ہے کہ ۱۱۵۹ہجری میں عمدۃ الملک اپنے ایک نوکر کے ہاتھ سے مارا گیا تو بادشاہ نے صوبہ الہ آباد بھی صفدر جنگ کے حوالے کر دیا۔

۱۱۶۱ہجری مطابق ۱۷۴۸ء میں احمد شاہ دُرّانی نے صوبۂ لاہور و ملتان پر چڑھائی کی اور اُس ملک کو دل کھولکر لُوٹا جب اُسکو سلطنت ہند کی بدنظمی اور دربار کی بیخبری کی خبر پہونچی تو دلّی کی تسخیر کا ارادہ کیا اور لاہور سے دلّی کی طرف کوچ جاری کیا۔ محمد شاہ نے احمد شاہ کے مقابلے کے لیے اپنی تمام فوج اور توپخانہ اپنے ولی عہد شاہزادہ احمد کے ساتھ کرکے اور وزیرالممالک اعتماد الدولہ قمرالدین خان اور ابوالمنصور خان صفدر جنگ اور راجہ ایسری سنگھ ولد جے سنگھ سوائی والی جے پور وغیرہ کو اُسکے ہمراہ کرکے روانگی کا حکم دیا۔ ایسری سنگھ نے اس وقت پر بادشاہ سے عرض کرایا تھا کہ قلعہ رنتھنبور مجھے عطا ہو جائے اور اُس قلعہ کے ملنے تک جانے میں ڈھیل کرتا تھا بہت سے امرا کی مرضی ہوئی کہ قلعہ راجہ کو دیدیا جائے مگر قمرالدین خان وزیر اور صفدر جنگ نے کہا کہ ایسا قلعہ نہ دینا چاہیے اگر کبھی مخالفت ہوگئی تو راجپوتوں کے ہاتھ سے اُس کا نکلنا مشکل ہوگا۔ ۱۸ محرم ۱۱۶۱ہجری کو بادشاہ نے صفدر جنگ اور ذوالفقار جنگ اور معین الملک وغیرہ کو

پھر دن چڑھے فتح نیچ عنایت کرکے رخصت فرمایا۔ اور نو گھڑی دن چڑھے بادشاہ نے اپنے ہاتھ سے وزیر اعظم کے سر پر سرپیچ باندھا اور بادلہ کا طرہ اپنی دستار سے نکالکر انکی دستار میں لگا دیا اور ابدالی سے جنگ کرنے کے لیے رخصت فرمایا۔ تاریخ سلاطین متاخرین ہند سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت شجاع الدولہ صفدر جنگ کے ہمراہ نہیں گئے تھے بادشاہ کے حضور میں رہے تھے۔

شاہزادۂ احمد تمام لشکر اور امرا کے ساتھ سرہند سے گذر کر دریاے ستلج کے کنارے ماچھی واڑے میں پہونچا اور احمد شاہ ابدالی لودھیانہ کی راہ بالا بالا داخل سرہند ہوا اور ۱۳ ربیع الاول کو اُس مقام کو لوٹ لیا شاہزادہ یہ خبر سُن کر ابدالی کے تدارک کے لیے اُس طرف کو روانہ ہوا۔ اور اپنی فوج کا پڑاؤ ڈالکر ابدالی کے لشکر کے خوف سے اپنی سپاہ کے گرد خندق کھُدوائی۔ ۱۵ ربیع الاول سے ۲۰ تک لڑائی جاری رہی۔ کسی قدر رسد کی گاڑیاں اور بانوں کے چھکڑے اور توپوں کی گاڑیاں شاہزادے کے لشکر سے پیچھے رکھی تھیں اُن پر ابدالی کے لشکریوں نے قبضہ کر لیا۔ ہندوستانی فوج اور بھیر بہت تھی مگر افغانی فوج کے خوف سے خندق میں محصور تھی۔ ۲۲۔ ربیع الاول کو اعتماد الدولہ قمرالدین خان اپنے خیمے مین چاشت کی نماز پڑھ رہے تھے کہ ابدالی کے لشکر میں سے ایک گولہ آکر اُنکے لگا اور وہیں رہ گرا ے مُلک بقا ہوے راجہ ایسری سنگھ وغیرہ راجپوت سردار جنکے ساتھ بیس تیس ہزار آدمی تھے وزیر کے مقتول ہوتے ہی بھاگ نکلے۔ صفدر جنگ اور معین الدین عرف میر منو بن قمرالدین خان نے مع شاہزادے کے پامردی کی۔ ۲۸ ربیع الاول کو احمد شاہ ابدالی نے فوج ہند کے مورچے پر دھاوا کیا۔ معین الملک نے بڑی جوانمردی کے ساتھ مقابلہ کرکے مخالف کے اکثر آدمیوں کو مُلک عدم کو پہونچایا مگر ہندوستانی بہت کثرت سے کام آے چونکہ افغانی فوج قریب آگئی تھی اس لیے قریب تھا کہ ہندوستانیوں کو شکست عظیم ہو۔ صفدر جنگ نے یہ حال دیکھ کر تھوڑی فوج شاہزادے کی کمک کیلیے روانہ کی

اور خود پیادہ پا ہو کر اپنی فوج کے ہکلے اور بان اور جزائل اپنے سامنے کر کے معین الملک اور ابدالی کے درمیان میں حائل ہو گئے اور بڑی دلاوری کے ساتھ لڑائی کی۔ اُدھر تو ابدالی کی فوج معین الملک کی جنگ کا صدمہ اُٹھا چکی تھی کہ یکایک صفدر جنگ بہت سی فوج اور توپخانۂ آتشبار کے ساتھ آ گئے اور اس گرماگرمی میں ہندوستانی توپخانے کا ایک گولا احمد شاہ ابدالی کے توپخانے میں جا گرا جس سے توپوں کی گاڑیوں میں آگ لگ گئی ہزاروں بان چلنے لگے ابدالی کے بہت سے آدمی خاک پر لوٹ گئے اور اُسکی فوج کی ساری جوانمردی ختم ہو گئی یہاں تک کہ میدان جنگ سے قدم اُٹھ گئے۔ رات کو احمد شاہ نے کچھ پیام صفدر جنگ کے پاس بھیجے اور صبح کو میدان جنگ سے کوچ کر گیا۔ محمد شاہ مژدۂ فتح و فیروزی اور وزیر کی جان نثاری اور صفدر جنگ کی جوانمردی اور کوشش کا حال سُنکر بہت مسرور ہوے۔

چونکہ بادشاہ کی طبیعت ان دنوں علیل تھی اس لیے شاہزادے اور صفدر جنگ کو عجلت کے ساتھ اپنے پاس طلب کیا میدان جنگ سے شاہزادہ مع صفدر جنگ کے روانہ ہوا محمد شاہ کا مرض دم بدم زیادہ ہوتا تھا اسلیے شاہزادے اور صفدر جنگ کی طلب میں متواتر شقے صادر ہونے لگے اور یہ لوگ جلدی روانہ ہوے ابھی پانی پت کے متصل پہونچے تھے کہ ۲۷ ربیع الثانی ۱۱۶۱ھ ہجری مطابق ۵ اپریل ۱۷۴۸ء کو محمد شاہ نے انتقال کیا۔ ۲ جمادی الاولےٰ ۱۱۶۱ھ ہجری کو صفدر جنگ نے مقام پانی پت میں چتر شاہی اور لوازم جلوس آراستہ کر کے بادشاہ کی نذر سے گذرانا اور سلطنت ہندوستان کی مبارکباد دی اور آداب بجالائے بادشاہ نے کہا کہ وزارت تمکو مبارک ہو۔[۱]

اس بادشاہ کی حقیقی ماں کا نام اودھم بائی تھا جو مان خان قوال کی بہن تھی احمد شاہ نے

[۱] دیکھو مرآت آفتاب نما ۱۲

اپنی تخت نشینی کے بعد اُسکو نواب ہائی خطاب دیا۔ پھر تھوڑے دنوں کے بعد نواب قدسیہ صاحب الزمان خطاب ہوا[1]

نواب سید علی محمد خان کی مدد سے صفدر جنگ کو دلی کی وزارت ملنا

احمد شاہ اپنے باپ محمد شاہ کے جانشین ہوے وہ احمد شاہ دُرّانی کی قوت کی دھوم دھام ہونے سے ترساں اور لرزاں رہتے تھے اور اُنھوں نے فیروزمندوں کی لوٹ مار سے سلطنت کو حفظ و حراست میں رکھنے کی غرض سے وزارت کا عہدہ آصف جاہ کے سپرد کرنا چاہا مگر جبکہ آصف جاہ نے انکار کردیا[2] اور صفدر جنگ کو لکھا کہ جو بہتر سمجھو کرو جسکے بعد ہی اُسنے وفات پائی تو بادشاہ نے ناصر جنگ آصف جاہ کے جانشین کو اپنی امداد و اعانت کے واسطے اُس فوج سمیت بُلایا جو اُسکی سعی و ہمّت سے فراہم ہوسکتی تھی مگر تھوڑے عرصے میں یہ بات دریافت ہوئی کہ احمد شاہ دُرّانی اپنی قلمرو کے مغربی حصّے میں مصروف و مشغول ہے چنانچہ اس خبر کو سُنکر احمد شاہ ہندوستانی کے اوسان درست ہوے اور انتظام اپنی قلمرو کا اپنی مرضی کے موافق پورا کرنا چاہا اور اب اُسکی مدد کی کچھ ضرورت نہ ہی۔ اس وقت جدید وزارت قائم کرنے کی تجویز درپیش ہوئی صفدر جنگ کو خلعت وزارت کی بڑی خواہش تھی اور طرح طرح کی کوششیں اس کامیابی کے واسطے کر رہے تھے۔

نواب سیّد علی محمد خان کو جو ابدالی کے حملے کے موقع پر دوبارہ روہیلکھنڈ کی حکومت پر قائم ہوگئے تھے ایک خط اُنھوں نے اس مضمون کا لکھا کہ احمد شاہ محمد شاہ کی جگہ تخت نشین ہوے مگر ابتک [illegible]ت کسی امیر بادشاہی کے نام قرار نہیں پایا ہے بظاہر۔ نظر بادشاہ کی میری طرف ہے مگر اُمراے تورانی چاہتے ہیں کہ خلعت وزارت انتظام الدولہ بن اعتماد الدولہ قمرالدین خان کو

---

[1] دیکھو مرآت آفتاب نما ۱۲ [2] دیکھو الفنسٹن کی تاریخ ۱۲

مرحمت ہوا اگر آپ بھی تشریف لاکر ہمارے شریک ہوں تو ہم آپکی اعانت قمرالدین خان سے زیادہ کرینگے۔ نواب سید علی محمد خان ان دنوں محمد شاہ کے مرنے اور نئے بادشاہ کے مسندنشین ہونے کی وجہ سے یہ چاہتے تھے کہ اپنی طرف سے کوئی آدمی دلی بھیج کر کسی رکن سلطنت کی معرفت اپنے معاملے کی پختگی بادشاہ کے حضور سے کرالیں صفدرجنگ کی تحریر کو غنیمت سمجھ کر اُن کو اپنا طرفدار بنانا مناسب جانا مگر اس وقت نواب سید علی محمد خان کی یہ حالت تھی کہ مرض استسقا میں مبتلا تھے۔ قوت سامعہ میں بھی بڑا خلل آگیا تھا دوسرے قوے بھی بیکار تھے اسلیے آپ نے بجانے سکے حافظ رحمت خان کو ہزار سوار دیکر دلی کو روانہ کیا حافظ صاحب دلی کے قریب پہونچے تو صفدرجنگ نے جنکو بڑا انتظار تھا حافظ صاحب کے ورود کی خبر سُنکر اپنے بیٹے شجاع الدولہ کو اسحاق خان کے ساتھ استقبال کو بھیجا یہ دونوں سردار حافظ صاحب کو اپنے ہمراہ دلی میں لیگئے اور اُن کے خیمے شیرجنگ کے باغ میں نصب کرائے صفدرجنگ نے تمام لشکر کے لیے ضیافت بھیجی دوسرے دن صبح کو صفدرجنگ نے حافظ صاحب کو اپنی ملاقات کے لیے بلایا اور بہت تعظیم وتکریم سے گلے لگایا اور تخلیہ کرکے تورانیوں کی مخالفت اور ایرانیوں کی موافقت کی ساری داستان بیان کی۔ حافظ صاحب صفدرجنگ سے یہ کہا کہ میں آپکی مرضی کا تابع ہوں آپ جو حکم دینگے اُسکی تعمیل کرونگا اور اپنے قیام گاہ کو لوٹ آئے اور روزانہ حافظ صاحب صفدرجنگ کی ملاقات کو جانے لگے کئی دن کے بعد صفدرجنگ نے حافظ صاحب کو طلب کرکے کہا کہ کل میں خلعت حاصل کرنے کے لیے قلعہ کو جاؤنگا۔ پانچہزار تورانی انتظام الدولہ کے ہمراہ میرے روکنے کی کوشش کے لیے قلعہ کے دروازے پر کھڑے ہونگے اور یہ چاہینگے کہ مجھپر سبقت کرکے انتظام الدولہ کو خلعت دلوادیں اس لیے کل صبح آپ اپنے سواروں کو ساتھ لے کر میرے پاس آجائیں چنانچہ دوسرے دن صبح کو کہ رجب کی چوتھی تاریخ اور دوشنبے کا دن تھا حافظ صاحب

تیاری کر کے صفدر جنگ کے دروازے پر پہونچے صفدر جنگ قبل سے اپنی فوج کو تیار کر کے حافظ صاحب کے منتظر تھے اُنکے پہونچتے ہی نہایت تزک وشان کے ساتھ قلعہ کو روانہ ہوئے تورانی قبل سے پانچ چھ ہزار کے قریب جمع ہو کر چاہتے تھے کہ قلعہ مین گھس جائیں مگر جاوید خان قلعہ دار نے جو صفدر جنگ کا طرفدار تھا اُنکو قلعہ مین داخل نہیں ہونے دیا کہ اتنے مین صفدر جنگ کی سواری جا پہونچی تورانی صفدر جنگ کی جمعیت دیکھ کر دم بخود ہو گئے اور کچھ نہ بولے صفدر جنگ قلعہ کے دروازے پر پہونچے اودھم بائی المخاطب بہ قدسیہ بیگم والدۂ بادشاہ کے حکم سے جاوید خان نے قلعہ کا دروازہ کھولدیا اور صفدر جنگ کو تھوڑے سے خدمتگاروں کے ساتھ قلعہ مین لے لیا حافظ رحمت خان دروازے پر تورانیون کے مقابلے کیلیے کھڑے رہے بادشاہ نے صفدر جنگ کو خلعت ہفت پارچہ مع چارقُب وزارت وقلمدان مُرصع ودیگر جواہر کے دیا اور جملۃ الملک[۱] مدار المہام وزیر الممالک برہان الملک ابو المنصور خان بہادر صفدر جنگ سپہ سالار خطاب عطا کیا اور منصب ہشت ہزاری ذات اور ہشت ہزار سوار کا دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد صفدر جنگ خلعت وزارت ہندوستان پہنکر قلعہ سے نکلے اور اُس جمعیت کے ساتھ اپنی حویلی کو چلے آئے تیسرے روز صفدر جنگ نے حافظ رحمت خان کو احمد شاہ کے دربار مین پیش کر کے خلعت اور نوبت اور خطاب حافظ رحمت خان بہادر نصیر جنگ دلایا پھر باہم دوستی کا عہد وپیمان کر کے اپنی طرف سے خلعت گھوڑا ہاتھی حافظ صاحب کو دیکر رخصت کیا اور نواب سید علی محمد خان کے لیے تمام روہیلکھنڈ کی حکومت کی منظوری کا حکم بھی سلطنت کی طرف سے جاری کرا دیا۔ میر آتشی کا خلعت صفدر جنگ پر بحال رہا اور تھوڑے دن کے بعد اُنکی استدعا کے موجب میر آتشی کی نیابت کا خلعت اُن کے بیٹے شجاع الدولہ کو بادشاہ

[۱] دیکھو سیر المتاخرین لیکن مخص التواریخ مولفۂ فرزند علی وتاریخ مظفری مین جملۃ الملک کی جگہ عمدۃ الملک ہے ۱۲

نے دیا۔

صفدر جنگ کی ہلاکت کے لیے سازش ہونا اور اُن کا اُس حادثے میں صحیح و سالم رہنا۔ صفدر جنگ کا بادشاہ سے روٹھ جانا۔ بادشاہ کا اُن کو منانے کے لیے اُنکی حویلی پر آنا۔ اکبر آباد۔ ملتان۔ اجمیر اور الٰہ آباد کی حکومتوں کا انتظام

سنہ ۱۱۶۱ ہجری میں ایک عجیب سانحہ واقعہ ہوا وہ یہ کہ نواب صفدر جنگ عید الضحیٰ کے دن عیدگاہ سے لوٹ کر گھر کی طرف آ رہے تھے کہ قلعہ کے پاس چھتّے[ل] میں جو نکمود کے نام سے مشہور ہے جس قدر سر راہ مکانات پر چھپّر تھے اُنکو آگ لگ گئی اور اُس آگ میں بان اور گولے چلنے لگے

ل مرآت آفتاب نما میں لکھا ہے کہ در چھتّہ کہ بہ نکمود مشہور ست عرض راہ یکسر بقیہ چھپّرہاے دست راست را آتش گرفتہ بان و گولہ و تمنچہ و تفنگ الی آخرہ اور احوال سلاطین متاخرین ہند میں یوں لکھا ہے در اثناے راہ چھتّہ نکمود یکبارگی آواز بان و طپانچہ و بندوق بیامد و گولہا افتادند و آتش ریخت اور تاریخ مظفری میں ہے در کلبۂ ساباط نکمود قریب قلعہ بادشاہی از زمین بر بلندی عماری فیل چون اسپ صفدر جنگ محاذی کلبۂ مذکور آمد آنرا آتش دادند۔ ساباط سین مہملۂ مفتوح الف ساکن اور باے موحدۂ مفتوح اور طاے حُطّی سے منتہی الارب میں پوشش رہگذر کے معنی میں لکھا ہے تاریخ مظفری کا مؤلف یہ لفظ چھتّے کی جگہ بولا ہے۔ چھتّہ ایسے رستے کو کہتے ہیں جو ڈھنکا ہوا ہو اکثر شہروں میں چھتّے کے بازار ہوتے ہیں تاریخ مظفری میں ایک اور مقام پر لکھا ہے کہ اس چھتّے پر سے ہو کر قلعہ میں پانی جایا کرتا تھا ۱۲

صفدر جنگ کی سواری کا گھوڑا اور دو تین خدمتگار اُنکے صدمے سے مرگئے اور صفدر جنگ گھوڑے سے گر پڑے مگر کوئی صدمہ نہ پہونچا بعد اسکے صفدر جنگ بڑی احتیاط کے ساتھ سوار ہوتے۔ بہت سی تحقیقات کی اس سانحہ کے متعلق کوئی راز نہ کھلا تاریخ مظفری میں لکھا ہے کہ اس واردات کا گمان نظام الدولہ خلف کلاں قمر الدین خان کی طرف پیدا ہوا اور وہ چندروز کے بعد اس مظنہ کے رفع کرنیکے لیے وزیر کے گھر پر معذرت کو آیا گو ظاہر میں صفائی ہوگئی مگر طرفین کے دل صاف نہوے۔ مرآت آفتاب نما میں بیان کیا ہے کہ صفدر جنگ کے دل میں بادشاہ کی طرف سے کُدورت پیدا ہوگئی اور تین مہینے تک بادشاہ کے مجرے کو نہ گئے بادشاہ نے مصلحت اسی میں سمجھی کہ صفدر جنگ کے مکان کو خود تشریف لیگئے اور ہر طرح سے مطمئن کر دیا مگر چونکہ جاوید خان خواجہ سرا کو بادشاہ کے مزاج میں بہت دخل حاصل ہوگیا تھا اور بادشاہ نے اُسکو نواب بہادر خطاب دیا تھا بادشاہ کے تمام احکام اُسکی مرضی کے موافق صادر ہوتے تھے اسلیے صفدر جنگ کے دل میں کُدورت بڑھتی رہی۔

تاریخ مظفری میں بیان کیا ہے کہ صفدر جنگ کے مخلع ہونے کے چندروز بعد ۴ رجب سنہ ۱۱۶۱ ہجری کو آگرے اور الہ آباد کی صوبہ داری کا خلعت سید صلابت خان بہادر ذوالفقار جنگ خلف سادات خان فرخ سیری کو مرحمت ہوا اور روز چہارشنبہ ۲۰ رجب کو صوبہ داری اجمیر کا خلعت اور اودھ کی صوبہ داری کی مستقلی کا فرمان اور غسل خانے اور تسبیح خانے کی داروغگی علاوہ پہلی عطیات کے صفدر جنگ کو بادشاہ نے عطا کی مگر پھر یہ تجویز قرار پائی کہ صوبۂ اجمیر جو صفدر جنگ کو مرحمت ہوا تھا صوبۂ الہ آباد سے جو ذوالفقار جنگ سے متعلق تھا تبدیل ہو کیونکہ الہ آباد کو اودھ سے قرب تھا پس اودھ اور الہ آباد صفدر جنگ کے پاس رہے اور اجمیر واکبر آباد امیر الامرا ذوالفقار جنگ کو مل گئے تاریخ مظفری میں ذکر کیا ہے کہ بادشاہ نے

اپنے جلوس سے دوسرے سال صفدر جنگ کے مشورے سے شاہ نواز خان پسر دوم عزالدولہ ذکریا خان کو صوبہ داری ملتان کا خلعت دیا۔ کیونکہ معین الملک سے صفدر جنگ کو ملال تھا شاہ نواز خان پندرہ سولہ ہزار پیادہ و سوار کی جمعیت سے لاہور کی طرف گیا ملتان کے متصل معین الملک کے نائب کوڑامل کے ہاتھ سے شکست پائی اور مارا گیا۔

صفدر جنگ کا نواب قائم خان بنگش والی فرخ آباد کو روہیلوں سے لڑا دینا قائم خان کا مارا جانا صفدر جنگ کا ریاست فرخ آباد کو ضبط کر لینا۔ اور خاندان بنگش کی بربادی و تباہی میں فریب اور حیلے کام میں لانا۔

صفدر جنگ خاندان بنگش کے دشمن جانی تھے اُنھوں نے ایک فرمان قائم خان کی طلبی میں جاری کروایا قائم خان نے بادشاہ کو جواب بھیجا کہ فدوی خاکسار صفدر جنگ پر اعتماد نہیں رکھتا ہے وہ اُسکے خاندان کے دشمن ہیں اس جواب سے بادشاہ اور وزیر دونوں سخت ناراض ہوئے وزیر نے جاوید خان سے صلاح پوچھی کہ اب اس کا انتقام کیونکر لینا چاہیے اُس وقت صفدر جنگ کو یہ سوجھا کہ قائم خان کو روہیلوں سے لڑا دو دونوں میں سے جسکو شکست ہوگی اُس میں اپنا مطلب نکلتا رہے گا کیونکہ نواب صفدر جنگ روہیلوں سے بھی دلی عداوت رکھتے تھے اور اپنے ملک کے قریب اُن کا جماؤ ہونا اُنکو پسند نہ تھا۔ قمرالدین خان وزیر اعظم اور نواب سید علی محمد خان جب تک زندہ رہے صفدر جنگ اپنے دل کا بخار روہیلوں سے نہ نکال سکے۔ جبکہ ۴ [?] شوال ۱۱۶۲ ہجری[1] مطابق ۱۴ ستمبر ۱۷۴۹ء نواب سید علی محمد خان کا آنولے میں مرض استسقا

---

[1] دیکھو تکملۂ ذکر یوک [?] مولفہ حاجی محمد رفیع الدین خان مرادآبادی اور کشف الاستار میں شاہ حمزہ صاحب لکھتے ہیں کہ روز عید شوال ۱۱۶۱ [?] ہجری کو رحلت کی ۱۲

سے (نہ مرض سرطان سے جیساکہ سیر المتاخرین میں ناواقفی سے لکھدیا ہے) انتقال ہو گیا تو صفدر جنگ کی رائے سے روہیلکھنڈ کی گورنری کا فرمان قائم خان کے نام اس مضمون کا تیار ہوا کہ ایک بڑا کار اہم تمھارے ذمے کیا گیا ہے یعنی بہت سے محال بریلی و مرادآباد کے جو محمد شاہ کے زمانے میں تمھاری مدد سے حاصل ہوے تھے انپر دوبارہ نواب سعد اللہ خان ولد نواب سید علی محمد خان روہیلہ نے قبضہ کرلیا ہے لہذا یہ ملک تمھارے حوالے کیا جاتا ہے اور حکم دیا جاتا ہے کہ جاکر اُسپر قبضہ کرلو۔ یہ فرمان شیر جنگ ولد سیادت خان برادر کلان برہان الملک سعادت خان کے ہاتھ روانہ کیا گیا۔ شیر جنگ فرخ آباد کے قریب پہونچا اور دو کوس کے فاصلے پر ٹھہرا قائم خان نے بڑے تزک و احتشام سے استقبال کیا فرمان اُسکو پڑھکر سُنایا گیا قائم خان آداب بجالایا اور خلعت سرفرازی کو زیب تن کیا بعد ازاں قلعہ کو واپس آیا یہاں شرفا اور عہدہ داروں نے آکر نذریں گذرانیں اور مبارکباد دی۔ آرون صاحب نے تاریخ فرخ آباد میں لکھا ہے کہ اُدھر خُفیہ صفدر جنگ نے روہیلوں کو اشارہ کردیا کہ تم مقابلے میں کمی نہ کرنا یہ حال تاریخ بیان الواقع سے بھی تصدیق کو پہونچتا ہے۔ لیکن اُس میں یہ عجیب بات لکھی ہے کہ بادشاہ اور ارکان دولت نے سوائے صفدر جنگ کے تو قائم خان کو روہیلوں کے تباہ کرنے کے واسطے کہا اور صفدر جنگ روہیلوں کے طرفدار تھے بلکہ اُنکی مدد کے لیے اپنے نائب نولرائے کو حکم دیا تھا اُس مقام کی کتاب کی اصل عبارت یہ ہے "جناب بادشاہ و ارکان دیگر قائم خان بہادر را برین آوردہ کہ پسران نواب علی محمد خان روہیلہ را قتل وغارت و اسیر سازند کہ ملک متصرف آنہا باختیار شما خواہیم گذاشت و نواب صفدر جنگ پسران نواب علی محمد خان را پشت گرمی دادہ کہ با قائم خان بخاطر جمع محاربہ نمایند و بہ راجہ نولرائے نائب نظامت صوبۂ اودھ وغیرہ نوشتہ کہ بہ تعجیل خود را بواسطۂ کُمک سرداران روہیلہ رسانند مختصر کلام آنکہ نواب قائم خان حسب الارشاد

بادشاہ با افواج بیشمار از برائے تنبیہ و تسخیر روہیلہ ہا نہضت فرمودہ و سرداران قوم روہیلہ بہ مربی گری نواب صفدر جنگ از مکان خود حرکت نمودہ متوجہ حریف شدند و چون فوائے او غیرہ نزدیک بودند کہ با سرداران روہیلہ ملحق شود قائم خان بہادر با رفقائے خود مشورہ نمودہ کہ در صورت اتفاق افواج نولرائے با روہیلہ ہا مقابلہ دشوار خواہد شد انسب این ست کہ قبل رسیدن افواج نولرائے بر سر ایشان برویم۔

قائم خان کا ملک روہیلکھنڈ سے بالکل ملا ہوا تھا اس واسطے اُسکے اور روہیلوں کے درمیان بہت موافقت تھی۔ روہیلے نواب قائم خان کی طرف سے حملے کی صورت دیکھ کر خوف زدہ ہوے اور اِس بلا کے ٹالنے کے لیے اُنھوں نے نواب قائم خان کو لکھا کہ جتنے پرگنے دریاے گنگا کے کنارے پر واقع ہیں چھوڑ دینگے اور ایک رقم معقول دینگے مگر نواب نے بخشی محمود خان کے بہکانے سے صُلح نامنظور کی اور روہیلوں کی سفارت ناکامی کے ساتھ آنولے کو واپس آئی روہیلے فوراً اپنی فوج جمع کر کے جس میں پچیس ہزار آدمی سے کم اور چالیس ہزار آدمی سے زیادہ نہیں بتاتے ہیں ڈوری رسولپور کے باغات میں جو بدایوں سے چار میل جنوب و مشرق میں ہے خیمہ زن ہوے نواب قائم خان پچاس ساٹھ ہزار سپاہ اور بڑے توپخانے کے ساتھ آگے بڑھا اور منزل بمنزل کوچ کرتا ہوا دریاے گنگا کے کنارے قادر گنج میں پہونچا اور یہاں کشتیوں کے پُل کے ذریعہ سے گنگا کو عبور کر کے ضلع بدایون میں داخل ہوا روہیلوں نے راہ فرار مسدود دیکھ کر اپنے خیموں کے گرد خندق کھودنی شروع کی۔ نواب قائم خان نے ۱۵ ماہ ذی الحجہ ۱۱۶۲ھ ہجری کو علی الصباح حکم جنگ کا دیا اور خود لباس رزم پہن کر مع اپنے بھائیوں اور خاص سرداروں اور رشتہ داروں اور اُن راجوں کے جو کُمک کو آئے تھے ہاتھی پر سوار ہوا۔ روہیلوں کی طرف سے بھی فوج مقابلے کو تیار ہوئی اور بہت بڑے کُشت و خون کے بعد قریب ڈیڑھ گھنٹہ دن چڑھے قائم خان مارا گیا اور

اُسکے باقی ماندہ سردار کچھ زخمی اور خستہ و خراب وہان سے بھاگے اور روہیلوں نے قائم خان کے کیمپ پر قبضہ کر لیا اور قائم خان کی لاش کو تلاش کر کے پالکی میں رکھوا کر چند معتمدوں کے ساتھ میدان جنگ سے فرخ آباد کو روانہ کیا۔ لڑائی سے تیسرے روز وہ لاش فرخ آباد پہونچی اور اُسکے باپ محمد خان کے پہلو میں دفن ہوئی۔

قائم خان کی تجہیز و تکفین کے بعد مالیہ بیگم عرف بی بی صاحبہ والدہ قائم خان نے نواب محمد خان کے گیارھویں بیٹے امام خان کو قائم خان کی جانشینی کے لیے نامزد کیا۔ جب قائم خان کی شکست و موت کی خبر دلی میں پہونچی تو اکثروں کو سخت صدمہ ہوا سوائے ابوالمنصور خان صفدر جنگ کے کہ وہ اس خبر سے نہایت شاد ہوے اور خوب ہنسے اور کلمات ہزل آمیز زبان پر لائے کیونکہ صفدر جنگ قائم خان سے ابتدا سے عداوت رکھتے تھے اور وجہ عداوت کی یہ تھی کہ جب قائم خان محمد شاہ کی ملازمت کو جاتا تو دیوان عام میں گھوڑے پر سوار ہو کر آتا تھا۔ حالانکہ ہندوستان کا قاعدہ تھا کہ وزیر اور بخشی اور تمام اُمرا نقار خانے کے دروازے سے پیادہ پا دیوان عام میں داخل ہوا کرتے تھے محمد شاہ نے قائم جنگ کو یہ خاص اعزاز عطا کیا تھا[1] جبکہ صفدر جنگ اپنے بڑے مطلب یعنی روہیلوں کی شکست سے مایوس ہوے تو انھوں نے اپنی بدبختی[2] کے نقصان کو یوں پورا کیا کہ قائم خان مقتول کے ملک پر قبض و تصرف کرنے کا ارادہ کیا اور بادشاہ کو اس امر کی ترغیب دی کہ خود بدولت بہ نفس نفیس فرخ آباد کی طرف نہضت فرمائیں تاکہ بقیہ سرداران بنگش کو عذر باقی نہ رہے اور سب مطیع ہو جائیں اور اگر کوئی بندگی سے انحراف کرے یا روپیہ داخل کرنے سے انکار کرے تو اُس کا وہی انجام ہو جو قائم خان کا ہوا وہ سب بھگا دیے جائینگے اور اُنکی بنیاد ملک سے مستاصل کر دی جائے گی۔ بادشاہ چونکہ وزیر کے بندے

[1] دیکھو فرح بخش مؤلفہ شیو پرشاد ۱۲ [2] دیکھو تاریخ ہندوستان مؤلفہ الفنسٹن صاحب ۱۲

ہو رہے تھے جو تدابیر وزیر نے پیش کیں سب پر بے تامل راضی ہو گئے اور سلخ ذی الحجہ
سنہ ۱۱۶۳ ہجری مطابق نومبر سنہ ۱۷۴۹ء پنجشنبہ کو احمد شاہ دلّی سے روانہ ہو کر کوئل پہونچے
اور صفدر جنگ نے بادشاہ کو اس مقام پر چھوڑا جو یہاں سے دلّی کو لوٹ گئے اور خود
تھانہ دریا گنج کی طرف بڑھے یہ تھانہ پرگنہ اعظم نگر ضلع ایٹہ میں فرخ آباد سے ۵۳ میل کے
فاصلے پر گوشۂ شمال و مغرب میں واقع ہے وزیر کے ہمراہ چالیس ہزار ایرانی مغل تھے اور
یہ سب اُنکے قرابت داروں مرزا نصیر الدین حیدر و نواب شیر جنگ و نواب اسحاق خان وغیرہ
کے زیر حکم تھے۔ باوجود اسکے وزیر نے راجہ نول رائے کو یہ حکم بھیجا کہ تم فی الفور آ کر میرے شریک ہو
نول رائے نے صوبہ اودھ کو چھوڑ کر فرخ آباد کی طرف کوچ کیا۔ ۱۶ محرم سنہ ۱۱۶۳ ہجری مطابق ۱۵ دسمبر
سنہ ۱۷۴۹ء کو مع رام نرائن کے جو دس ہزار جوانوں کے ساتھ اُس سے آن ملا تھا دریاے گنگا کو
عبور کیا اور دوسرے دن کالی ندی کے کنارے کی طرف جو اُس مقام سے چار پانچ کوس کے فاصلے پر
واقع ہے روانہ ہوا۔ اسکے دوسرے روز نول رائے اور بقاء اللہ خان ایک گھاٹ سے ندی
کے پار ہو کر پاپیادہ کھڑے ہوے اور اپنے سپاہیوں کو ہمّت دلانے لگے کہ خوب قدم جما کر لڑنا
اور بڑی بہادری سے مقابلہ کرنا ندی اُس وقت بڑے جوش و خروش سے جا رہی تھی۔ پانی
بشدّت برس رہا تھا اور ہواے شمال خوب سردی چمکا رہی تھی اور رسد کی نہایت قلت تھی
غلّہ زعفران کے بھاؤ تھا ایک دن کپڑوں اور اسباب کے خشک کرنے میں گذرا بعد اُسکے فوج
نے خدا گنج کی طرف تین کوس کا کوچ کیا۔ یہاں افغان مع فوج تعدادی ۲۹ ہزار و توپخانہ کے
مقیم تھے نول رائے کی فوج نے ڈیڑھ کوس کا اور کوچ کیا اور فی الفور جنگ کی تیاری ہونے لگی۔
میر محمد صالح اور راجہ پرتھی پت پیش لشکر پر متعین تھے قلب لشکر خود نول رائے کے زیر حکم تھا میسرہ
نواب بقاء اللہ خان کے تحت میں اور میمنہ رام نرائن کے حکم میں تھا۔ کل لشکر میں پچیس ہزار سوار

تھے اور ایک سو ہاتھی اور متعلقین لشکر کا کچھ شمار ہی نہ تھا۔ خیمے پانچ چھ کوس کے میدان میں استادہ تھے بلکہ جہاں تک نظر جاتی تھی خیمے ہی خیمے دکھائی دیتے تھے۔ شرائط عہد و پیمان باہم شروع ہوئیں اور پٹھان فرخ آباد کو واپس گئے۔ ۲۳ محرم ۱۱۶۳ھ ہجری مطابق ۲۲ دسمبر ۱۷۴۹ء کو نولرائے خداگنج کو پہونچا۔ اُس وقت یہ مشہور ہوا کہ نواب وزیر کاسگنج میں پہونچ گئے ہیں اور فرخ آباد کا محاصرہ کرنے کی گفتگو ہو رہی ہے۔

اب یہاں فرخ آباد کے حالات مذکور ہوتے ہیں اگرچہ قائم خان کے چھوٹے بھائی اور بہت سے کارآزمودہ چیلے زندہ موجود تھے۔ مگر ابتدا میں کوئی تیاری نہ کی گئی۔ مگر آخرکار چیلۂ شمشیر خان کی کوشش سے کچھ آدمی فراہم ہوئے اور کالی ندی کے کنارے پر خداگنج کے متصل شہر سے ۱ میل کے فاصلے پر جنوب و مشرق کی طرف متعین کیے گئے تاکہ نولرائے کو بڑھنے سے باز رکھیں مقیم خان چیلہ شمس آباد کا عامل مقرر ہو کر دوسری سمت بھیجا گیا۔ داؤد خان۔ سعادت اللہ خان۔ اسلام خان اور دوسرے چیلے شب و روز شہر کے گرد گشت کرتے تھے اور بی بی صاحبہ اور امام خان درگاہ باری تعالیٰ میں دست بدعا رہتے تھے کہ بار خدایا ایسا ہو کہ بادشاہ بداندیش وزیر کی صلاح پر عمل کر کے ہمارا قصد کرے۔ اور محمد خان بنگش غضنفر جنگ کا ملک ہمارے خاندان سے چھین لے۔ ازراہ پیش بینی بطور تقدم بالحفظ ایک تحریر دوستانہ اس مضمون کی ابوالمنصور خان صفدر جنگ کے نام نہایت عجز و انکسار کے ساتھ روانہ کی کہ زمانۂ سابق میں یہ قاعدہ تھا کہ اگر کوئی امیر میدان جنگ میں مارا جاتا تھا تو اُسکے خزائن ضبط ہو جایا کرتے تھے مگر اُس کے مراتب بدستور اُسکی اولاد پر برقرار رکھے جاتے تھے۔ لہٰذا مراحم خسروانہ سے امید کی جاتی ہے کہ عرضِ ان بیوہ کی درجۂ اجابت کو پہونچے اور ایک فرمان مشعر بعفو جرائم سابقہ و عطائے ریاست امام خان مرحمت ہو۔ وزیر نے اپنے لشکرگاہ مقام دریاگنج سے یہ جواب بھیجا کہ میں

قبل ازیں ایک درخواست بہمین گذارش خدمت سلطانی میں پیش کرچکا ہوں اور جہان پناہ نے بفضل نامتناہی ایک فرمان بھی نسبت بعطاے ریاست بنام امام خان مزین بہ تخطِ خاص عنایت فرمایا ہے وہ میں اپنے ساتھ لایا ہوں اُس زمانے میں یہ دستور معین تھا کہ جس کسی کو ایسی غرض پیش آتی وہ وزیر کے قیام گاہ میں بذات خود حاضر ہوتا اور ایک قسم کٹیر نذرانے کی پیش کرتا وزیر کو تو کل اختیار حاصل تھا ہی فوراً فرمان شاہی اُسکے ذریعہ سے حاصل ہوجاتا بلکہ خلعت سرفرازی بھی ملتے تھے اور مراتب نواب سابق بحال ہوجاتے تھے صرف اُس وقت حسب مذکورہ بالا اپنے تئیں مطیع سرکار ظاہر کرنے کی شرط تھی۔ خیر یہ اُس وقت کا قاعدہ تھا جو مذکور ہوا وزیر کے خط میں اور بھی مکر اور خوشامد کے الفاظ تھے یعنی اُنھوں نے تحریر کیا کہ قائم خان کی وفات سے مجکو کمال صدمہ ہوا میں اُس کو اپنا برادر حقیقی سمجھتا تھا اب گویا میرا دہنا بازو ٹوٹ گیا۔ لیکن اگر فضل الٰہی شامل حال ہے تو میں روہیلوں کا نام و نشان ملک ہندوستان میں باقی نہ رکھونگا بی بی صاحبہ نے اُنکی تحریر کو راست تصوّر کرکے اور اُنکے مواعید فریبی پر بھروسا کرکے اُنکے لشکرگاہ میں جانے کی تیاری شروع کی اور ایک شتر سوار شیر خان و جعفر خان کو خدا گنج سے واپس لانے کے واسطے دوڑایا یہاں یہ دونوں نولرائے کو روکے ہوے تھے۔ ان دونوں کو یہ بھی حکم بھیجا کہ نولرائے سے بھی حتےّ المقدور اس باب میں کچھ قول دقرار ضرور کرنا چاہیے کیونکہ یہ شخص وزیر کے مزاج میں بہت دخیل ہے۔ یہاں نولرائے نے دیکھا کہ بے جنگ وجدل رستہ پانا بہت مشکل ہے فوراً اُسنے ایک تحریر اِس مضمون کی شمشیر خان اور جعفر خان کے پاس بھیجی کہ میں غضنفر جنگ کے خاندان کا ہواخواہ ہوں اور جس وقت میں وزیر کے پاس پہونچونگا تا بمقدور تمھاری بہت کچھ سفارش کرونگا اور تمھاری منشاے دلی کے حصول میں کوئی دقت واقع نہ ہوگی اُن چیلوں نے اپنی

بصداقت شعاری کے سبب سے اُسکے سخنان فریب آمیز کو بھی سچ جانا اور چونکہ اس وقت اُنکو یہ بھی معلوم ہوا کہ بی بی صاحبہ وزیر کے لشکر گاہ میں جانے کا قصد رکھتی ہیں لہذا اور بھی اُسکے اقراروں پر بھروسا کیا اور فی الفور خدا گنج سے کوچ کرکے فرخ آباد کو واپس آ گئے۔ اُنکے پہونچتے ہی بی بی صاحبہ نے مع اپنے چیلوں کے وزیر کے لشکر گاہ کی طرف کوچ کیا۔ جس وقت مئو میں پہونچیں سب پٹھان خدمت میں حاضر ہوے اور جس وقت وہاں سے روانہ ہوئیں سب ہمیں جلو میں اُن کے ساتھ ہوے جب وزیر کے لشکر گاہ کے قریب پہونچیں سب پٹھان سرداروں نے وہاں مقام کیا وزیر نے جس دم بی بی صاحبہ کے آنے کی خبر سُنی شیر جنگ کو استقبال کے واسطے بھیجا۔ جس وقت شیر جنگ قریب پہونچا اپنے ہاتھی سے اُترکر باادب کھڑا ہوا اور آنکھوں میں آنسو بھر لایا اور قائم خان کے قتل پر بڑا افسوس ظاہر کیا وہ خوب رویا اس وجہ سے کہ وہ دونوں ایک طور سے بھائی ہوتے تھے کیونکہ اُنھوں نے باہم پگڑی بدلی تھی۔ بی بی صاحبہ نے کہا کہ میں تمکو بجاے قائم خان کے سمجھتی ہوں اس مصیبت کے وقت میرے کام آؤ اُسنے جواب دیا میں بسر وچشم حاضر ہوں جان تک دریغ نکرونگا۔ بعد اس گفتگو کے بی بی صاحبہ وزیر کے قریب اپنی فرودگاہ کی طرف گئیں۔ اب بتوسط شیر جنگ شرائط عہد وپیمان شروع ہوئیں۔ تھوڑی دیر بعد نول راے وہاں پہونچا جب وہ وزیر کے دربار حاضر ہوا اُسنے اُن قول وقرار پر یہاں بالکل عمل نہ کیا جو اُس نے خدا گنج میں کیے تھے بلکہ جو کچھ وہاں وعدہ کر آیا تھا یہاں بالکل اُسکے خلاف گفتگو کی اور بجز بُرائی کے ایک بات بھی خاندان بنگش کے حق میں بھلائی کی مُنھ سے نہ نکالی۔ چونکہ اسکو بمقابلے اور نوکروں کے وزیر کے مزاج میں زیادہ رسوخ تھا پس جو کچھ بُرائی اُسنے بیان کی وزیر نے تسلیم کرلی اُسوقت شیر جنگ سے کچھ کام نرہا اور معاملہ نول راے کے توسط سے شروع ہوا اُسنے شمشیر خان اور جعفر خان

اور اور لوگوں کو بلایا اور اُن سے کہا کہ ملک و معافی کی گفتگو شروع ہونے سے قبل ایک کروڑ روپیہ داخل خزانۂ شاہی ہونا چاہیے۔ تھوڑی دیر بحث کے بعد شمشیر خان و جعفر خان نے علیحدہ ہوکر باہم کچھ مشورہ کیا اور آکر نول رائے سے کہا کہ ہم تیس لاکھ روپے دینے کا اقرار کرتے ہیں انمیں سے نو لاکھ سردست کچھ نقد اور کچھ اسباب کی قسم سے حاضر کرتے ہیں اور باقی اکیس لاکھ تین سال کی مدت میں ادا کردینگے مگر شرط یہ ہے کہ فرمان شاہی بعطلے حقوق نواب سابق وخلعت سرفرازی حاصل ہونا چاہیے۔ نول رائے وہاں سے یہ کہتا ہوا اُٹھا کہ جو کچھ تم کہتے ہو ویسا ہی ہو میں وزیر سے اطلاع کیے دیتا ہوں اور جو کچھ حکم ہوگا آج شام کو اُس سے مطلع کردونگا یہ کہکر وزیر کے پاس گیا اور کل ماجرا بیان کیا۔ اُنھوں نے باہم صلاح و مشورہ کرکے ناظر یعقوب خان کو بی بی صاحبہ کے پاس بھیجا جس وقت بی بی صاحبہ کی نظر یعقوب خان پر پڑی اُن کو اپنا چیلہ یعقوب خان و خان بہادر یاد آیا اور اُن کو یاد کرکے خوب روئیں ناظر نے یعقوب خان و خان بہادر مرحوم کی یاد پر بی بی صاحبہ کو بہت تسلّی دی۔ بعد ازاں جس پیغام کے واسطے آیا تھا اُسکا مذکور شروع کیا کہا وزیر نے فرمایا ہے کہ میں آپکو اپنی ماں کی برابر جانتا ہوں غضنفر جنگ اور قائم خان بڑے رتبے کے امیر تھے۔ اور ضرور ہے کہ اُنکے جانشینوں کو بھی وہی مرتبہ حاصل رہے۔ بالفعل خزانۂ شاہی میں ایک کرور روپیہ داخل کرنا چاہیے۔ بی بی جیائن نے بے سمجھے بوجھے اور بغیر بی بی صاحبہ سے مشورہ کیے کہدیا کہ بی بی صاحبہ اس عالم مجبوری میں کیا کریں نصف کرور یعنی پچاس لاکھ روپیہ دینگی۔ ناظر نے تب ایک سادہ کاغذ مسجل بہ مُہر بی بی صاحبہ سے طلب کیا۔ اور بی بی صاحبہ نے اس امر کی اطلاع بھی شمشیر خان اور جعفر خان کو نہ کی اور کاغذ مُہر کرکے ناظر کے حوالے کردیا ناظر کاغذ وزیر کے پاس لے گیا اور وزیر نے ساٹھ لاکھ روپے کا اقرار نامہ لکھدیا اور بی بی صاحبہ سے کہا کہ فرخ آباد جاؤ اور ناظر یعقوب و مجگل کشور کو روپیہ

لانے کے لیے ساتھ کر دیا نول رائے نے شمشیر خان و جعفر خان کو طلب کیا اور اُن سے کہا کہ بی بی صاحبہ نے خود اپنی زبان سے ساٹھ لاکھ روپیہ دینے کا اقرار کیا ہے چنانچہ یہ رقم خزانہ شاہی میں داخل کرینگی۔ تم جواب دِہ ہو اس کے عوض لقب اور معافی محصول کا وعدہ کیا گیا ہے۔ شمشیر خان اور جعفر خان بی بی صاحبہ کے پاس گئے اور شکایت کی کہ ہمنے تو تیس لاکھ روپے پر تصفیہ کر لیا تھا آپنے ساٹھ لاکھ کا اقرار کیوں لکھدیا بی بی صاحبہ نے جواب دیا کہ اس میں اصلا میرا قصور نہیں ہے جو کچھ کیا بی بی جیا نے کیا خود کردہ را علاج نیست ناچار بی بی صاحبہ ہمراہی ناظر یعقوب خان و جگل کشور فرخ آباد کی طرف روانہ ہوئیں۔ وہاں پہونچ کر جو کچھ از قسم نقد و جواہر ہاتھی مویشی اسباب خانہ داری یا اور چینخانے کے برتن وغیرہ ہاتھ لگا سب وزیر کے مختاروں کے حوالے کیا وہاں خواجہ سراؤں نے ہر چیز کو جانچا اور ہر شے کی نصف قیمت لگائی۔ اور جو قیمت اِس طور سے مشخص ہوئی اُسمیں سے پچاس ہزار منہا کر لیا یہ سب اسباب ۱۶ لاکھ کا ٹھہرا تب مختاروں نے باقی ۴۴ لاکھ کا شمشیر خان و جعفر خان سے مطالبہ کیا مگر اُنھوں نے یہی جواب دیا کہ تین سال میں ادا کرینگے ناظر نے کہا کہ بی بی صاحبہ وزیر کے لشکرگاہ کو چلیں جو کچھ سفارش وغیرہ ہونا ہو گی وہیں ہو جائے گی دوسرے روز بی بی صاحبہ مع بیٹوں اور چیلوں کے وزیر کے لشکرگاہ کی طرف روانہ ہوئیں۔ جب مئو میں پہونچیں پٹھان استقبال کو گئے اور وہاں سے اُنکی جلو میں ہمراہ ہوئے جب وزیر کے لشکر کے قریب پہونچیں وہاں اپنا پڑاؤ قائم کیا۔ دوسرے روز نول رائے نے شمشیر خان اور دوسرے چیلوں کو بلا بھیجا اور باقی رقم کا مطالبہ کیا اور تمام دن چکنی چپڑی باتوں میں گذرا اور شام تک وہ اس اُمید میں بیٹھے رہے کہ تصفیہ حسب دلخواہ ہو جائے گا۔ اب نول رائے بذریعہ ہرکارے کے اول اطلاع بھیجکر وزیر کے پاس گیا اور کُل حال بیان کیا۔ قریب دس بارہ ہزار ہرکاروں کے ساتھ رہتے تھے یہ جاسوسی یا قاصدی کے کام پر متعین تھے چیلوں کے مذکورین وزیر سے نول رائے نے

یہ بھی ظاہر کردیا کہ بی بی صاحبہ کے ساتھ ایک انبوہ پٹھانوں کا آیا ہے اُس وقت چیلوں سے کہلا بھیجا کہ آج رات تم یہیں رہو تمہارا معاملہ کل پر ملتوی کیا گیا ہے۔ اول نول رائے نے اس احتمال سے بنظر احتیاط کہ شاید پٹھان بمقابلہ پیش آئیں۔ بی بی صاحبہ کے خیمے کے روبرو چند توپیں زنجیروں سے جکڑی ہوئیں تمام رات قائم رکھیں رات کی تاریکی بیان سے باہر ہے اب بی بی صاحبہ سے یہ دریافت کر بھیجا کہ آپ بغرض تصفیۂ شرائط آئی ہیں یا بقصد جنگ اگر بہ ارادہ صلح آئی ہیں تو ان مسلح افغانوں کو جو آپکے ہمراہ آئے ہیں اپنے مکانوں کو واپس بھیجد یجیے۔ بی بی صاحبہ نے ہر ایک تمن کے سردار کو بلاکر حکم دیا کہ سب مئو کو واپس جاؤ۔ پٹھانوں نے عرض کیا کہ ہم ملازم موروثی ہیں ہم سے نہیں ہو سکتا کہ آپکو اس صورت سے دشمن کے قابو میں چھوڑ جائیں کیونکہ تنہا چھوڑنے سے ہمیں خوف ہے کہ کچھ آسیب آپکو نہ پہونچے بی بی صاحبہ نے جواب دیا کہ کوئی عاقل رقم کثیر دینے پر رضامند ہونے کے بعد پھر الجھاؤمیں پڑنا پسند نکرے گا جب پٹھانوں نے دیکھا کہ بی بی صاحبہ کے عزم میں ہماری عرض کارگر نہو گی تو لاچار مئو کو واپس گئے اور باغات میں بغرض حفظ اپنی جائداد و خاندان کے قیام کیا اور یہاں شب و روز مسلح کھڑے رہتے تھے۔ شمشیر خان اور دوسرے چار چیلوں کو زیر حراست رکھنے کا حکم دیکر وزیر نے مشرق کی طرف کوچ کیا۔ جب یہ خبر فرخ آباد کے پٹھانوں کو پہونچی کہ پانچ چیلے گرفتار ہو گئے ہیں اور وزیر مشرق کی طرف بڑھتے آتے ہیں سب شہر کو چھوڑ کر مع متعلقین مئو کو اُٹھ گئے اور ایک متنفس بھی شہر میں باقی نرہا جب وزیر مع لشکر مئو کے قریب پہونچے تو نول رائے نے اجازت چاہی کہ حکم ہو تو میں مئو کو جلاکر خاک سیاہ کردوں کہ نام و نشان اس قوم کا باقی نرہے ہر چند کہ وزیر کی دلی آرزو یہی تھی مگر از راہ دوراندیشی یہ جواب دیا کہ ہنوز پٹھانوں میں بہت زور باقی ہے۔ اور بہت کثرت سے ہیں شاید اُن کو غلبہ حاصل ہو جائے اسلئے ابھی حملہ کرنا نہیں مناسب

اس ارادے کو کسی موقع مناسب پر موقوف رکھنا چاہیے یہ بڑے شکر کا مقام ہے کہ قائم خان
کی مان اور اُس عورت کے بیٹے اور چیلے ہمارے ہاتھ آگئے ہین جب وزیر مئو کے قریب پہونچے
تو جو اندیشہ کہ انھون نے اپنے دل مین تصور کیا تھا اُسکو بالکل صحیح پایا۔ تمام افغان کیا پیدل
کیا سوار سب تیر۔ تبر۔ بان اور بندوق سے مسلح پا پیادہ صفین باندھے کھڑے تھے وزیر اُنسے
جنگ کی کوشش نہ کرکے مشرق کی طرف دریاے گنگ کے کنارے بڑھتے چلے گئے یہان تک
کہ یاقوت گنج مین داخل ہوے یہ مقام فرخ آباد سے چھ میل کے فاصلے پر جنوب و مشرق کی طرف
واقع ہے۔ یہان وزیر نے پڑاؤ ڈالدیا۔ نول راے شمس آباد سے گذر کر فرخ آباد پہونچا اور
قلعہ مین داخل ہوا اور وہان بوجہ چند مقام کیا۔ جب اُسنے قلعہ اور مکانات کو دیکھا تو کہا کہ
انھین مکانات کے بھروسے پر باون ہزاری بنے تھے قلعہ تو چھوٹے سے زمیندار کی گڑھی کی
برابر بھی نہین ہے اور اسی طرح کے الفاظ تہتک آمیز زبان پر لایا۔ دوسرے روز کوچ کرکے
یاقوت گنج مین وزیر سے جا ملا۔ جیسے کہ چڑیمار چڑیون کو دام مین لانے کی غرض سے دانہ ڈالتا ہے
اُسی طرح وزیر بی بی صاحبہ اور چیلون کو طرح طرح کی نعمتین کھلاتے تھے اور رسد وغیرہ بافراط
مہیا کردی تھی اور تصفیہ معاملہ مین آج کل کرتے تھے اور بی بی صاحبہ وغیرہ کا ہر روز اُسی اُمید
مین گذرتا تھا کہ آج ہم بعطاے خلعت و خطاب رخصت کیے جاینگے ان بیچارون کے کئی روز
اس اُمید موہوم مین کٹے۔ ایک رات وزیر نے نول راے سے صلاح پوچھی کہ اب کیا کرنا چاہیے
اُسنے راے دی کہ چیلون کو پابزنجیر کرکے اپنے ساتھ لیکر آپ دہلی کی طرف روانہ ہون اور بعد
آپکی روانگی کے مین بی بی صاحبہ اور اُنکے پانچون بیٹون کو گرفتار کرکے الہ آباد کے قلعہ مین
بھیجدونگا وزیر نے اس عرض کو منظور کیا۔ اور دوسرے روز پانچون چیلون یعنی شمشیر خان
و جعفر خان و مقیم خان و اسلام خان و سردار خان کو گرفتار کرکے ہاتھی پر سوار کیا اور فوج منزل بمنزل

محمود آباد و سرائے اگھت کی راہ سے دلّی کی طرف روانہ ہوئی وزیر کی روانگی کے بعد نولرائے نے قائم خان کے پانچوں بھائیوں حسین خان۔ اسمٰعیل خان۔ امام خان۔ فخرالدین خان اور کریم داد خان کو طلب کیا اور اُنکے روبرو ازراہ مکر اُنکے خاندان کی سخاوت و شجاعت و صولت و دبدبہ کی بڑی تعریف کی اور بعد اسکے خود کسی حیلے سے اُٹھا اور ایک معتمد سے یہ کہتا ہوا چلا کہ صاحبزادوں کے واسطے خلعت لاؤ یہ کہکر وہ تو چلا گیا اور فی الفور میر محمد صالح چند مُسلح جوان اور ایک لوہار لیکر مع زنجیروں کے آموجود ہوا۔ نواب حسین خان کہ وہ بھی امامیہ مذہب تھا میر محمد صالح سے کہنے لگا کہ میر صاحب کیا کوئی اور موجود نہ تھا کہ اس کافر نے یہ کام آپکے سپرد کیا جائے تعجب ہے کہ آپ سید ہوکر ایسے نالائق کام کو اختیار کریں کاش ہمارے ہتھیار ہمارے پاس اس وقت موجود ہوتے تو تلوار کا لُطف دکھلاتے یہ کہکر پانوں بڑھا دیا اور ایک بھائی نے بوجہ باہمی محبت کے کہا کہ پہلے بیڑیاں میرے پانوں میں ڈالو۔ بعدازاں ان کو زیر حراست کرکے الہ آباد کے قلعہ میں بھیجدیا۔ جب انکی گرفتاری کی خبر مشہور ہوئی تو افغانوں کو بڑا انتشار پیدا ہوا۔

وزیر کا نول رائے کو قائم خان بنگش کے مُلک پر اپنی طرف سے حاکم کرنا نولرائے کا پٹھانوں کو بڑی ذلّت پہونچانا

نواب وزیر کے حکم سے نولرائے نے قنوج میں قیام اختیار کیا یہ شہر فرخ آباد سے بسمت جنوب و مشرق چالیس میل کے فاصلے پر دریائے گنگا اور کالی ندی کے اتصال پر واقع ہے۔ یہ شہر اس وجہ سے پسند کیا گیا کہ صوبۂ اودھ والہ آباد اور ریاست فرخ آباد کے وسط میں واقع ہے نولرائے نے موتی محل میں سکونت اختیار کی اس عمارت کو میران کی سرائے کے بانی نے تعمیر کروایا تھا

اس مکان کو نولرائے نے رنگ محل کے نام سے موسوم کیا تھا۔ خاص نولرائے کے حکم میں چالیس ہزار سوار تھے اسکے سوا بہت سی فوج بقاءاللہ خان وامیر خان و عطاءاللہ خان حاکم سابق عظیم آباد و مرزا علی قلی خان و مرزا محمد علی خان کوچک و مرزا نجف بیگ و مرزا مشہدی و آغا محمد باقر و مرزا قدرت علی خان دائی پوری و میر محمد صالح میران پوری کے زیر حکم تھی وزیر نے تمام ریاست فرخ آباد کو خالصہ کر لیا مگر شہر فرخ آباد مع بارہ موضع کے جو عہد فرخ سیر سے افاغنہ کے آل تمغا تھے قائم خان کی والدہ کے نام بحال رکھے[1]۔ قنوج کے عامل دسنزاول روانہ کیے گئے کہ وہ کوچہ بکوچہ ہر ایک گانوں میں افغانوں کی شکست و مذلت کی منادی کریں ان ملازمین نے اس حکم پر اور بھی حاشیہ چڑھایا کہ شہر شمس آباد و عطائی پور و قائم گنج کے علاقے میں جو بستیاں ہیں وہاں سے جرمانہ بھی وصول کیا۔ فقط مئو اس ظلم سے مصئون رہا۔ اور یہ بھی صرف اس باعث سے حفاظت میں تھا کہ یہاں بیشمار پٹھان بنگش خاندان کے از اقوام آفریدی و طوغہ و خٹک و غلزی و درکزئی و گوجر و خلیل و مہمند بستے تھے یہ سب شب و روز مقابلے کے واسطے آمادہ رہتے تھے مگر اس خوف سے اپنی جانب سے جنگ کی ابتدا نہیں کرتے تھے کہ مبادا دشمن بی بی صاحبہ کو ضرر پہونچائیں جو نولرائے کے اختیار میں تھیں

گیان پرکاش کا مؤلف اس مقام پر نولرائے کے دبدبے اور ریاست کے متعلق ایک بات بیان کرتا ہے کہ راجہ اکبر آباد خان کو فرخ آباد میں چھوڑ کر خود قنوج کو گیا معلوم ہوا کہ چوروں اور ڈاکوؤں کے خوف نے شہر کے دروازے شام سے بند ہو جاتے ہیں راجہ نے منادی کرادی کہ جو کوئی دروازہ بند کرے گا وہ مجرم متصور ہوگا اور کوتوال کو یہ حکم دیا کہ اگر اب شہر میں چوری ہوئی تو سخت سزا دوں گا۔ جب تک راجہ کا عمل دخل رہا کسی شخص کا ایک پائی کا

[1] دیکھو سیر المتاخرین ۱۲

نقصان نہوا۔

بی بی صاحبہ والدۂ قائم خان کی رہائی

پٹھانوں نے بی بی صاحبہ کی رہائی کے لیے یہ تجویز کی کہ منشی صاحب رائے قدیم ملازم بنگش کو جو دتی سے نول رائے سے شناسائی رکھتا تھا نول رائے کے پاس روانہ کیا۔ نول رائے اور صاحب رائے دونوں ایک قوم کے تھے اُسنے نول رائے کے پاس پہونچکر تھوڑے دنوں میں اس قدر یارانہ بہم پہونچایا کہ صحبت مے نوشی میں بھی آنے جانے لگا۔ اور یہ صحبت ہر شب کو بعد انصرام اُمور منصبی کے رنگ محل میں ہوا کرتی تھی۔ ایک دن صاحب رائے نے رخصت کے بارے میں عرضی لکھکر ایک ذراسی جگہ چھوڑ کر اپنے ہاتھ میں لیکر رات کو صحبت مے نوشی میں راجہ کو پیش کی اور عرض کیا کہ شادی درپیش ہے داروغہ کے نام رخصت کی اجازت چاہتا ہوں اُسنے حکم دیا کہ رخصت کر دیں اس طرح حکم لکھا کر رخصت ہو کر اپنے مکان پر آیا اور عرضی میں جو جگہ ذراسی سفید چھوڑی تھی وہاں بی بی صاحبہ والدہ قائم خان کا نام لکھ کر داروغہ کے پاس جاکر دو ہزار روپے بی بی صاحبہ کی طرف سے بطور انعام کے دیے اور پہر بھر رات باقی رہے رتھ پر سوار کر کے روانہ کیا۔ اور کہنے لگا کہ اپنی جان سے ہاتھ دھو کر یہ کام کیا ہے جب صبح کو راجہ نول رائے دربار میں بیٹھا داروغہ نے مجرا عرض کر کے وہ عرضی دکھائی راجہ حکم اور دستخط دیکھ کر دریاے حیرت میں ڈوب گیا اور سوچنے لگا کہ اگر یہ کہتا ہوں کہ مغالطہ دیکر دستخط کرا لیے ہیں تو بدنامی ہے اور جس شخص نے یہ کام کیا ہے اُسنے اپنی جان سے ہاتھ دھو کر اپنے آقا کے ساتھ نمک حلالی کی ہے راجہ نے صاحب رائے کو بُلا کر کہا کہ تیری نمک حلالی پر آفرین ہے کہ جان کا خوف نہ کیا ایسے آدمی جہاں میں کم ہوتے ہیں[لہ]۔

لہ دیکھو گیان پرکاش ۱۲

مگر آرون صاحب نے تاریخ فرخ آباد میں اس حکایت کو دوسرے طور پر بیان کیا ہے اُنھے
لکھا ہے کہ ایک رات نول رائے بدمست ہوا اور گو کہ دھرم شاستر کا اُسکو ذرا بھی علم نہ تھا مگر
اُس وقت حالت نشہ میں کچھ مذکور دھرم کا اور کچھ بڑائی اپنی بہادری کی کرنا شروع کی
صاحب رائے بھی اُس وقت متوالا بنا اور اِس طرح سے گفتگو کرنے لگا کہ یہ سب صحیح ہے لیکن
جب تک قول اور فعل یکساں نہوں تو سب دھرم ہیچ ہے کیونکہ میں دیکھتا ہوں تمھارے
سب کام شاستر کے خلاف ہیں نول رائے نے جواب دیا کہ میں نے آج تک کوئی کام ایسا نہیں کیا
جو شاستر کے خلاف ہو صاحب رائے نے کہا کہ اچھا بتلاؤ کہ شاستر میں کہاں لکھا ہے اور
کس مُنی یا رشی کا قول ہے کہ بیگناہ بیوہ عورت پر ظلم روا ہے اگر کوئی اشلوک شاستر کا تم کو
معلوم ہے تو سُناؤ۔ نولرائے نے جواب دیا کہ میں نے کسی عورت کو ایذا نہیں دی ہے
صاحب رائے نے موقع دیکھ کر کہا کہ میں نے ایک پٹھانی کو قید میں دیکھا ہے اور لوگ کہتے
ہیں کہ اُس کا کچھ بھی قصور نہیں ہے پھر یہ ظلم نہیں تو کیا ہے اب جو تم دھرم کی باتیں کرتے ہو
سب فضول ہیں۔ اور فرض کیا جائے کہ اُسنے قصور بھی کیا ہے لیکن ابتو تمام ملک تمھارے قبضے
میں ہے اور تمنے امن بھی قائم کر لیا ہے پھر ایک بیگناہ بیوہ عورت کو قید میں رکھنا کیا ضرور ہے
صاحب رائے کی یہ تقریر نول رائے کو معقول معلوم ہوئی اُس وقت آدھی رات تھی اُس نے
صاحب رائے سے کہا اچھا تم جاکر اُسکو چھوڑ دو صاحب رائے نے کہا کہ بغیر تمھارے تحریری حکم کے
سپاہی ہرگز نہ چھوڑینگے۔ فوراً نول رائے نے مدہوشی میں ایک تحریری حکم رہائی پر اپنی مہر ثبت کر کے
صاحب رائے کے حوالے کیا صاحب رائے فی الفور پھاٹک پر پہونچا سپاہیوں کو حکم دکھلایا اور
انکو کچھ انعام بھی دیا اور بی بی صاحبہ کو وہاں سے نکالکر تاکید کی کہ فوراً اپنے رتھ پر سوار ہو کر
جلدی یہاں سے روانہ ہو انھوں نے اِس قدر جلدی کی کہ اکسٹھ میل کا فاصلہ نو گھنٹوں میں

طے کیا اور مئو پہونچکر ایک بیل گر کر مر گیا۔ جب قنوج میں صبح ہوئی تو صاحب رائے نے سب لوگونکو خاموش رکھنے کی غرض سے خود نول رائے سے پیشتر سے پوچھا کہ تمنے کل رات کوئی حکم بی بی صاحب کی رہائی کا دیا ہے جب نول رائے نے انکار کیا تو اُسنے حکم تحریری نکالکر دکھلایا۔ اُس وقت نول رائے نے صاحب رائے کو بہت ملامت کی کہ تمنے اپنے دوست قدیم کو فریب دیا اُس نے جواب دیا کہ حق نمک حق دوستی سے بڑھکر ہے تب نول رائے نے خفا ہوکر کہا کہ ہمارے سامنے سے چلے جاؤ یہ کہکر اُسنے حکم دیا کہ پانسو سوار پٹھانی کو گرفتار کرلانے کے لیے فوراً روانہ ہوں۔ یہ سوار نبی گنج و کالی ندی تک گئے مگر اُسکو کہیں نہ پایا۔ اب نول رائے نے کل ماجرا وزیر کو لکھ بھیجا مگر اسطرح بناکر لکھا کہ کسی طرح سے اپنے اوپر حرف نہ آئے۔

نول رائے کی حکومت کی سختی سے پٹھانوں میں بغاوت کے خیالات پیدا ہونا

نول رائے کے اہلکاروں و ملازموں کا ظُلم حد سے گذر گیا یہانتک کہ عاجز آکر افغانوں نے مقابلے کی فکر شروع کی آخر ایک ایسی واردات ظُلم کی پیش آئی جس سے افغانوں کو مجبوراً آمادۂ جنگ ہونا پڑا۔ صورت اسکی یہ ہے کہ ایک روز کوئی عورت بازار میں سوت بیچنے کے واسطے گئی ایک ہندو ملازم نول رائے نے اُسکا سوت خرید کیا اور قیمت دیکر چلا گیا۔ عورت وہ روپیہ اپنے خرچ میں لائی۔ بعد ایک مہینے کے وہ ہندو سوت واپس لایا اور عورت سے کہنے لگا کہ اپنا سوت لے اور میرے دام مجھے واپس دے عورت نے جواب دیا کہ اب تو میں واپس نہیں دے سکتی ہوں اور نہ زمانے میں ایسا دستور ہے کہ ایک مہینے کے بعد سودا واپس دیا جائے اسپر ہندو نے اُسے گالی دی اُسنے بھی جواب ترکی بترکی دیا تب ہندو نے پاؤں سے جوتا اُتار کر اُس غریب عورت کو مارا اب

وہ عورت سر اور چھاتی پیٹتی ہوئی افغان رئیسوں کے پاس گئی۔ اور کہنے لگی کاش خدا محمد خان کو فقط بیٹیاں دیتا لعنت خدا کی تمپر کہ پگڑی باندھتے ہو اور تمھارے کیے کچھ نہیں ہوتا کہ کوتوالی کے ایک ادنی ہندو نے آفریدی کی جورو کو جوتی سے مارا جب پٹھانوں نے یہ ماجرا سنا ان کو تاب نہ رہی اور رستم خان ایک متمول آفریدی اور دوسرے افغان جو تمن کے سردار تھے سب ملکر بی بی صاحبہ کی ڈیوڑھی پر گئے اور عرض کیا کہ اب ہم سے نولراے کے جور سہے نہیں جاتے بی بی صاحبہ نے پوچھا کہ آخر صلاح کیا ہے تب اُنھوں نے جواب دیا کہ اگر آپ اپنے ایک بیٹے کو ہم پر سردار کریں تو ہم نولراے سے جنگ کریں اُس نے جواب دیا کہ یہ خیال اپنے دل سے دور کر دیں تمکو کیسے لڑاؤں میرے پانچ بیٹے تو الہ آباد کے قلعہ میں ہیں اور صاحب خاص چیلے دہلی میں مقید ہیں۔ جب رُستم خان نے دیکھا کہ بی بی صاحبہ کچھ خیال ہی نہیں کرتیں تو اُسنے دوسری تدبیر سوچی

نواب احمد خان غالب جنگ برادر قائم خان بنگش کی مسند نشینی اور نول راے سے جنگ کی تیاری

احمد خان نواب محمد خان بنگش والی فرخ آباد کا دوسرا بیٹا تھا جب وزیر بعد ضبطی ریاست فرخ آباد کے دہلی کو واپس آئے تو اُس زمانے سے احمد خان نے اپنے گھر کے گوشۂ عافیت میں سکونت اختیار کی یہ مکان فرخ آباد میں واقع ہے اس وقت اُسے صرف اس قدر مقدرت تھی کہ اُس کی خدمت میں فقط دو نوکر اور ایک چھوکرا رمضانی نام تھے۔

کشف الاستار میں شاہ حمزہ صاحب کہتے ہیں کہ ایک دن احمد خان خلف نواب محمد خان بنگش اُن سے کہنے لگا کہ میں ایک آرزو جناب اقدس (شاہ حمزہ صاحب کے والد) سے رکھتا ہوں

لیکن آدمیوں کے ہجوم کی وجہ سے کبھی تنہائی میسر نہ آئی کہ عرض کر سکتا آپ اُن سے عرض کر کے اجازت لیدیں شاہ حمزہ صاحب نے اپنے والد کی خدمت میں احمد خان کا پیام بیان کیا اُنھوں نے فرمایا کہ صبح کو آئیے اور کچھ تبرک بھی یہاں کھائیے چنانچہ دوسرے دن احمدخان بڑے سویرے پہونچا شاہ حمزہ صاحب کے والد اُسکو دیوان خانے میں لیگئے اور کئی قسم کے کھانے دیے اور اُسکے حال پر بہت مہربانی فرمائی احمد خان نے کھانے سے فارغ ہو کر عرض کیا کہ آپ ایسی تدبیر کریں کہ میرا بھائی قائم خان باقی نہ رہے تاکہ باپ کا قائم مقام میں ہو جاؤں شاہ صاحب ہنسے اور کہا کہ تم لوگ پٹھانوں کے فرقے سے ہو جن کا کام گایوں کا ذبح کرنا آدمیوں کو مارنا اور قتل کرنا ہے فقیروں کو بھی تم مردم کشی کی تعلیم کرتے ہو تمھارے بھائی بیس کے قریب ہیں اور خدا کے فضل سے وہ سب صاحب لیاقت وشجاع وسخی ہیں اگر قائم خان مر بھی گیا تاہم مسند فرمانروائی تم کو کیسے پہونچ سکتی ہے احمد خان بہت عجز وزاری کرنے لگا اور کہنے لگا کہ میں سوائے آپکی ذات بابرکات کے دونوں جہان میں کوئی وسیلہ نہیں رکھتا میری ارادت سچی ہے اس خاندان کا غلام ہوں شاہ حمزہ صاحب بھی احمد خان کی حمایت میں کھڑے ہو گئے اور سفارش کرنے لگے اُس وقت اُنکے والد بزرگوار نے ارشاد کیا کہ تمھارا ندیم شیخ عاقل نے ترک دُنیا کی ہے ہمارا مرید ہو گیا ہے اُسکو تربیت کرینگے تکمیل مراتب کے بعد اُسکے سپرد تمھارا کام کیا جائے گا وہ تمھارے مقاصد کی اصلاح کریگا خاطر جمع رکھو شاہ صاحب نے اس شیخ عاقل کو اسرار اللہ کا لقب عطا کیا تھا احمد خان اس جواب سے خوش ہوا اور سر شاہ صاحب کے قدموں پر رکھدیا بعد اسکے باہر آیا شاہ صاحب سے کہنے لگا کہ اب مجکو یقین آیا کہ میری آرزو بے دلی بر آئے گی اس وقت احمد خان کی عمر سولہ یا سترہ برس کی تھی نواب محمد خان نے انتقال کیا تو قائم خان نے مسند نشین ہو کر احمد خان کو قید کرنا چاہا وہ بھاگ کر دلی میں نواب

ابوالمنصور خان صفدر جنگ کے پاس چلا گیا اور شاہ حمزہ صاحب کے بھائی بندوں کے توسط
سے نواب موصوف سے ملکر سالیانہ وغیرہ حاصل کیا۔ نواب صفدر جنگ نے اُسکو فرخ آباد
کی ریاست کا اُمیدوار بھی کیا آخر کار قائم خان نے احمد خان کے لیے ایک اچھی جاگیر اپنی ریاست
میں مقرر کرکے اُسکی سند دکی میں اُس کے پاس بھیجی اور بلایا۔ اس وقت احمد خان کے پاؤں
رہ گئے تھے اسلیے وطن کو لوٹ جانا مُناسب سمجھا۔ سفر کے دوران میں یاقوت گنج پہونچا میاں
سے ایک نیاز نامہ اپنی حالت زبوں کے بیان میں شاہ حمزہ صاحب کے والد کی خدمت میں
مارہرے کو بھیجا اور شاہ حمزہ صاحب کے واسطے شاہ نامۂ باتصویر اور دوسری تصویریں بطور تحفے
کے ارسال کیں۔ انہ لوں شاہ اسرار اللہ یاقوت گنج میں رہتے تھے جو احمد خان کے ندیم قدیم تھے
احمد خان ان سے ملکر رویا کہ تم عبث میرے احوال کی اصلاح کے لیے دردسری کر رہے ہو میں کام
سے جاتا رہا اب زندگی وبال ہے چند روز اس تکلیف سے دُنیا میں بسر ہونگے۔ صبح کے وقت احمد خان
شاہ موصوف کو ساتھ لیکر یاقوت گنج سے روانہ ہوا اور قصبۂ روداین میں مقام کیا شاہ اسرار اللہ
عصر کے وقت وضو کے واسطے چھت پر چڑھتے تھے کہ تلے آپڑے سینے میں سخت ضرب آئی اور
مر گئے احمد خان بہت رویا اور انکی لاش کو پالکی میں رکھوا کر یاقوت گنج کو بھیجدیا اور شاہ حمزہ صاحب
کے والد کی خدمت میں ایک عریضہ لکھا مضمون اُس کا یہ تھا کہ جس درویش کو میرے واسطے
دعا کے لیے مقرر کیا تھا وہ بھی عالم آخرت کو سدھارا۔ میرے تمام بھائی مسلط اور تندرست ہیں
اور میں لنگڑا اور مُفلس ہوں۔ شاہ صاحب نے جواب میں تشفی آمیز کلمات تحریر کیا در
مسند نشینی فرخ آباد کی مبارکباد دی اور خط میں مثنوی روم کا یہ شعر لکھ بھیجا ؎

بعد نومیدی بسے امیدہاست　　　در پس ظُلمت بسے خورشیدہاست

آروِن صاحب تاریخ فرخ آباد میں کہتے ہیں کہ جولائی ۱۷۵۰ء میں پندرہ جوان مئو سے

اُسکے مکان کو گھوڑوں پر سوار اور ایک ایک غلام ہمراہ لیے ہوئے عین دوپہر کے وقت پہونچے
اُنکو دیکھ کر احمد خان نے متحیر ہو کر پوچھا کہ اس وقت کس ضرورت سے آئے ہو اُنھوں نے
نول رائے کے جاسوسوں کے خوف سے کہ شب و روز شہر میں گشت کیا کرتے تھے جواب دیا
کہ ہم شادی کے واسطے سامان خریدنے کو آئے ہیں نواب نے اُنکے واسطے کھانا تیار کرنے کا
حکم دیا بعد اسکے افغانوں نے کہا کہ ہم آپ سے خلوت میں کچھ کہنا چاہتے ہیں۔ دونوں خادم اور
رمضانی کو باہر کر دیا اور باہم بات چیت شروع ہوئی یہ سب زنانے مکان میں تھے اور زنجیر
اندر سے بند تھی۔ پانچ چھ گھنٹے تک گفتگو رہی۔ آخر الامر یہ معلوم ہوا کہ نواب نے اُن سے کہا
کہ مجھے تمپر اعتبار نہیں ہے جیسے تمنے قائم خان کو میدان جنگ میں تنہا چھوڑ دیا تھا ویسے ہی
میرا ساتھ بھی چھوڑ دوگے اُنھوں نے عہد کیا کہ ہرگز ہم سے ایسا نہوگا اور ہاتھ جوڑ کر کہا کہ
ہم کسی حال میں آپ کا ساتھ نہ چھوڑینگے یا جان دینگے یا فتح حاصل کرینگے۔ نواب نے اُن سے
قسم چاہی اُنھوں نے قرآن مجید کی قسم کھا کر کہا کہ ہم اپنے عہد پر ثابت قدم رہینگے
قریب غروب پٹھان رخصت ہوے اور کہا کہ ہم کو کل مئو پہونچنا ضرور ہے دن بہت کم ہے اور
سودا سُلف کرنا ہے وہاں سے ترپولیا بازار کو پہونچے جو جو شے جس جس کو مطلوب تھی خریدی
نول رائے کے جاسوسوں اور سپاہیوں نے اُنھیں روکا اور پوچھا تم کہاں آئے ہو اُنھوں نے
جواب دیا ہم بازار سے کپڑا خریدنے آئے ہیں یہ سب رُستم خان اور دوسرے پٹھان تھے۔
یہ رات کو احمد خان کے مکان پر رہے اور اپنے حسب منشا اُس سے عہد و پیمان کرکے مئو کو واپس
آئے تھوڑے دن بعد گل میاں نام ایک قاصد مئو سے بی بی صاحبہ کے پاس سے احمد خان کے پاس آیا اور یہ پیام لایا
کہ بی بی صاحبہ نے آپکو بلایا ہے احمد خان مئو کو چلا وہاں پہونچکر بی بی صاحبہ کی خدمت میں حاضر ہوا
اور نذر گذرانی شاید اس باب میں بی بی صاحبہ سے پیشتر سے گفتگو ہو چکی تھی ہاوجودیکہ احمد خان مفلوج تھا مگر رستم خان اور

دوسرے پٹھانوں کی رلے اور بی بی صاحبہ کی اجازت سے سردار بنایا گیا۔ اس وقت تمام پٹھان اسپر مستعد ہو رہے تھے کہ نول رائے پر حملہ کیا جائے صرف اس قدر دقت تھی کہ ان غریبوں کے پاس روپیہ نہ تھا۔ رُستم خان نے اس اقرار پر چند ہزار روپیہ دیا کہ جسقدر ریاست واپس ملے اُس میں سے نصف حصّہ مجھے ملے یہ روپیہ بحسب ضرورت اُسکے بھائیوں اور تمنداروں میں تقسیم ہوا۔ دس ہزار روپیہ احمد خان کو بھیجا گیا کہ اپنی اشد ضرورت میں صرف کرے بعوض اسکے احمد خان نے رُستم خان کو سپہ سالار مقرر کیا اور خلعت ہفت پارچہ مرحمت کیا۔ موضع قائم گنج کے متصل موضع جلولی کے ایک دولتمند گھسا نامی کورمی نے کئی ہزار روپیہ اس اقرار پر پیشگی دیا کہ بعد فتح موضع مذکور کی معافی دی جائیگی اور ایسا بھی کہتے ہیں کہ کچھ روپیہ لوٹ سے بھی حاصل ہوا یعنی ایک مہاجن کا مکان جو مئو سے سولہ میل پر تھا لوٹ لائے یہاں ستر توڑے روپوں کے اور ایک توڑہ اشرفیوں کا ملا جب اس صورت سے کچھ روپیہ فراہم ہو گیا تو احمد خان نے جلولی کے پاس موتی باغ میں جھنڈا گاڑا قریب چھ ہزار کے فوج مجتمع ہو گئی اور افواہ یہ مشہور ہوئی کہ پچاس ہزار فوج جمع ہوئی ہے۔ بی بی صاحبہ نے احمد خان کو خلعت بہ تقرر نواب عنایت کیا اور پٹھانوں نے نذریں گذرانیں گھسا کورمی شمس آباد کے تھانے پر حملہ کرنے کے لیے بھیجا گیا۔ شمس آباد مئو سے پانچ چھ میل سمت مشرق واقع ہے۔ اُس روز لوگوں نے جو خاص اس واسطے مقرر ہوئے تھے نول رائے کے سب تھانوں پر حملہ کر کے اُسکے ملازموں کو بھگا دیا آمادگی سے نو روز کے بعد احمد خان نے اپنا روپیہ خیمہ میں لا کر رکھا اور منادی کرادی کہ جس کسی کو نہایت احتیاج ہو تیسرے فاقے اس میں سے پانچ پیسہ فی پیادہ اور تین آنہ فی سوار لے اس سے زیادہ کوئی نہ لے اور جسکے پاس کچھ موجود ہو وہ کچھ نہ لے اب قریب بارہ سو سوار اور بارہ ہزار پیادوں کے مجتمع ہو گئے۔ جب یہ خبر اکبر یار خان کو

پہونچی جو پرگنہ گوراولی ضلع مین پوری میں کالی ندی کے اُس طرف مقیم تھا اور صفدر جنگ اُس کو نول رائے کی نیابت میں بیس ہزار سواروں کے ساتھ مقرر کر گئے تھے۔ تو اُس نے وہاں سے کوچ کر کے علی گنج میں جو مئو سے چھ سات کوس کے فاصلے پر ہے پڑاؤ ڈالا۔ ایک بنگش سردار فتح مامور خان نامی صفدر جنگ کی سرکار میں چار سو سواروں کی افسری پر مقرر تھا اور اکبر یار خان کے ساتھ متعین تھا۔ رستم خان نے ان دونوں میں فساد اور بدظنی پیدا کرنے کے لیے ایک خط اِس مضمون کا فتح مامور خان کے نام لکھا کہ آپکے اِس ارشاد کے بموجب کہ تُم تیار ہو جاؤ میں خانصاحب اکبر یار خان کو عبور دریا کرا کے لاتا ہوں اس طرف سے میں اور اُدھر سے تم اُنکو گھیر کر پکڑ لو" سب انتظام دُرست کر لیا ہے جس وقت آپ لکھیں سوار ہو کر پہونچوں۔ اور اکبر یار خان کو گھیر لوں۔ رُستم خان نے یہ خط اپنے ہرکارے کو دیا اور اُس کو ہدایت کر دی کہ اکبر یار خان کے کیمپ میں پہونچکر اُنکی ڈیوڑھی پر فتح مامور خان کا خیمہ دریافت کرنا۔ چنانچہ ہرکارہ وہ خط لیکر وہاں پہونچا اور اکبر یار خان کی ڈیوڑھی پر فتح مامور خان کا خیمہ دریافت کیا۔ اکبر یار خان کے ہرکاروں نے خط اُس سے لیکر اکبر یار خان کو دکھایا اُس نے دل میں سمجھا کہ بیشک ایسا ہی ہوگا اور اُسی وقت چرکی کے ہاتھی پر سوار ہو کر گوراولی کی طرف چلا گیا۔ فتح مامور خان نے اس بات سے تعجب کیا اور آدمی بھیجکر اُس سے دریافت کیا کہ اس طرح یکایک کہاں جاتے ہو اور اپنی روانگی کے ارادے سے مجکو اطلاع بھی نہ کی۔ اکبر یار خان نے جواب دیا کہ تم بھی سوار ہو کر میرے پاس جلد چلے آؤ سب حال روبرو کہونگا۔ آدمی جب یہ جواب لایا تو فتح مامور خان نے روانہ ہو کر اُس سے ملاقات کی اُسنے خط دکھایا اور کہا کہ پڑھو۔ فتح مامور خان نے پڑھکر ہاتھ پر ہاتھ مار کر کہا کہ زرگری ہے میں نمکحرام نہیں ہوں آپ بغیر میرے مشورے کے کیوں روانہ ہوئے اب آپ لوٹ چلیے میں ہراول ہوتا ہوں آپ مجھسے چار کوس پیچھے رہیے۔

اکبر یار خان کے دل میں ایسا خوف جم گیا تھا کہ نہیں لوٹا۔ اور اُسی طرح کورا دلی کو چلا گیا۔ جب رُستم خان نے یہ خبر سُنی تو دو ہزار پیادہ و سوار کے ساتھ گھاس کوری پر دھاوا کر کے تمام بازار لشکر کو جو بیخبری کی حالت میں تھا لوٹ لیا اور وہاں سے شمس آباد کو آیا۔

نواب احمد خان نے موتی باغ سے کوچ کیا۔ پانچ روز میں پٹھان فرخ آباد پہونچے بھادوں کا مہینہ تھا بارش بشدت ہو رہی تھی یہاں یہ صلاح ہونے لگی کہ اول رشید پور کے بم ٹیلہ پر جسنے کسی قلعہ پر قبضہ کر لیا تھا حملہ کرنا چاہیے مگر احمد خان نے اس تجویز کو نامنظور کیا اور کہا کہ ابھی اس اُلجھاؤ میں نہ پڑ جب تک نولرائے کو نہ فتح کر لو پھر کوچ کر کے دوسرا مقام امان آباد پرگنہ بھوجپور میں کیا جو فرخ آباد سے چھ میل کے فاصلے پر جنوب کی طرف کانپور کی سڑک پر واقع ہے۔

جنگ خدا گنج و قتل نول رائے

پٹھانوں کے سر اُٹھانے سے تھوڑے ہی دنوں بعد نولرائے کو خبر پہونچی کہ مئو کے افغان جنگ پر آمادہ ہوئے ہیں اور تمھارے سب تھانے لوٹ لیے ہیں نول رائے نے گالیاں دینا شروع کیں اور کہنے لگا کہ ان نان پزون اور کونجڑوں کو مع انکی عورتوں کے برہنہ کر کے سب کو ہاتھی کے پاؤں تلے روندوا ڈالوں تو سہی یہ کہکر مع اپنے توپخانے و لشکر کے قنوج سے مغرب کی جانب کو کوچ کیا۔ اُسکے ساتھ بیشمار فوج اور چھوٹی بڑی سب ایک ہزار توپیں تھیں اُسنے حتے المقدور بہ تعجیل تمام کالی ندی کی طرف کوچ کیا اور اُس ندی کو اُتر کر اُس کے بائیں کنارے پر خدا گنج میں پڑاؤ ڈالا جو فرخ آباد سے جنوب و مشرق کی طرف بفاصلہ ۱۸ میل اور قنوج سے شمال و مغرب کی طرف بیس میل کے فاصلے پر ہے۔ نولرائے نے نواب ابو المنصور خان صفدر جنگ کو تمام حال لکھا۔ تھوڑے ہی عرصے کے بعد نواب وزیر کے پاس سے راجہ کو یہ حکم پہونچا کہ میں خود

آتا ہوں جب تک میں پہونچ نہ جاؤں جنگ ملتوی رکھنا وزیر نے اپنے خط میں یہ بھی تحریر کیا تھا
کہ اگر ان جانوروں یعنی افغانوں میں سے بعد جنگ زندہ بچ رہینگے تو سب کے سب
گردن میں پتھر باندھکر ندی میں ڈبا دیئے جائینگے یہاں تک کہ اُن کا تخم سرزمین ہند میں
باقی نہ رہے۔ نولراے نے بہ تعمیل حکم اپنے پڑاؤ کے گرد خندق کھدوائی اور خندق پر توپیں
لگادیں اور سب کو زنجیروں سے باہم جکڑ دیا اور نقیبوں کو حکم دیا کہ خیمہ بہ خیمہ وزیر کے حکم کی
منادی کر دیں اور کہدیں کہ اگر کوئی دشمن سے جنگ کا عزم کریگا تو وزیر وراجہ کے عتاب میں
پڑے گا اِس عرصے میں احمد خان نے حسب تجویز رُستم خان کے مشرق کی سمت کوچ کا حُکم دیا
اُسکی ذاتی فوج اُس کے بیٹے محمود خان کے زیر حکم تھی جسکی عمر اُس وقت صرف پندرہ سال
کی تھی اور باقی سپاہ ذوالفقار خان وخانسامان خان وجمال خان وبہادر خان ومحمد ماہ خان
وبازخان دالی پوری وروشن خان ولکھن خان وعبدالرحیم خان وابراہیم خان کشمیری
ومرزا انور بیگ کے تحت میں تھی۔ اور محمد خان غضنفر جنگ کے چیلے مندرجۂ ذیل بھی شامل جنگ
تھے۔ یعنی حاجی سرفراز خان۔ ورن مست خان وسرمست خان ونامدار خان کلان ونامدار خان خُرد
وشیر دل خان وناہر دل خان وجواہر خان وحافظ اللہ خان وصلابت خان وبازخان بہاؤخان
اور پانچ بیٹے شمشیر خان کے اور دو بیٹے مُقیم خان کے وعثمان خان ولد اسلام خان ومہتاب خان
وولاور خان۔ جنوبی افغانوں نے نولراے کی فوج سے دو میل کے فاصلے پر پڑاؤ ڈالا یہ پڑاؤ
راجہ پور کی پختہ سڑک پر خداگنج سے بفاصلۂ تین میل شمال ومغرب میں واقع ہے۔ نولراے کی
کُمک کے واسطے وزیر نے ۲۷ و ۲۸ شعبان ۱۱۶۳ھ ہجری مطابق ۲۱ و ۲۲ جولائی ۱۷۵۰ء کو
فوج تعدادی تیس ہزار بماتحتی نصیر الدین حیدر بیگ خان جو وزیر کا ہمزُلف تھا واسمٰعیل بیگ کابلی
جو وزیر کی فوج کا سپہ سالار اور اُن کا چیلہ مشہور تھا۔ اور راجہ دیبی دت فوجدار کوئل اور

محمد علی خان ولد پانندہ خان اکوزئی کے روانہ کی۔ جو کہ اسمٰعیل بیگ کو راجہ سے دلی بغض تھا اِسلیے اُسنے پہونچنے میں تساہل کیا جب جسونت سنگھ راجہ مین پوری نے سُنا کہ یہ فوج سکیت پہونچی تو اُسنے نواب احمد خان سے کہلا بھیجا کہ یہ فوج عنقریب مین پوری پہونچے گی اگر اسکے پہونچنے سے قبل تمنے نولراے کو سمجھ لیا تو بہتر ورنہ دو طرف سے تم پر حملہ ہوگا۔ صاحب راے نولراے کے کیمپ میں موجود تھا احمد خان کے ہرکارے خفیہ اُس کے پاس آتے جاتے رہتے تھے اُسنے بھی ایک پرچے پر یہ شعر لکھکر احمد خان کو بھیجدیا۔ ۵

اے مہ خورشید لقا زود بیا زود بیا   دیر مکن بہرِ خدا زود بیا زود بیا

یہ خبر سُنتے ہی نواب احمد خان نے رُستم خان و سردار خان کو طلب کیا اور اُنسے کہا کہ یہ ماجرا ہے اور اب تمھاری صلاح کیا ہے اُنھوں نے جواب دیا کہ ہم حاضر ہیں نواب نے کہا کہ کل تائید آلٰہی پر بھروسہ کرکے حملہ کرینگے کہ جو کچھ ہونا ہو سو ہوجاے۔ گُل میاں کہ بڑا عاقل جاسوس تھا فقیری بھیس کرکے دشمن کا بھید لینے کے واسطے روانہ ہوا یہاں اُسنے دیکھا کہ سب طرف توپیں چڑھی ہوئی ہیں اور کوئی جانب غیر محفوظ نہیں ہے کہ جس طرف حملہ کیا جاے۔ صرف ایک طرف خندق پر بارے کے سید متعین کیے گئے تھے اس جانب البتہ توپیں نہ تھیں یہ پڑاو کی پشت تھی اور اسی طرف کالی ندی کا کنارہ تھا گُل میاں نے واپس آکر نواب کو اطلاع دی کہ یہی ایک جانب ہے کہ جہاں صرف پانسو بندوقچی متعین ہیں اور یہاں پہونچنے میں تین کوس کا چکر پڑے گا۔ لیکن میں اقرار کرتا ہوں کہ میں وہاں تک آپکو ضرور پہونچادونگا ۹ رمضان سنہ ۱۱۶۳ ہجری مطابق یکم اگست سنہ ۱۷۵۰ء شب جمعہ کو نواب احمد خان بسم اللہ کرکے غروب آفتاب سے تین گھنٹہ بعد اپنی پالکی میں سوار ہوا اور ہمراہی بارہ ہزار پیدل اور بارہ سو سوار دشمن کی طرف روانہ ہوا۔ رُستم خان اُسکی بائیں جانب تھا میمنہ بشدت برس رہا تھا گُل میاں

فوج کے آگے ہولیا اور نہایت ہوشیاری سے غنیم کی فوج سے تین کوس الگ پھیلا تاکہ
گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز دشمن کے کان تک نہ پہونچے۔ اس صورت سے لڑائی کی فوج
کے سامنے کا رخ چھوڑکر ٹھیک اُسکے عقب میں کالی ندی کے کنارے جہاں پانسو بندوقچی
متعین تھے جا پہونچے۔ قصبہ خداگنج سے ایک میل مغرب کی سمت درمیان حدود دو موضع
کھتیا و گنگانی کے یہ پڑاؤ واقع تھا۔ طلوع آفتاب سے ڈیڑھ گھنٹہ قبل گل میاں نے نواب سے
کہا کہ دیکھو تو یہاں سید ہیں اور سیدوں نے آواز سنکر آپس میں کہا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے
کہ پٹھان حملے کے ارادے سے آئے ہیں یہ کہکر خوب ہوشیار ہو گئے۔ اب افغانوں نے حملہ کیا اور
دونوں جانب سے بندوقیں چلنے لگیں اور تلواریں بھی نکلیں۔ لشکر میں منادی ہو گئی کہ
افغان ایک جانب سے گھس آئے ہیں پانی اس قدر شدت سے برس رہا تھا کہ کسی کی آواز
سمجھ میں نہ آتی تھی اور تاریکی اس قدر تھی کہ دوست و دشمن میں فرق نہ معلوم ہوتا تھا توپیں
نوہ آو بجنے لگیں مگر بالکل بادہوائی یعنی جس سمت کو لگی ہوئی تھیں اُس طرف سرکردی
گئیں۔ سیدوں نے اول حملے میں پٹھانوں کو ہٹا دیا۔ پٹھان کچھ دور بھاگ گئے۔ تو احمد خان
نے اُنکو لعنت ملامت کرنا شروع کی کہ تم مجکو اسواسطے لائے ہو کہ میں تمکو نامردوں کی طرح بھاگتے
دیکھوں کل تمھاری عورتیں بے آبرو کی جائینگی اور تم برہنہ کیے جاؤگے یہ کہکر اُسنے اپنا چھرا
نکالا اور چاہا کہ اپنے تئیں ہلاک کرے کیونکہ وہ اس مقام سے واپس جانا پسند نہ کرتا تھا۔ مگر
رستم خان وغیرہ مانع ہوے تب اُسنے کہا کہ تم جان دینے اور لڑنے کی غرض سے آئے ہو تو اپنے
گھوڑوں پرسے اُتر پڑو اور پیدل آگے بڑھو تاکہ میں جانوں کہ تم قتل کرنا یا قتل ہونا چاہتے ہو
رستم خان راضی ہوا اور سب اپنے گھوڑوں پرسے اُتر پڑے۔ ظاہر ہے کہ جب سوار میدان جنگ
میں گھوڑے سے اُترتا ہے تو گویا جان دینے پر آمادہ ہوتا ہے کیونکہ اُس وقت بھاگنے کے ارادے

بالکل منقطع کرکے سر بکف ہو کر لڑتا ہے۔ پٹھانوں نے اپنے جامے کے دامن کمر سے باندھے اور
ڈھال تلوار لیکر گھس پڑے کچھ سید تو مارے گئے باقی فرار ہوے اور راستہ کھل گیا تب سب افغان
اندر گھس آئے اور نولراے کے سراچے کے پاس جا پہونچے یہاں فوج بھی کم تھی کیونکہ اصل فوج
حفاظت کے واسطے جابجا منقسم تھی۔ قاصد نے نول رائے کو خبر کی کہ پٹھان سیدوں کو مار کر
اور بھگا کر اندر گھس آئے ہیں اور آپ کے سراچے کے قریب ہتھیار چل رہے ہیں چونکہ نولراے
بغیر پوجا کیے کبھی نہ نکلتا تھا یہ خبر سُنکر وہ پوجا کے واسطے بیٹھا اور یہ کہنے لگا کچھ مضائقہ نہیں میں
اُن کنجڑوں کو اپنی کمان کے گوشے سے باندھکر لاؤنگا۔ دوسری مرتبہ قاصد نے بے ادبی سے
آگر کہا اے بیوقوف تو یہاں بیٹھا ہے اور پٹھان تیرے دروازے تک آپہونچے ہیں۔ یہ سُن کر
نولراے مسلح ہوا اور اُن دودوں ہاتھیوں میں سے جو اُسکے دروازے پر بندھے رہتے تھے ایک
ہاتھی منگوایا اُن ہاتھیوں پر شب و روز زرنگار نقرئی حوضہ کسا جاتا تھا اور حوضے میں دو کمانیں
اور ترکش تیروں سے بھرے ہوے لگے رہتے تھے نولراے نے دو تیر ایک ساتھ چلّے میں رکھ کر
اور بڑی فصاحت سے یہ الفاظ زبان مبارک پر لاکر "مار موے سارے کو بجڑوں کو" چلائے۔
۱۰ رمضان کو بروز جمعہ علے الصباح لڑائی خوب ہو رہی تھی نواب احمد خان اپنی پالکی میں سوار
تھا اور اُسکی حفاظت کو پٹھان ڈھال تلوار سے کھڑے تھے تاکہ کوئی تیر یا گولی اُس کے نہ لگے
پچاس ساٹھ کہار پالکی کے ساتھ تھے اُن میں سے ایک زخمی بھی ہوا۔ رُستم خان اور محمد خان آفریدی
مع ایک ہزار سوار اور چار ہزار پیدل کے اُس جگہ آپہونچے جہاں نولراے ہمراہی تین چار سو جوان
وچھ سات ہاتھیوں کے ہاتھی پر سوار کھڑا تھا اس تھوڑی جمعیت کا کچھ خیال نکرکے نول راے
کی تلاش میں بڑھے وہ چند قدم گئے ہونگے کہ نولراے کے ہمراہی کے ایک پٹھان نے النغوزے
کے اندر پشتو زبان میں کہا اے کافر و کہاں چلے آتے ہو خبردار یہاں کوئی نہ آلے پائے۔

یہاں سرداران فوج کھڑے ہیں۔ الغوزہ بجنے کی آواز تو سب نے سُنی مگر اُس کا کہنا کوئی نہ سمجھا محمد خان کے بھائی نے جو حال میں افغانستان سے آیا تھا اُس جملے کا ترجمہ کر کے اپنے ساتھیوں کو سُنایا۔ محمد خان نے اپنے سواروں کو حکم دیا کہ تم اس جماعت کی طرف بڑھو اور پیدلوں سے کہا کہ باڑھ مارو دشمن کے بہت سے آدمی بیکار ہو گئے مگر باقی آگے بڑھے جب نولرائے کے فیلبان نے دیکھا کہ لڑائی سخت ہے تو راجہ سے کہا کہ یہ ہاتھی چالیس فرسنگ چلنے کا دم رکھتا ہے اگر حکم ہو تو یہاں سے نکال لیچلوں۔ نولرائے نے اُسکی کمر پر لات ماری اور کہا کہ ہاتھی بڑھا جنکو لڑائی سخت ہے ہو۔ ہاتھی بان نے ہاتھی بڑھایا اُس وقت نولرائے نے گالی دیکر کہا اے کونجرو میں تمکو قرار واقعی سزا دونگا کہ رفتہ رفتہ تم میں سے اِس مُلک میں ایک بھی باقی نہ رہیگا یہ کہکر اُسنے تیر مارا جو محمد خان کے سینے میں لگا۔ محمد خان نے تیر کو ہاتھ میں لیکر کہا اے تیر تو کس نامرد کے ہاتھ سے آیا ہے کہ تجھ میں کچھ بھی زور نہ تھا نولرائے نے یہ سُن کر دوسرا تیر مارا مگر خوبی تقدیر سے پھر محمد خان کے نہ لگا ایک سوار کی گردن میں لگا جو گھوڑے سے گر گیا اُس وقت بارے کے ایک سیّد محمد صالح نام کے نولرائے سے کہا میں نہ کہتا تھا کہ پٹھان دھوکا دینگے ان پر ذرا رحم نکرنا چاہیے اب جہاں تک ممکن ہو انھیں خوب دُرست کیا جائے وہ اس لفظ پر پہونچا تھا کہ محمد خان کے والد کے ایک غلام نے اُسپر بندوق چلائی گولی پیشانی پر لگی اور وہ حوضے میں سرد ہو گیا اُس وقت ایک پٹھان آفریدی نے نولرائے کے گولی لگائی کہ وہ بھی مر گیا۔ پھر پٹھانوں نے دشمن کو تلوار پر رکھ لیا اور ہزاروں کو خاک و خون میں ملا دیا۔ نولرائے کے فیلبان نے جب اپنے راجہ کو مُردہ پایا اُسنے ہاتھی کو ہانکا اور کالی ندی پر لے گیا اور قنوج جا پہونچا جب راجہ کی فوج نے نولرائے کے ہاتھی کو نہ دیکھا اُنکے دل میں خیال گذرا کہ یہ دو حال سے خالی نہیں ہمارا سردار یا تو زخمی ہوا یا مارا گیا پس فوراً کُل فوج نے پیٹھ پھیر دی ہزاروں سوار و پیادوں نے بھاگنا

شروع کیا۔ جو شناوری میں مشتاق تھے یا جو گھوڑے پر اچھا بیٹھ سکتے تھے وہ تو ندی سے نکلے اور جو شناوری سے نا آشنا تھے یا اچھے سوار نہ تھے وہ دریا میں ڈوبے یہ فتح افغانوں کی نولراے کی فوج پر گویا نعمت غیر مترقبہ تھی طبل فتح بجنے کے قبل گرد دشمن کی ہزیمت کے بعد محمد خان اتفاق سے صرافوں کے خیموں کی طرف جا نکلا ایک چھوٹے سے خیمے میں چند موٹے موٹے بنیے چوپڑ کھیل رہے تھے اُنھوں نے اُسکو نولراے کے ملازمین سے تصور کیا اور پوچھنے لگے بتاؤ تو سہی پٹھان بھاگے یا ابھی موجود ہیں ان بیچاروں کو فتح و شکست کی کیا خبر تھی انکو تو خواب میں بھی ایسا خیال نہ گذرا تھا کہ احمد خان کو کبھی فتح نصیب ہوگی۔ اُس نے جواب دیا کہ نولراے مارا گیا اور دُور تک نواب احمد خان کی عملداری ہوگئی اور تم ابھی تک اسی خواب و خیال میں غرق ہو اُنھوں نے جو خبر متوحش سُنی سب کا چہرہ زرد ہو گیا اتنے میں چالیس پچاس افغان اُور آپہونچے اور چاہا کہ انکو قتل کر ڈالیں یہ گرم گڑانے لگے کہ ہمارے پاس روپوں اور اشرفیوں کے صندوق ہیں سو ہم حوالے کیے دیتے ہیں ہم کو کیوں مارتے ہو۔ نواب صفدر جنگ کی رعایا تھے اب نواب احمد خان کی رعایا ہیں۔ پٹھانوں نے یہ ارادہ کیا کہ پہلے روپیے لیں پھر ان کو قتل کر ڈالیں مگر محمد خان نے اُنکو اس ارادے سے باز رکھا جب محمد خان نے دیکھا کہ لوٹنے والے سب طرف سے جمع ہوتے جاتے ہیں تب اُسنے اُس غلام کو جسنے محمد صالح کو مارا تھا اور چند آفریدیوں کو کل نقد کی حفاظت کے واسطے متعین کیا اور بنیوں کو لشکر میں لے گیا یہاں آکر اُسنے رُستم خان کو اطلاع دی چنانچہ رُستم خان نے تین سو جوان اُس روپے کے لانے کے واسطے بھیجدیے ان صندوقوں میں افغانوں کو رقم کثیر ہاتھ آئی اس عرصے میں نولراے کا ایک ہاتھی جسپر طمع کار حوضہ اور زربفت کی جھول پڑی تھی نظر آیا افغانوں نے چاہا کہ فیلبان کو قتل کریں مگر اُسنے جلد ہاتھی کو نواب احمد خان کی پالکی کے قریب لیجا کر فتح کی مبارکباد دی اور کہا کہ آپ اس ہاتھی پر سوار ہوجیے۔

پٹھانوں نے اس بات کو بہت پسند کیا اور فیلبان کو لاٹھیوں کے ہوئے سے گرا دیا اس صورت سے اُسکی جان بچی۔ رمضانی چھوکرا جو نواب احمد خان کے ایک بڈھے خدمتگار کا بیٹا تھا اُس وقت نواب کی پالکی پکڑے ہوے ساتھ موجود تھا نواب نے اُسکو حکم دیا کہ ہاتھی پر سوار ہو لے گو وہ کبھی سوار نہ ہوا تھا مگر اُسوقت سوار ہو کر بخوبی ہانک لے گیا۔

اَب لُوٹ شروع ہوئی نواب نے حکم دیا کہ سوائے ہاتھیوں اور توپوں اور خیموں اور طبل جنگی کے جو شے جس کے ہاتھ آئے وہ اُس کا مالک ہے مال غنیمت اس قدر ہاتھ آیا کہ بعض بعض کو ایک ایک لاکھ کا مال ملا اس لڑائی میں علاوہ نولرائے اور محمد صالح کے اور بہت سے بڑے بڑے عہدہ دار مثل عطاء اللہ خان وغیرہ کے مارے گئے۔ مصنف بتصرۃ الناظرین نے فقط بلگرام کے سیّد و شیخ کے ۲۰۔ بڑے عہدہ داروں کے نام گنوائے ہیں جو جنگ میں کام آئے۔ نواب بقاء اللہ خان جو نہایت عجلت میں طلب ہوا تھا ۹ رمضان ۱۱۶۳ھ ہجری کو کمن پور سے روانہ ہوا کمن پور قنوج سے چودہ میل جنوب کی طرف واقع ہے اس رات وہ قنوج رہا اور دوسرے روز علی الصباح وہ سب روانہ ہوے جب نولرائے کا لشکر چار کوس رہ گیا ہو گا کہ ایک بیک مفرورین انبوہ انبوہ پہونچنا شروع ہوے۔ رائے پرتاب سنگھ جو زخمی ہو کر بھاگا تھا اول اُسنے کیفیت مشرح اس مصیبت کی بیان کی بقاء اللہ خان نے دو تین گھنٹہ مقام کیا مگر یہ خیال کر کے کہ پاس فوج نہایت قلیل ہے قنوج کی طرف واپس چلا تاکہ راجہ کی مستورات و بچوں کو کہیں لیجائے ان سب کو مجتمع کر کے مع راجہ کی لاش کے اور جس قدر ہاتھی گھوڑے و اسباب وغیرہ مل سکا اُنکو ساتھ لیکر وہ واپس روانہ ہوا۔ مفرورین بھی اُسکے ساتھ ہوے ان میں پرتاب سنگھ و حسن علی خان بھی تھے جو دونوں زخمی تھے راستے میں جو ممکن تھا بہیر سے ہمراہ لیا۔ روز شنبہ تاریخ ۱۱ رمضان ۱۱۶۳ھ ہجری مطابق ۳۔ اگست ۱۷۵۰ء کو وہ

محسن پور پہونچے یہ مقام کانپور سے بہ سمت مغرب پانچ میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ دوسرے روز جاجمئو میں پہونچے یہ مقام کانپور سے بہ سمت مشرق چھ یا سات میل گنگا کے کنارے پر واقع ہے نول رائے کی لاش کو صندل کی لکڑیوں میں گنگا کے کنارے جلادیا نول رائے کے مارے جانے کی تاریخ ایک شخص نے "اے نول سرخ رو" سے نکال لی ؎

روان کرد خون یلان جو بجو ادا کرد حق نمک مو بمو

ز یزدان رسید ندا حور وملک بیا و ببر و اے نول سرخ رو

۱۴ رمضان مطابق ۶ اگست کو کانپور پہونچے یہ کوڑے سے پانچ کوس ہے یہاں سے راجہ متوفی کے گھر بار کو لکھنؤ بھیجدیا اور بقاء اللہ خان نے کوڑے میں قیام کیا۔

فتح سے دو سہ روز احمد خان کے پاس ساٹھ ہزار فوج مجتمع ہوگئی اس میں صاحبزادے اور چیلے اور بنگش کے خاندان کے بہت سے لوگ اور ہشیار تاجر اور گانوں والے ہر قوم کے لوگ شریک تھے۔ جب لم ٹیلون نے اس فتح کی خبر سنی خوف زدہ ہو کر فرخ آباد کا قلعہ چھوڑ کر اپنے اپنے گانوں کو بھاگ گئے۔ جنگ کے بعد احمد خان نے بھورے خان نام اپنے باپ کے ایک معتبر چیلے کو پانسو بند وقچیوں کے ساتھ قنوج پر قبضہ کرنے کے لیے روانہ کیا اور اُس کو حکم دیا کہ نول رائے کے رنگ محل پر جا کر قبضہ کرلے اور وہاں کی ہر چیز کی حفاظت کرے اس حکم کی تعمیل حرف بہ حرف کی گئی۔ یہاں لاکھوں روپے نقد تھے اور غلہ بافراط تھا۔ رحم خان چیلہ اکثر کہا کرتا تھا کہ فتح سے چند روز بعد میرا باپ دلاور خان قنوج کو گیا اور حسب الطلب وہاں کے حاکم کے رنگ محل میں بھی گیا اس وقت یہ مکان بالکل خالی پڑا تھا گر روپے اور اشرفیوں کے توڑے جا بجا پھیلے ہوئے تھے یہاں زربفت طلائی کے پردے پڑے تھے دروازوں اور چوکھٹوں پر سونے چاندی کے پتر چڑھے تھے ایک پلنگ جڑاؤ بچھا ہوا تھا اُس پر مخمل کے تکیے دھرے ہوئے

تھے طباق اور سرپوش سونے چاندی کے بعض بعض جڑاؤ بھی رکھتے ہوئے تھے۔ جو مالیت که دلاور خان حسب اجازت قلعہ دار کے وہاں سے لے آیا تھا اُس سے تمام عمر بہ عیش گذر گئی اور ایک مکان عالیشان اور کچھ اشرفیاں ایک برتن میں بھری ہوئی چھوڑ مرا۔ نواب احمد خان بڑی شان و شوکت سے فرخ آباد میں داخل ہوا بی بی صاحبہ اپنی سوتیلی ماں کو مئو سے بلوا بھیجا اور نذر گذرانی۔ اور ۳۲ محال کے تھانوں پر اپنے آدمی متعین کیے اور جو کچھ ضبط کیا تھا سب قنوج سے منگوا بھیجا۔

قائم گنج کے ایک بھاٹ مسمے بھبوتی نے اس موقع پر ایک گیت بنا کر سُنایا جس پر نواب احمد خان نے خوش ہو کر ایک موضع بطور نانکار انعام دیا۔ وہ گیت یہ ہے۔

عجب وہ صاحب قدرت ہے جسنے جگ سنوارا ہے ۔۔۔ خدا ہے پاک مولا ہے وہی پروردگارا ہے
کھڑا باندھا کمر کس کر غنیم اوپر لیے لشکر ۔۔۔ لگے اُسکے عجب چکر دعزوری کا خمارا ہے
نول سے مرد غازی کو نہ پوچھے بات پاجی کو ۔۔۔ نول سے مرد غازی کو بھوج گولی سے مارا ہے
نول ہوے سے مکھ موڑا کہیں ہاتھی کہیں گھوڑا ۔۔۔ قبائل بھی کہیں چھوڑا نہ سر چیرا سنبھارا ہے
چلیں توپیں دھم ادھر سے رہکلے بھی پڑا پڑ سے ۔۔۔ شترنالین پڑا پڑ سے تہور کا پہاڑا ہے
چلیں تیریں سناسن سے چلیں گولی مناسن سے ۔۔۔ کٹیں بکتر جھناجھن سے پڑی تلوار دھارا ہے
بھبوتی نام ہے میرا عطائی پور میں ڈیرا ۔۔۔ یہی ہے مئو کا کھیڑا تلے گنگا کنارا ہے

صفدر جنگ کی احمد خان پر چڑھائی

افغانوں کی آمادگی جنگ کی خبر تھوڑے ہی دنوں میں دلی پہونچی۔ صفدر جنگ نے بادشاہ کی خدمت میں عرض کیا کہ احمد خان برادر قائم خان بنگش ملک و پرگنات کی آبادی میں خلل انداز ہوتا ہے اگر چند روز اسی طرح رہے گا تو اُسکا مقابلہ مشکل ہو جائیگا۔ بادشاہ نے

عرض سُن کر وزیر کو باغیوں کی سرکوبی کی اجازت دی۔ وزیر نے دس ہزار پیادہ بارہ ہزار سوار و توپخانہ و خزانہ اور دوسرا سامان جنگ لیکر ۱۲ شعبان ۱۱۶۳ھ ہجری مطابق ۶ جولائی ۱۷۵۰ء کو دلی سے کوچ کیا اور دریائے جمنا سے اُتر کر اپنی تیاری میں مصروف ہوئے۔ ۲۰ و ۲۷ شعبان کو اُنھوں نے کچھ فوج نصیر الدین حیدر اور اسمٰعیل بیگ خان چیلے کے زیر حکم نولرائے کی کمک کے روانہ کی۔ سلخ ماہ رمضان بروز پنجشنبہ ۱۱۶۳ھ ہجری مطابق ۲۳ جولائی ۱۷۵۰ء کو وزیر نے دلی میں واپس آکر بار دیگر بادشاہ سے رخصت حاصل کی اور نجم الدولہ محمد اسحاق خان اور میر نظامی اور میر بقا پسران اعتماد الدولہ قمر الدین خان اور نواب ناصر خان صوبہ دار کابل وغیرہ اُمرا اور دوسری فوج بادشاہی انکی مدد پر مقرر ہوئی اور بروقت رُخصت وزیر کو سپر اور شمشیر اور پھولوں کا ہار مرحمت ہوا۔ اور نجم الدولہ کو فتح پیچ مع شمشیر اور میر بقا کو فتح پیچ عنایت ہوا۔ وزیر نے بڑے لشکر کے ساتھ کوچ کیا اور راو گھاسیٹرہ کو بجمیعت دو ہزار سواروں کے اپنے شامل کیا اور سورج مل بن بدن سنگھ جاٹ والی بھرت پور کو بذریعہ خط مدد کے واسطے طلب کیا اور یہ بھی لکھا کہ میری اس تحریر کو حاکمانہ تصور نکریں بلکہ دوستانہ خیال کریں۔ سورج مل سہاور کے مقام پر تھا اُسنے باپ سے اجازت چاہی بدن سنگھ نے جواب لکھا کہ حسب الطلب نواب جانے کا مضائقہ نہیں مگر بنظر دور اندیشی ہوشیار رہنا چاہیے اور مسلمانوں کے قول پر اعتماد نکرنا چاہیے۔ سورج مل پندرہ ہزار سواروں کی جمعیت سے مدد کے لیے روانہ ہوا۔ وزیر کی فوج پر سرداران مفصلۂ ذیل حکمران تھے۔ نجم الدولہ محمد اسحاق خان داروغۂ نزول شیر جنگ۔ مرزا محمد علی خان کوچک بیگ۔ عیسے بیگ خان چیلہ۔ آغا محمد باقر یمنی۔ مرزا مشہدی بیگ۔ اور نعیم خان دلی سے چلکر تین چار روز میں دو منزل آئے تھے کہ اُنھوں نے نولرائے کی شکست کی خبر سُنی۔ وزیر کو سُنتے ہی بکمال غم و غصہ آیا اور کہنے لگے۔ افسوس اس خود بیں دائم الخمر

نے کمک کا انتظار نہ کیا۔ اگر تھوڑا بھی توقف کرتا تو ان کسانوں کو فتح نصیب نہوتی ۔ یہ کہکر کثرت الم سے پلنگ پر ہاتھ مارے اور تکیے پر سر رکھ کر بیہوش ہو گئے جب وزیر نے تکیے سے سر اُٹھایا اور اُن کو غش سے افاقہ ہوا تو ایک منشی کو بلایا اور حکم دیا کہ ایک پروانہ الہ آباد کے قلعہ دار کے نام اس مضمون کا روانہ کرو کہ اس حکم کے صادر ہوتے ہی محمد خان غضنفر جنگ کے پانچوں بیٹوں کو جو وہاں مقید ہین بڑی عقوبت سے قتل کرے اور دوسرا حکم وزیر نے اپنے بیٹے جلال الدین حیدر کے نام جو بعد ازاں شجاع الدولہ کے نام سے مشہور ہوا دتی مین بھیجا کہ پانچوں چیلوں کو قتل کر کے سر اُن کے میرے پاس بھیجدو۔ بموجب حکم وزیر کے قلعہ دار الہ آباد مع چند جوانوں کے قیدیوں کے پاس بارادۂ معلوم گیا۔ جس وقت ان مصیبت زدوں نے جلادوں کو دیکھا تو امام خان نے قلعدار سے مخاطب ہو کر کہا کہ بعد وفات قائم خان کے میں منتخب ہو کر جانشین کیا گیا جو کچھ سزاوار ہوں تو میں ہوں ان بیچاروں کا کیا قصور ہے۔ اسلیے وزیر کو اس امر کی اطلاع دو اور تا صدور حکم ثانی ان کا قتل ملتوی رکھو قلعہ دار نے ایک نہ سنی آخر جلاد اُنکی طرف بڑھا ہر ایک اپنے قتل میں بمقابلے اپنے دوسرے بھائیوں کے پیش دستی چاہتا تھا۔ غرض سب کے سب قتل ہو کر قلعہ میں مدفون ہوے جس وقت وزیر کا حکم جلال الدین حیدر کو پہونچا تاریخ ۲۰ رمضان ۱۱۶۳ھ ہجری مطابق ۱۲۔ اگست ۱۷۵۰ء کو اُسنے زین العابدین خان داروغۂ محبس سے کہا کہ پانچوں چیلوں کو باہر لاؤ۔ زین العابدین پالکی لیکر محبس میں گیا اور کہا کہ شمشیر خان وزیر کے پاس سے تمھاری تبدیلی جاے کا حکم آیا ہے اسلیے میں پالکی لیکر آیا ہوں شمشیر خان نے جواب دیا کہ مین خوب جانتا ہوں جہاں ہمیں پہونچانے کا حکم ہے خیر چار کو تم لیجاؤ اور مجھے اتنی مہلت دو کہ میں غسل کر کے کپڑے بدل لوں اور اپنے جنازے کی نماز پڑھ لوں۔ زین العابدین خان شمشیر خان کو بہت عزیز رکھتا تھا مگر وزیر کے حکم سے

مجبور تھا۔ شمشیر خان کو چھوڑ کر باقی چاروں کو پالکی میں بٹھا کر لے گیا۔ جب یہ مقتل میں پہونچے جلاد نے بڑھکر چاروں کے سر تن سے جدا کر دیئے۔ اس عرصے میں شمشیر خان نے نہا دھو کر نئی پوشاک پہن کر خوشبو لگائی۔ اور اپنے جنازے کی نماز پڑھکر تلاوت قرآن میں مشغول ہوا زین العابدین پالکی لیکر وہاں پہونچا اور کہا پالکی پر سوار ہو کر تشریف لے چلیے تب اس نے قرآن مجید کو جزدان میں رکھ کر زین العابدین خان کے حوالے کیا اور پچاس اشرفیاں دیں کہ کسی سید کے ذریعہ سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی فاتحہ کرا دینا اور جوتہ اپنے پانوں سے نکال کر دیا کہ یہ کسی غریب برہنہ پا کو دیدینا اور اپنی مہر کی انگشتری اُتار کر اپنے نوکر کے حوالے کی کہ یہ میرے بیٹے حسن علی کو دیدینا اور اپنی تسبیح مع قرآن دی اور کہا کہ اگر شیر علی کے کوئی اولاد ہو تو اُسکے گلے میں ڈالدینا یہ سب وصیتیں کر کے برہنہ پا مقتل کی طرف روانہ ہوا زین العابدین نے ہرچند کہا کہ پالکی پر سوار ہو جاؤ مگر اُسنے منظور نہ کیا اور کہا کہ بہتیرے میرے غلام پالکی نشین کیا فیل نشین بھی ہو گئے ہیں۔ مگر میرے کل دنیوی حوصلے اب ختم ہوے۔ جب مقتل میں پہونچا اور چاروں لاشوں کو دیکھا کہنے لگا بھائیو انا انشاء اللہ بکم لاحقون۔ جلال الدین نے اُسکو دیکھ کر کہا شمشیر خان تمہاری شمشیر اس وقت کہاں ہے جواب میں اُسنے یہ اشعار پڑھے ؎

ہمان شیر و شمشیر بُرّان منم — چہ سازم کہ قبضہ نہ دارد سرم

وگرنہ ترا خان دمانت حریف — بیکدم تہ خاک کردم عدم

یہ سُنکر جلال الدین نے جلاد کو اشارہ کیا کہ اس کا سر تن سے اُڑا دے جلاد نے تلوار کا ہاتھ لگایا مگر خطا کی دوسرا ہاتھ لگایا پھر بھی خطا کی۔ تب جلال الدین نے ایک مغل سے جو وہاں کھڑا تھا کہا تو اسے قتل کر پہلے تو مغل متامل ہوا لیکن اُسکے اصرار سے تلوار ہاتھ میں لی اور

ایک ہی ضرب میں سر تن سے جُدا کر دیا۔ لاش کلمہ پڑھتی ہوئی کعبے کی طرف دس قدم چلکر کھڑی ہو گئی۔ انگلیاں دونوں ہاتھ کی ابتک داہنا ے تسبیح پر جنبش کرتی تھیں یہ حالت دیکھ کر مغل اُسکی طرف متعجبانہ بڑھا اور پیٹھ پر ہاتھ رکھ کر کہا کہ "خان صاحب تم بیشک شہید ہو گئے جو ہیں یہ الفاظ اُسنے زبان سے نکالے لاش اُسکی طرف پھری اور رکوع میں آئی مغل یہ حالت دیکھ کر زار زار رونے لگا اور جلال الدین سے مخاطب ہو کر کہا کہ "اے ملعون تو نے کس شخص کو میرے ہاتھ سے قتل کروایا" اور پھر اپنی تلوار پتھر پر توڑ کر اور کپڑے پھاڑ کر جنگل کو بھاگ گیا۔

شمشیر خان کے مارے جانے کی تاریخ یہ ہے۔

خنجر دست عدو گوہر جانش مے سُفت | حور از گیسوے خود خاک رہش را مے رفت
سال تاریخ وفاتش ز خرد بر جستم | ہاتفے صاحب شمشیر بہادر مے گفت

مفتاح التواریخ میں یہ تاریخ راجہ پرتھی پت کے واقعہ کی لکھی ہے اور کہا ہے کہ وہ صفدر جنگ کے ایما سے ۱۱۶۳ھ ہجری میں مارا گیا۔ مگر ہمنے اُس تاریخ کو شمشیر خان کے واسطے بہتر جانا کئی وجہ سے ایک تو یہ کہ شمشیر کا لفظ اُسکے مادے میں آیا ہے اور وہ شمشیر خان کیلیے مناسب ہے اور پرتھی پت کی اس میں کوئی بھی رعایت نہیں۔ دوسرے ۱۱۶۴ھ ہجری میں دوبارہ صفدر جنگ نے پٹھانوں پر مرہٹوں کی امداد سے حملہ کیا تھا تو اس یورش کے درمیان میں راجہ مارا گیا تھا اور راجہ جمادی الاولے ۱۱۶۴ھ ہجری مطابق اپریل ۱۷۵۱ء تک تو احمد خان کے ساتھ رہا البتہ شمشیر خان ۱۱۶۳ھ ہجری میں شہید ہوا تھا۔ جلال الدین نے پانچوں لاشوں کو کنوئیں میں ڈلوا کر کنواں پتھروں سے پٹوا دیا۔

وزیر نے مقام مارہرہ کے باغات میں پڑاؤ ڈالکر دوسری فوج کی حاضری کا حکم دیا نصیر الدین حیدر اور اسمعیل بیگ خان جو راجہ نول رائے کی کمک کے واسطے بھیجے گئے تھے۔

جب یمن پوری کے قریب پہونچے تو جاسوسوں کی زبانی نول رائے کی شکست دموت کی خبر معلوم ہوئی فوراً واپس ہوکر وزیر کے لشکر سے آن ملے جو اُس وقت مارہرے کے قریب مُقیم تھا۔

وزیر کی فوج کے ہاتھ سے قصبہ مارہرہ کا غارت ہونا اور نجیب و شریف کا بلا میں مبتلا ہونا

۱۰ رمضان ۱۱۶۳ھ ہجری کو کسی مغل کے ساربان نے عنایت خان کے دروازے کا درخت کاٹا یہ شخص وزیر کا نوکر اور اسی قصبے کا رہنے والا تھا عنایت خان نے وزیر کی ملازمت کے غرور میں ساربان کو سزا دی تمام ساربان جمع ہو کر اپنے آقا کے پاس فریاد لیکر گئے چونکہ وہ شخص جماعہ دار مغلیہ تھا اُسنے حکم دیا کہ عنایت خان کو پکڑ لاؤ اُسکے سوار و پیادے عنایت خان کے گھر پر دوڑ پڑے یہ حال جبکہ وزیر کے دوسرے سپاہیوں نے دیکھا تو وہ یہ سمجھے کہ شاید قصبہ مارہرہ کی لوٹ کا حکم ہے تمام فوج مغلیہ تیار ہو کر عصر کے وقت قصبے پر جا پڑی اور طرفۃ العین میں اُسے تباہ کر دیا اور عنایت خان کو مع اُسکے نوجوان کیس سالہ بیٹے کے قتل کر ڈالا۔ شاہ حمزہ صاحب کشف الاستار میں کہتے ہیں کہ سو آدمی کے قریب مارے گئے اور زخمی ہوے انیں سے مقتولوں کی تعداد ستر کے قریب ہے۔ شاہ حمزہ صاحب کے بھائی سید نور الحسن خان نے نواب کو اس حال کی عرضی لکھکر بھیجی اور خود مع دوسرے بھائیوں کے مسلح ہو کر شاہ صاحب کے مکان کی حفاظت کے لیے پہونچ گئے جب نواب نے عرضی دیکھی تو جلد نصیر الدین حیدر کو مارہرے میں بھیجا۔ اور شتر سوار اور چوبدار اور ہرکاروں کو دوڑایا کہ جاکر لوٹنے والوں کو منع کریں جب تک یہ لوگ پہونچیں وہاں کام تمام ہو چکا تھا غرضکہ

امنیت کا حکم سُنکر مغل شہر سے نکلے اور شہر کو بہت خرابی پہونچی۔ صبح کے وقت جب لشکر کے امیر شاہ حمزہ صاحب کے والد کی خدمت میں حاضر ہوے تو اُنھوں نے بہت کچھ عتاب آمیز باتیں اُن سے کیں وزیر کو جب یہ حال معلوم ہوا تو اُنھوں نے بدرالاسلام و نواب رعایت اللہ خان و مہاراؤں کو جُدا جُدا بھیج کر معذرت چاہی اور کہلایا کہ مجکو اس کا حال معلوم نہ تھا شاہ صاحب نے فرمایا کہ وزیر غلط کہتے ہیں اُنھوں نے ہمارے شہر کو برباد کرا دیا آخر کار وزیر نے اپنے ایک رشتہ دار کو شاہ صاحب کے پاس بھیجا جسنے اپنی پگڑی سر سے اُتار کر زمین پر رکھدی اور بہت الحاح و زاری کی شاہ صاحب نے یہی کہا کہ جیسا وزیر نے ہمارے شہر کے ساتھ کرایا خدا اُس کا اُنکو بدلا دیگا۔ پھر دوسرے حالات پوچھکر اُس شخص کو رخصت کر دیا نواب نے تین ہزار روپے مظلوموں کو دینے کے لیے بھیجے شاہ حمزہ صاحب اور اُن کے بھائی سید نورالحسن نے اُنکے دادا کی درگاہ میں بیٹھکر شہریوں کے نام لکھ کر ہر ایک کی حالت کے موافق دلوا دیے اکثر سیدوں اور شیخوں اور کنبوہوں کی عورتیں قید ہوئیں۔ نصیرالدین حیدر نے تمام شب ان عورتوں کو پکڑنے والوں کے ہاں سے لیکر علحدہ خیمے میں جمع کیا اس سانحے سے صفدر جنگ تمام شب ملول رہے اور زار زار رویا کیے اور کھانا نہ کھایا۔ صبح ہوتے ہی تمام عورتوں کو اُنکے گھروں پر پہونچا دیا مغلوں نے لڑکوں وغیرہ کو گڑھوں میں چھپا دیا تھا اُن کو تلاش کرکے اُنکے والدین کے سپرد کیا اُس روز قصبۂ مارہرہ میں قیامت برپا رہی اور سب کہتے تھے کہ وزیر کو فتح نصیب نہو گی۔ وزیر بعد اطمینان کلی مارہرہ میں ایک مہینہ مقام کرکے مشرق کی طرف بڑھے

وزیر کو مُٹھی بھر پٹھانوں سے بہت خوف تھا

باوجودیکہ وزیر کے پاس ستر ہزار سے زیادہ آدمی جمع ہو گئے تھے جیسا کہ سیرالمتاخرین

میں ہے اور گیان پرکاش کے قول کے مطابق اُن کے ساتھ ایک لاکھ سوار اور چالیس ہزار پیادے تھے پھر بھی بوجہ جبن ذاتی کے احمد خان کے نام سے کانپتے جاتے تھے چنانچہ شاہ حمزہ صاحب کے والد کے پاس مارہرے کے مقام پر اپنے مصاحبوں میں سے میر داراب کو کہ اچھا آدمی تھا بھیجکر عرض کرایا کہ بصاحبزادہ حکم شود کہ درمیان ما و افغانان صلح کردہ دہند جناب عالی قبول نفرمودند لیکن دوبارہ وزیر نے میر داراب کو عصر کے وقت خود شاہ حمزہ صاحب کے پاس بھیجا وزیر کو معلوم تھا کہ شاہ حمزہ صاحب کے والد کے ساتھ احمد خان کو بہت عقیدت ہے میر داراب نے کئی دلچسپ باتیں کرکے دانشمندانہ طور پر نواب وزیر کا پیغام بیان کیا کہ دو گروہ اسلام میں صلح کرانا بزرگوں اور سادات کا کام ہے تکلیف کرکے ہمارے پاس تشریف لائیے اور صلح کرادیجیے۔ حمزہ صاحب نے جواب دیا کہ یہ قضیہ جناب عالی کے اختیار میں ہے اُسنے جواب دیا کہ حضرت صاحب تو انکار کرتے ہیں شاہ حمزہ صاحب بولے کہ پھر میں کیسے اِس بات کو قبول کرنے کی جسارت کرسکتا ہوں۔ پھر قاصد نے کہا کہ نواب وزیر آپ سے ملنے کی نہایت آرزو رکھتے ہیں اور آپ کے واسطے نقد و جنس کی کشتیاں اور پالکی تیار رکھی ہے اور صلح کرانا دو گروہ اسلام میں ہمیشہ سے بزرگوں کا دستور رہا ہے اِس قسم کی بہت سی باتیں کیں جب شاہ حمزہ صاحب اس مقصد پر راضی نہوے تو قاصد نے کہا کہ آپ پر نواب وزیر کا بہت ساحق ہے اسلیے کہ دس روپیہ روز آپکے واسطے سرکار قنوج سے مقرر کردیا ہے۔ شاہ حمزہ صاحب نے جواب دیا کہ یہ درست ہے لیکن فقیر نے کبھی یومیہ مقرر کرنے کے لیے اُنسے درخواست نہ کی تھی نہ اس بارے میں وزیر کو کبھی کوئی خط لکھا نہ ارکان دولت سے سفارش کرائی اُنھوں نے خود بخود ہوا خواہی سے ایسا کیا ہے میں بھی شب و روز اُنکی دعا میں مصروف رہتا ہوں۔ مغرب کے بعد میر داراب

رخصت ہو کر چلا گیا اور وزیر سے تمام حال بیان کر دیا۔ اب وزیر نے یہ کیا کہ سید احمد خان کو (جو سادات بارہہ سے تھا اور اُسکی جاگیر بارہہ میں تھی اور اگرچہ منصب چھوٹا رکھتا تھا لیکن جوہر ذاتی اور شجاعت کی وجہ سے اُمرا اُسکی توقیر کرتے تھے اور شاہ حمزہ صاحب کے والد کی اُس پر بڑی مہربانی تھی) شاہ حمزہ صاحب کے والد کے پاس بھیجکر استدعا کی کہ صلح کرا دیں اُسکے مکرر عرض کرنے سے حضرت شاہ صاحب نے شیخ محمد اصغر کو جو اُنکا مرید اور خادم تھا اور پیغام رسانی کا سلیقہ خوب رکھتا تھا وزیر کے دو خریطے کہ ایک احمد خان کے نام اور دوسرا رستم خان کے نام تھا اُسکو دیکر افغانوں کے لشکر میں بھیجا وزیر کا پیغام یہ تھا کہ قصبۂ پٹیالی سے اُس طرف اپنا ملک لے لیں اور اِس طرف کے پرگنے ہم سے تعلق رکھیں چھ ماہ کے بعد پٹیالی و اٹاوہ بھی تمکو دیدیا جائیگا۔ ہماری رفاقت قبول کریں اور ہمارے ہمراہ بادشاہ کے پاس چلیں منصب و جاگیر سب درست کر کے دیدی جائیگی اس معاملے میں قرآن لکھکر اور اپنی مُہر اُسپر لگا کر بنجۂ حضرت مرتضیٰ علی کو درمیان میں دیا تھا رستم خان نے جو لشکر افاغنہ کا سرغنہ تھا اور جو کچھ تھا وہی تھا وزیر کی بات قبول نہ کی لیکن خریطے کا جواب مضمون لیت و لعل کا لکھکر قاصد کے حوالے کیا احمد خان نے اپنے جواب میں لکھا کہ میں سرکار کا نوکر ہوں لیکن خود معذور ہوں رستم خان مختار ہے احمد خان کے لشکر کے پٹھانوں پر خوف غالب تھا اور یہ کل دس بارہ ہزار جوان تھے اور تمام خودسر تھے اور نواب وزیر کی فوج ستر ہزار سے کم نہ تھی۔ شیخ محمد اصغر کے ساتھ شاہ حمزہ صاحب کے والد کا عنایت نامہ بھی احمد خان کے نام تھا نواب وزیر کے خریطوں کے سوال و جواب کے بعد رات کے وقت تخلیے میں اُسنے وہ خط احمد خان کو دیا اور زبانی بھی حضرت شاہ صاحب کا یہ پیام پہونچایا کہ خدا پر بھروسا کر کے بغیر کسی اندیشے کے وزیر کا مقابلہ کرو قادر مطلق کے حکم سے منرور فتحیاب ہو گے اب دعا کی

قبولیت کا وقت آ پہونچا ہے۔ محمد اصغر لوٹ کے وزیر کے پاس آیا اور عرض کیا کہ افغانوں کے لشکر میں کوئی دم نہیں عنقریب حضور کی چڑھائی سے خوف زدہ ہو کر متفرق ہونیوالے ہیں۔ نواب وزیر محمد اصغر کی بناوٹی باتوں میں آ گئے اور خوش ہو کر آگے کو کوچ کیا۔

شکستِ وزیر

وقائع راجپوتانہ میں لکھا ہے کہ کنور سورج مل جاٹ اپنی جمعیت کے ساتھ مقام کول میں وزیر سے آ کر ملا نواب وزیر نے اسمعیل بیگ کو استقبال کے لیے بھیجا جب نواب وزیر سے ملاقات ہوئی تو اُنھوں نے عند الملاقات کہا کہ آپکے چچا روپ سنگھ اور ہمارے والد سعادت خان کے درمیان قدیم سے محبت تھی اب وہ زیادہ مستحکم ہوئی۔ دوسرے روز نواب نے ملاقات بازدید کی اس کے بعد کوچ کر کے نولکھا باغ میں ڈیرہ کیا اور فوج کو سنبھالا تو کل فوج لاکھ سے زیادہ تھی کالی ندی عبور کر کے رام چٹونی[1] مقام میں قیام پذیر ہوے اور گرد لشکر کے خندق کھدوائی۔ رام چٹونی سہاور[2] سے ۷ میل مشرق میں اور پٹیالی سے پانچ میل مغرب میں واقع ہے۔ سورج مل اپنی فوج سمیت وزیر کے داہنے بازو پر پیش لشکر کے قریب تھا اور اسمعیل بیگ خان سورج مل کے بائیں جانب تھا اور ہمت سنگھ بھدوریہ بھی وزیر کے ہمراہ تھا احمد خان نے سورج مل کے پاس وکیل بھیجکر کہلایا کہ بھائی قائم خان نے روہیلوں کی جنگ میں وفات پائی اِس موقع کو غنیمت سمجھ کر صفدر جنگ نے بادشاہ سے اس ملک کی ضبطی کی اجازت لی۔ اس بات کو سُن کر والدہ صاحبہ اور میرے بھائی وزیر کے پاس گئے اور

---

[1] اتھے کلاسہ ۱۲ [2] اب سہادر کر سانہ کے نام سے مشہور ہے۔ ضلع ایٹہ میں ہے اور پٹیالی بھی ضلع ایٹہ میں واقع ہے ۱۲

کل مال و اسباب نذر کیا اور بادشاہ کی خدمت میں معاملہ پیش کیا وزیر نے ظاہر داری
سے خاطر و تسلی کر کے قسم کھائی مگر دل سے کینہ رفع نہ کیا اور مطلق رحم نہ کر کے ہمسے لڑائی شروع
کی ہے آپ ایسے بے ایمان کی مدد کرتے ہیں یہ نازیبا ہے مناسب یہ ہے کہ ایسے معاملے سے
آپ علحدہ ہو جائیں۔ سورج مل نے جواب دیا کہ اب برسر مقابلہ آگئے صلح کی گنجائش نہیں ہے
اگر پیشتر سے کہتے تو ایسا کیا جاتا۔ احمد خان نے شاہ جہان پور و تلہر و بریلی و آنولہ و جونپور
کے پٹھانوں سے امداد کی درخواست کی۔ جونپور میں احمد خان کے چند احباب اکر آباد ہوئے
تھے۔ گل رحمت میں لکھا ہے کہ احمد خان نے بی بی صاحبہ والدہ قائم خان کی طرف سے
ایک ایلچی روہیلوں کے پاس اس غرض سے بھیجا کہ وہ بھی مدد کریں حافظ رحمت خان نے
جو نواب سید سعد اللہ خان کے مدار المہام تھے پٹھانوں کی تباہی پر خیال کر کے پرمول خان
اور دور خان اور دوسرے جماعہ داروں کو چیدہ سپاہ کے ساتھ احمد خان کی کمک کو
روانہ کیا اور حکم دیا کہ کڑے کڑے کوچ کر کے جلد احمد خان سے جا ملیں اور آپ بھی روانگی کے
ارادے سے شہر بریلی سے خیمے باہر نکلوا کر کھڑے کرائے۔ مگر اس بات کی تحقیق کے لیے کہ
وزیر فرخ آباد کے قریب پہونچے یا نہیں توقف کیا اور سپاہ کی فراہمی میں مشغول ہوئے
اس مقام پر یہ بات قابل غور و لحاظ ہے کہ ابھی ابھی تو روہیلوں اور فرخ آبادیوں میں
ایک خونریز اور بربادی بخش معرکہ پیش ہو چکا تھا اور ابھی سے روہیلوں نے اُنکی مدد
شروع کر دی کیا روہیلے اتنی سی ننھی سی سمجھ کے ساتھ حکمرانی کرتے تھے یا وہ وقت ہی
اس قسم کا تھا۔

احمد خان اُس وقت مع رُستم خان کے مغرب کی سمت روانہ ہوا جبکہ دونوں لشکر
مقابل ہوئے تو نواب احمد خان نے رُستم خان سے کہا کہ چونکہ نواب وزیر اور سورج مل دونوں

ایک ساتھ ہم پر چڑھائی کے لیے آتے ہیں لہذا مناسب یہ ہے کہ فوج علیحدہ علیحدہ کر کے اپنا اپنا حریف پسند کریں رستم خان نے جواب دیا ہاں خوب نواب نواب سے لڑے اور سپاہی سپاہی سے۔ لہذا میں سورج مل کا مخالف ہونگا۔ تاریخ ۲۲ شوال ۱۱۶۳ھ مطابق ۱۲ ستمبر ۱۷۵۰ء کی شب کو وزیر نے سید ہدایت علی سے جو کہ نجم الدولہ محمد اسحاق خان کی فوج کے ہراول میں تھا اور بریلی میں رہ کر پٹھانوں کی لڑائیاں اور انکے داؤں گھات دیکھ چکا تھا مشورہ لیا۔ اُسنے کہا کہ یہ لوگ اکثر کمین گاہ تیار کر کے دشمن پر حملہ کرتے ہیں اگر اُس وقت خطر فشانی پائداری کرے تو خود مغلوب ہو جاتے ہیں اس لیے تین چار ہزار سپاہ اپنی سواری کے ہاتھی کے سامنے مع بندوق و جزائل کے رکھنا چاہیئے کہ اُن کی شورش کے وقت آپکے سامنے جمکر افاغنہ کے حملے کا تدارک کریں اسمعیل بیگ خان نے غرور میں آکر کہا کہ کل دیکھو کیا ہوتا ہے احمد خان کیونکر گرفتار ہوتا ہے سید ہدایت علی خاموش رہا صبح ہوتے ہی بعد نماز وزیر نے لڑائی کا حکم دیا اور توپخانہ اپنے روبرو رکھا اور سورج مل جاٹ و اسمعیل بیگ خان مع پچاس ہزار جوانون کے رستم خان کی جانب بڑھے اور حملہ شروع ہوا اسکی بائیں جانب ایک ویران گاتوں کی بلندی تھی اسمعیل خان اور سورج مل اس بلندی کے دامن میں مقیم ہوے اور چھوٹی پرچند توپیں قائم کیں جہاں سے رستم خان کا لشکر ٹھیک زد پر تھا رستم خان نواب احمد خان کے پاس گیا اور حملے کی اجازت چاہی نواب کا منشا یہ تھا کہ جنگ میں تھوڑا سا توقف ہونا چاہیے۔ لیکن رستم خان نے جواب دیا کہ التوا غیر ممکن ہے کیونکہ دشمن قوی ہے اسلیے اُس سے لڑائی شروع کر دینا قرین مصلحت ہے وہ اپنی پالکی پر سوار ہو کر واپس آیا اور اپنے آدمیوں کو جنگ کے واسطے آمادہ کیا جونہیں بڑھنے کا حکم ہوا پٹھان فوراً شمشیر بدست حملہ کرتے ہوے بلندی پر جا پہونچے اور

توپوں پر قبضہ کر لیا۔ رُستم خان نے تھوڑے فاصلے پر بہت فوج دیکھی کہ صف باندھے کھڑی ہے اُسنے حکم دیا کہ حملہ موقوف ہو۔ یہ سُورج مل کی فوج خاص اسی کے زیر حکم تھی سُورج مل نے اپنے سپاہیوں سے کہا کہ تم پٹھانوں سے دست بدست مت لڑو کیونکہ انکو شمشیر زنی میں مہارت کامل حاصل ہے بلکہ تیر و بندوق سے جنگ کرو اور اسمعیل خان و ہمت سنگھ بھدوریہ سے جو عقب میں بطور کمک کے مقیم تھے مشورہ کرنے لگا اِن کی بھی صلاح ہوئی کہ پٹھان قریب نہ آنے پائیں بلکہ ہم اُنکو داہنی اور بائیں طرف سے گھیر لیں اِسلیے یہ اپنی فوج کو بصورت ہلال قائم کر کے پٹھانوں کی طرف بڑھے اُنھوں نے توپ اور بندوق اور تیر سے افغانوں پر آگ برسانا شروع کی رستم خان اسم بامسمیٰ تھا تیر و کمان لیکر پالکی سے اُتر پڑا اور تلوار لیکر مع اپنی فوج کے جو گھوڑوں سے اُتر پڑی تھی آگے بڑھا اور بہت سے دشمنوں کو قتل کیا اور بہتیروں کو ہلاک کیا۔ افغانوں نے اس فتح میں بھی کوئی دقیقہ باقی نرکھا مگر چونکہ غنیم کی تعداد زیادہ تھی رُستم خان مع چھ سات ہزار جوانوں کے اس معرکے میں قتل ہوا سُورج مل اور اُسکے رفیقوں نے باقی لوگوں کا علی گنج کی طرف بہت دور تک تعاقب کیا۔ یہ مقام میدان جنگ سے چوبیس میل جنوب مشرق میں واقع ہے اس لڑائی میں سُورج مل کے ہمراہ بلو سنگھ چودھری بلبّ گڑھ والا و جین سنگھ و صاحب رام و سنگھ رام و کھوٹہ برہمن و ہری سنگھ و صورت رام و تلوک چند تمر تھے کہ انمیں سے بلو سنگھ و صورت رام و کھوٹہ و تلوک چند و ہری سنگھ مارے گئے۔

اُس وقت رُستم خان کی داہنی جانب چند کوس کے فاصلے پر نواب احمد خان وزیر سے لڑ رہا تھا ایک قاصد نے آکر اُسکے کان میں کہا کہ رُستم خان نے شکست پائی اور قتل ہوا اُسنے آثار خوف یا رنج کے چہرے پر نمایاں ہونے دیے اور عالم سکوت میں اپنے سرداروں

کی طرف پھر کر بہ آواز بلند کہا کہ رُستم خان نے فتح حاصل کی اور سورج مل و اسمعیل خان و ہمّت سنگھ تینوں کو گرفتار کر لیا چلو ہم بھی کوشش کریں نہیں تو وہ بہادری میں ہم پر سبقت لے گیا ہم وزیر سے جنگ کرتے ہیں اگر ہم اُس پر غالب آئے تو ہمارا بڑا نام ہوگا اور اگر ہارے تو ہم میں سے کوئی غیر کو مُنھ دکھلانے کے قابل نہ رہے گا۔ سرداروں نے جواب دیا اگر فضل الٰہی شامل حال ہے اور نواب کا اقبال یاور ہے تو ابھی جو کچھ ہوتا ہے ہم دکھلائے دیتے ہیں جب کُل فوج نے یہی بات کہی تو نواب نے کہا خدا سے دعا کرو سب نے ہاتھ اُٹھا کر خدا سے دعا مانگی اور اپنی جان کو اُسکی حفظ و امان میں سپرد کر کے دشمن پر حملہ آور ہوئے جب دونوں فوجیں مقابل ہوئیں تو نصیر الدین حیدر نے جسکی فوج آگے تھی توپیں چھوٹنے کا حکم دیا مگر پٹھانوں نے ایسی عجلت کی کہ اُن کا کچھ بھی نقصان نہوا جب وہ قریب پہونچے تو مصطفےٰ خان نے جو جنگ تنہائی میں مشہور تھا اپنا مرد مقابل طلب کیا نصیر الدین حیدر اُس کا مقابل ہوا اور دونوں مَر کر گھوڑوں سے گر گئے۔ جب نصیر الدین حیدر کی فوج نے اپنے سردار کو مردہ پایا تو اُسکے پانوٗں اُکھڑ گئے اور سب نے راہ فرار کی لی اُسوقت احمد خان اُس مقام پر آ پہونچا جہاں مصطفےٰ خاں اور نصیر الدین حیدر کی لاشیں پڑی تھیں وزیر کو یہ شکست بالخصوص کامگار خان بلوچ فوجدار شہر دہلی کی بغاوت سے ہوئی اُسنے احمد خان کا مقابلہ نہ کیا بلکہ پھر کر بھاگا جبکہ وزیر نے دیکھا کہ اُسکے آدمیوں نے مُنھ پھیر لیا ہے تو اُنھوں نے بعجلت تمام محمد علی خان رسالہ دار اور نور الحسن خان جماعہ دار بلگرامی وغیرہ و عبد النبی خان چیلۂ محمد علی خان کو یہ حکم دیا کہ جلد بڑھکر پیش لشکر کو کمک پہونچائیں چونکہ مغلوں میں ہر طرف پریشانی پھیل گئی تھی لہذا اس تازہ وارد فوج کی کوششیں محض بیکار ہوئیں محمد علی خان بائیں بازو پر گیا یہاں تین ہزار فوج پیدل صف باندھے کھڑی تھی

اور اُسکے پیچھے کچھ سوار بھی تھے۔ جب پٹھان قریب آپہونچے تو نور الحسن خان اور اُس کے سپاہیوں نے کمان اُٹھائی اور عبد النبی خان کے بندوقچیوں نے بندوقیں سر کیں اس سے بہت سے پٹھان مارے گئے اور منتشر بھی ہو گئے مگر پھر فی الفور مجتمع ہو گئے اور برابر بڑھتے چلے آتے تھے محمد علیخان کے داہنے ہاتھ میں گولی لگی اور نور الحسن خان کے ہاتھی کے پانچ زخم تلوار کے لگے۔ اس مقابلے میں میر غلام نبی و میر عظیم الدین سید بلگرامی مارے گئے اور ناصر خان بھی کام آیا۔ جس وقت نواب احمد خان میدان میں پہونچا مغلوں نے چھوٹی بڑی سب توپیں یکبارگی سر کیں اُنمیں گوکھرو اور لوہے کے ٹکڑے بھرے تھے انکی آواز سے ساری زمین تو لرز اُٹھی مگر افغانوں کو کچھ بھی نقصان نہ پہونچا فقط پرمول خان کی ایک اُنگلی کی کھال اُڑ گئی۔ مگر زمین و آسمان دھواں دھار ہو گیا بالکل تاریکی چھا گئی احمد خان نے تھوڑی دیر توقف کیا جب دھواں کم ہوا تو ڈھاک کے درختوں کی آڑ میں بڑھنا شروع کیا سواروں نے گھوڑوں سے اُتر کر تلوار ہاتھ میں لے لی اور آگے ہوے نواب احمد خان کہاروں سے بآواز کہتا جاتا تھا کہ میری پالکی جلد بڑھائے چلو اور دشمن کی فوج میں پہونچاؤ اور کمان سے بھی اشارہ کرتا تھا۔ جب پٹھان توپوں کے قریب پہونچے بندوقوں سے گولہ اندازوں کو بھگا دیا زنجیریں لشکرگاہ کی تلواروں سے کاٹ دیں اور وہاں جا پہونچے جہاں وزیر کھڑے تھے اور تیر و گولی برسانا شروع کی نواب احمد خان بھی ایک کمکی فوج لیکر فوراً اُنسے آملا نواب تاک کر وزیر کی طرف تیر لگاتا تھا۔ پٹھانوں نے تلواریں ہاتھ میں لیں اور کشتوں کے پشتے لگا دئے لاش پر لاش گرتی جاتی تھی اُس وقت ٹھرکا ایک روہیلہ پٹھان وزیر کے عقب میں آپہونچا اور لڑائی ہوتی دیکھ کر اُسنے ایک شتر سوار خبر لانے کے واسطے روانہ کیا اُسکو حکم ملا کہ تم اُس جانب سے حملہ کرو جس طرف چھتر دار حوضے کا ہاتھی کھڑا ہے

اِنھیں وزیر سوار ہیں اُس طرف آدمی بھی کم ہیں اس سے امید کی جاتی ہے کہ کوئی تمھاری روک نہ کر سکے گا۔ تِہر کا افغان تین سو جوانوں کے ساتھ اس طرف گھس آیا جہاں وزیر کھڑے تھے۔ اُسکے بندوقچیوں نے بندوقیں مارنا شروع کیں وزیر کا فیلبان مارا گیا۔ اور اُن کے بیٹے شجاع الدولہ کا اُستاد مرزا علی نقی بھی جو وزیر کی خواصی میں بیٹھا تھا زخمی ہوا اور وزیر کے بھی خفیف زخم لگا گولی جبڑے اور گردن کو چھیلتی ہوئی واہنے جبڑے کے نیچے سے نکل گئی اور وہ غش کھاکر حوضے میں گر پڑے اُن کا حوضہ نہایت مضبوط آہنی تیروں کا بنا ہوا تھا اور اس قدر بلند تھا کہ فقط سر اوپر نظر آتا تھا اس سبب سے وہ اور زخموں سے محفوظ رہے۔ پٹھانوں نے حوضہ خالی اور ہاتھی کو بے مالک دیکھ کر اُس کا کچھ خیال نہ کیا اور مغلوں کے تعاقب میں بڑھتے چلے گئے فقط نور الحسن خان و محمد علی خان اپنے حال میں رہے یہ دونوں سردار وزیر کے پاس آئے اور پوچھا کہ اب کیا حکم ہے وزیر نے کہا کہ طبل فیروزی بجواؤ دگر باد جو دوا س طبل کے بجنے کے سوا دو سو جوانوں میں ایک شخص وزیر کے پاس آیا۔ اب رات ہونے لگی۔ تب لچھمی نرائن جگت نرائن کا بھائی بجائے مہاوت مقتول کے وزیر کے ہاتھی پر سوار ہوا۔ گو وزیر کا ارادہ واپسی کا نہ تھا مگر بہ مجبوری میدان جنگ سے مارہرے کی طرف واپس چلے کہتے ہیں کہ جب وزیر کو ہوش آیا تو داڑھی کے بال کھسوٹے اور دانتون سے ہونٹ کاٹے اور دونوں ہاتھ ملے۔ وزیر کے بھاگنے سے تھوڑی دیر بعد سورج مل جاٹ اور اسمٰعیل خان و راجہ ہمت سنگھ رُستم خان آفریدی کی فوج کو شکست کامل دیے ہوے اور اُس کو منتشر کیے ہوے خوشی خوشی وزیر سے ملنے کو آتے تھے۔ نواب احمد خان مع چند جوانون کے اُس وقت وزیر کی لشکر گاہ پر قبضہ کیے ہوے تھا جب اُسکی نظر لشکر عظیم پر پڑی نہایت پریشان ہوا اور درگاہ جناب باری کی طرف رجوع کر کے ہاتھ آسمان کی طرف اُٹھا کر دعا کی کہ بار الٰہا

اس بندہ عاصی کی عزت وآبرو تیرے ہاتھ ہے تیرے سوا اُس کو اس آفت سے بچانیوالا کون ہے۔ دو ایک لمحہ کے بعد وزیر کی ہزیمت کی خبر ان تینوں سرداروں کو پہونچی اُن کے حواس جاتے رہے اُنکی خوشی مبدل بہ رنج ہوئی اور مارے خوف کے ہانپتے کانپتے دتی کی طرف راہی ہوئے احمد خان شکر خدا بجالایا اتنے میں جو لوگ وزیر کے تعاقب سے لوٹے ہوئے آتے تھے اُنسے اور نواب اسحاق خان سے مقابلہ ہوگیا اُسنے بہادری سے کہاکہ میں وزیر ابوالمنصور خان ہوں یہ سُنکر افغانوں نے اُسے گھیر لیا اور ہاتھی پر سے اُسکو پکڑکر اُس کا سر کاٹ لیا اور لاکر نواب احمد خان کے قدموں پر ڈالدیا اور کہنے لگے یہ وزیر کا سر ہے جب نواب نے اُس پر نظر کی تو معلوم ہوا کہ یہ اسحاق خان کا سر ہے نہ وزیر کا۔

سید ہدایت علی نے کُل لشکر کے بھاگ جانے کے بعد وزیر کے توپخانے کی توپیں جس قدر ساتھ چل سکیں ہمراہ لیکر اور متفرق آدمیوں کو جمع کر کے ساتھ لیا شام کے وقت وزیر نے قصبۂ مارہرہ میں پہونچکر جو میدان جنگ سے اکیس میل کے فاصلے پر سمت مغرب واقع ہے سید نور الحسن کو حکم دیا کہ تکمید زخم کی فکر کرے۔ سیّد مذکور نے سینکنا شروع کیا۔ اکثر مغلوں ہی نے وزیر کے لشکر کے آدمیوں کو لوٹا اور جو بچے اور گانوُں والوں کے ہاتھ لگے تو اُنھوں نے اُنکو لوٹ لیا۔ ہاں مارہرے سے دلجمعی کی صورت ہوئی یہاں وزیر نے ایک شب مقام کیا اور یہاں سے دلی کو روانہ ہوے۔ مگر وہ ابھی دتی نہ پہونچے تھے کہ اُنکی شکست و مذلت کی خبر جا پہونچی اُمرائے منافق اور بادشاہ اور اُنکی ماں اودھم بائی اور جاوید خان وزیر کے مال و اسباب کی ضبطی کی فکر کرنے لگے مگر کچھ دہشت کھاکر انتظار تحقیق کر رہے تھے جب سُنا کہ وزیر زندہ نزدیک آپہونچے تو اُنکے پہونچنے کے منتظر ہوے وزیر کی بیوی نے وزیر کے پہونچنے سے قبل اپنے بیٹے اور افسروں کو حکم دیدیا تھا کہ جسقدر آدمی موجود ہیں

انکو ہر وقت لڑنے مرنے کے لیے تیار رکھیں۔ ۲۹ شوال ۱۱۶۳ ہجری مطابق ۲ ستمبر ۱۷۵۰ء کو وزیر دریاے جمنا کے کنارے دتی کے مقابل پہونچے اور بادشاہ سے سوال وجواب شروع ہوے حکم نہ تھا کہ شہر میں داخل ہوں۔ قاضی نے فتوے دیدیا تھا کہ اگر وزیر شکست پاکر لوٹے تو ہاتھی سے باندھکر شہر کے نثار کرنا چاہیئے[۵۲]۔ شیو پرشاد فرح بخش میں کہتا ہے کہ بادشاہ نے صفدر جنگ کو حکم دیدیا تھا کہ دریاے جمنا کے پار رہیں دلی میں آنیکا قصد نکریں اسکے بعد بادشاہ نے کوئی تعرض نہ کیا اور وزیر شہر میں داخل ہوے جب اُمراے منافق کی حرکات سنیں اور دیکھیں تو نواب بہادر جاوید خان اور والدۂ بادشاہ کو جنکی سازش سے یہ تجویز ہوئی تھی کہ صفدر جنگ کی جائداد ضبط ہو جائے اور بجائے اُنکے وزیر سابق قمرالدین خان اعتمادالدولہ کا بیٹا انتظام الدولہ خان خانان مقرر ہو) پیام دیا کہ ہنوز میرا مردہ زندو نیز بارگراں ہے اور مجھ سے کج بازی دور ہے۔ اُنھوں نے وزیر سے معذرت کی[۵۳]۔ شیو پرشاد نے فرح بخش میں لکھا ہے کہ محمد اسحاق خان کی لاش اُسی طرح میدان جنگ میں پڑی رہی تھی محمد علی خان جو پائندہ خان الوزئی نواب سید علی محمد خان کے ایک سردار کا بیٹا ہے اور دلی میں سالار جنگ اور مرزا علی خان کی رفاقت میں رہتا تھا اسحاق خان کی مقتولی کا حال سُنکر اور معلوم کرکے کہ اُسکی لاش اُسی طرح میدان جنگ میں پڑی ہوئی ہے دلی سے میدان معرکہ میں آیا اور جوانمردانہ لاش کو اُٹھا لے گیا اور وہ سالار جنگ کے پاس پہونچادی جسنے اُسکی تجہیز وتکفین کی۔

وزیر کی شکست کے بعد بادشاہ نے غازی الدین خان فیروز جنگ ولد نظام الملک

---

۵۲ جیسا کہ سیر المتاخرین میں ہے اور آردن کی تاریخ میں ۱۹ ہے ۱۲ ۵۳ دیکھو گیان پرکاش ۱۲

۵۳ دیکھو سیر المتاخرین ۱۲

سے صلاح پوچھی کہ اگر احمد خان دلی پر چڑھ آئے تو کیا کرنا چاہیے اُسنے عرض کیا کہ اگر حکم ہو تو کچھ التماس کروں بادشاہ نے اُسکو اجازت دی تب فیروز جنگ نے کل کیفیت مشرح بیان کی اور بنگش خاندان کی خدمات شائستہ معرض بیان میں لایا اور کہا کہ یہ سب وزیر کی شرارت کا باعث تھا جس سے وہ آمادہ بجنگ ہوا۔ ورنہ وہ مطیع سرکار تھا بہت سی گفتگو کے بعد اُسنے کہا کہ اب آپ ہی انصاف کیجیے اس میں کس کا قصور ہے۔ بادشاہ نے تسلیم کیا کہ بیشک جو کچھ تمنے عرض کیا سب صحیح ہے۔ محمد خان غضنفر جنگ اور اُسکے خاندان نے کوئی گستاخی سرکار کے ساتھ نہیں کی یہ سب شرارت صفدر جنگ کی ہے لیکن تمھاری کیا رائے ہے اگر نواب احمد خان قابو پاکر صفدر جنگ کا تعاقب کرتا ہوا دلی کا عزم کرے تو اُس وقت کیا کیا جائے گا۔ فیروز جنگ نے التماس کیا کہ صلاح دولت یہ ہے کہ نواب احمد خان کو ایک فرمان شاہی مع خلعت وفیل واسپ وشمشیر بھیجا جائے اور اُسکو لکھا جائے کہ ابتک جو کچھ ہوا اُس کا کچھ علم بادشاہ سلامت کو نہ تھا سب وزیر کی شرارت سے ہوا وہ اپنے کیفر کردار کو پہونچا۔ اب اگر تم مطیع سرکار ہو تو قصد دلی کا ترک کرکے فرخ آباد کو واپس جاؤ یہ صلاح بادشاہ کو نہایت پسند آئی فرمان شاہی مع خلعت احمد خان کو بھیجا گیا اور احمد خان فرخ آباد کو واپس چلا گیا۔ حافظ رحمت خان مدار المہام نواب سید سعد اللہ خان کے افسروں نے بھی اس جنگ میں بڑی دلاوری دکھائی تھی نواب احمد خان نے صفدر جنگ پر فتحیابی کے بعد حافظ الملک کے جماعہ داروں کو خلعت اور ہاتھی گھوڑے اور نقد وجنس دیکر رخصت کیا اور حافظ الملک کو شکر گذاری کا خط لکھا۔ اور اُسمیں یہ بھی تحریر کیا کہ اودھ کے فتح کرنے کا ارادہ ہے اگر آپ اپنی سپاہ خیر آباد تک جو آپکے ملک کی سرحد پر ہے بڑھائیں تو بہتر ہو حافظ صاحب نے شیخ کبیر اور پرمول خان کو

سپاہ دیگر سرحد ملک اودھ کی طرف یورشیں کرنے کے لیے بھیجا جنھوں نے حد شرقی خیرآباد تک فتح کرکے نواب سید سعداللہ خان کے ملک کا ضمیمہ کیا۔

اُدھر احمد خان نے اپنے بڑے بیٹے محمود خان وجہان خان چیلے کو مع دس ہزار سوار وبیشمار پیادوں کے لکھنؤ صوبۂ اودھ پر قبضہ کرنے کے لیے بھیجا اور شادی خان اور کالے خان کو کوڑے کی طرف بڑھنے کا حکم دیا۔ محمد امیر خان کو غازی پور پر روانہ کیا۔ نولرائے کی شکست وموت سے الہ آباد کے بڑے حصے میں بدانتظامی واقع ہوگئی تھی۔ روپ سنگھ کھنچر جو پرگنہ کروالی پر قابض تھا کہ زمانہ حال میں ضلع الہ آباد میں واقع ہے وسمیر سنگھ ولد ہندو سنگھ چندیلہ وگھنسانگھ رکھبنی جو سابق میں پٹھانوں کے دوست تھے ان سب سے مرہٹوں نے سازش کی اور مثل سال گذشتہ اب بھی مرہٹوں کو ندی کے اس پار بلانے کا ارادہ کیا۔ ماہ ذیقعدہ ۱۱۶۳ہجری میں پٹھانوں نے ملیح آباد میں تھانہ قائم کیا جو لکھنؤ سے مغرب سمت ۱۵ کوس کے فاصلے پر واقع ہے۔ اور سانڈی کو جواب ضلع ہردوئی میں ہے گڑبڑ کردیا اور امیٹھی کو جواب ضلع سلطانپور میں واقع ہے لوٹ لیا اور بڑی فوج سے دال مئو[ل] اور رائے بریلی پر قبضہ کرنے کا سامان کیا۔

نواب احمد خان کی فوج کی اودھ پر یورش

محمود خان اپنے باپ نواب احمد خان کے حکم سے اودھ کو چلا ۱۶ جمادی الاولی ۱۱۶۴ ہجری کو بلگرام کی غربی طرف فروکش ہوا اُسکی فوج کے پٹھانوں نے لوٹ کھسوٹ شروع کی اور چند لوگوں کو زخمی کیا وہاں کی رعایا شریف اور سپاہی پیشہ تھی اُن کو بھی تاب نہ آئی چند پٹھانوں کو زخمی کیا اور محمود خان کے لشکر کے دو سو اسں بار بردار لوٹ لے گئے۔ محمود خان نے وفور غرور سے مع جملہ فوج تیار ہوکر شہر کا محاصرہ کیا اور اُسکے لوٹنے کا ارادہ کیا وہاں کے لوگ

[ل] گنگا کے کنارے واقع ہے ۱۲

محلہ بمحلہ کوچہ بکوچہ مستعد مقابلہ ہوے۔ مگر بلگرام کے سن رسیدہ لوگ جو احمد خان سے ربط ضبط رکھتے تھے وہ محمود خان کے پاس گئے اور اصلاح کرکے اس فتنہ برخاستہ کو خاموش کیا۔

محمود خان نے پھاپھامئو کی طرف آکر اپنے کسی بنی اعمام کو مع بیس ہزار سوار و پیادہ کے لکھنؤ پر دھاوا کرنے کا حکم دیا اور اُسنے پانچہزار فوج کسی سردار کو دیکر لکھنؤ کی طرف روانہ کیا۔ سردار مذکور نے شہر کے باہر پڑاو ڈالکر ایک کوتوال اپنی طرف سے مقرر کرکے شہر میں بھیجا۔ شہر اسوقت صفدر جنگ کے عملے سے خالی تھا کیونکہ متوسلان صفدر جنگ خبر شکست نزیر سنکر بقاء اللہ خان کے ہمراہ قلعہ الہ آباد میں تھے اکثر مغل اپنا اسباب شیخ معز الدین کے گھر امانت رکھ گئے تھے۔ اُسکو اُسکے دوستوں نے منع کیا تھا کہ ان لوگوں کا مال گھر میں رکھنا چاہیے کیونکہ افغانوں کو دعوے پیدا ہوگا۔ مگر شیخ مذکور نے اپنی شجاعت کے گھمنڈ میں آکر نہ مانا۔ معز الدین خان بمقتضاے وقت سردار افاغنہ کی ملاقات کو بیرون شہر گیا اُسنے بڑی عزت کے ساتھ ملاقات کی۔ کوتوال نے شہر میں بیجا حرکات اور سختیاں شروع کیں۔ شیخ نے اُس کو سمجھایا۔ اس ضمن میں کسی مُفتری نے سردار افغانان سے ظاہر کیا کہ شہر والوں نے آپ کے کوتوال کو بیحرمت کیا ہے۔ معز الدین اُس وقت سردار کے پاس بیٹھا ہوا تھا اُس نے کہا کہ کیا مجال کوئی ایسا کر سکے میں جاتا ہوں اور مفسدوں کو سزا دیتا ہوں اور فوراً رخصت ہوکر شہر میں آیا۔ شیخ نے خیال کیا کہ اس فرقۂ افاغنہ کی امان کا اعتبار نہیں پس شہر کے شرفا کو طلب کرکے کہا کہ یہ فرقہ وعدے کا پابند نہیں ہے انکی اطاعت سے بجز ندامت کے کچھ حاصل نہو گا اسلیے بہتر یہ ہے کہ سب ملکر انکو یہاں سے نکالدیں بعض تو خوف کھاکر جان بچا گئے۔ بعض رفاقت پر آمادہ ہوے۔ معز الدین نے زیور فروخت کرکے روپیہ مُہیا کیا اور شیخ زادگان شہر کو جمع کرکے انکو کہا کہ کوتوال کو نکالدیں شیخ زادوں نے ایسا ہی کیا۔ معز الدین نے کسی مُغل کو

مغلئی لباس پہنا کر اپنے مکان میں بٹھا دیا اور صفدر جنگ کی منادی کرا دی اور اعلان کیا
کہ یہ مغل صفدر جنگ کا بھیجا ہوا کوتوال ہے اور ایک سبز جھنڈا حضرت علی کے نام کا استادہ
کیا جو اُس جھنڈے کے نیچے آتا اُس سے رفاقت کی امید ہوتی سردار نے یہ خبر سنی تو شہر پر حملہ
کیا دو سو شیخ زادوں نے مقابلہ کیا دریاے گومتی کی طرف سخت لڑائی ہوئی پٹھان بھاگ نکلے
وہ سردار بھی جسکے ہمراہ پندرہ ہزار سپاہ تھی بھاگ گیا تمام توپخانہ اور اسباب شیخ زادوں
کے ہاتھ لگا۔ محمود خان نے جو پھاپھامئو کے گھاٹ پر مقیم تھا یہ خبر سُنکر لکھنؤ کی طرف کوچ کا ارادہ
کیا۔ معزالدین خان نے اُسکو پیام دیا کہ آپ لوگ اپنی حماقت سے اِس درجے کو پہونچے اب
بندہ خود ہی آپکے پاس پہونچتا ہے چندے توقف کیجیے ابھی محمود خان وہیں مُقیم تھا کہ یہ مفرور
افغان جا پہونچے اور شیخ زادوں کی بہادری کا حال بیان کیا محمود خان خوف زدہ ہو کر اپنے مُلک
کی طرف واپس ہوا شیخ زادوں نے تمام پٹھانوں کو اودھ کی عملداری سے نکالدیا یہ بیان سیرالمتاخرین
کے مؤلف کا ہے جسنے ان پٹھانوں کی ترقی کو رنج و بغض کی نظر سے دیکھا ہے۔ اور تعصب قومی و مذہبی کی وجہ
سے ان جوانمردوں کے کارناموں کی جابجا بدرنگ تصویر کھینچی ہے حقیقت حال یہ ہے کہ جسوقت
لکھنؤ کے شیخ زادوں نے سر اُٹھایا تو اُسوقت میں وزیر نے مرہٹوں کی امداد و اعانت سے فرخ آباد پر دوبارہ
چڑھائی کی تھی اِسوجہ سے انتقام ممکن نہ تھا۔ یہ نوجوان نواب زادہ فرخ آباد کی طرف لوٹ آیا تھا[۱]۔

گیان پرکاش کا مؤلف کہتا ہے کہ محمود خان نے لکھنؤ میں بہت ظلم کیا ایک مقدس آدمی
ندان محل واقع لکھنؤ میں رہتا تھا اُس کا نام شاہ سبحان تھا اور بہت پاک باطن تھا۔
محمود خان اُسکے پاس کبھی کبھی جایا کرتا تھا ایکروز اُسنے بڑے جوش کے ساتھ کہا کہ تم ہمیر
تعدی کرنے سے باز نہیں آتے کل کو شعلۂ آتش اُٹھے گا جو صدہا آدمیوں کو ہلاک کریگا۔

[۱] دیکھو آردن صاحب کی تاریخ ۱۲

اور تمھاری حکومت یہاں سے اُٹھ گئی ہے جاؤ یہاں سے چلے جاؤ چنانچہ دوسرے دن پٹھانوں کے بارود خانے میں آگ لگ گئی ایکبارگی بڑی آواز ہوئی صدہا آدمی اڑ گئے تین تین چار چار کوس پر جا کر گرے علی الصباح محمود خان نے لکھنؤ سے کوچ کر دیا انتہی کلام اگرچہ اس قول میں یہ بیان سچا نہیں کہ محمود خان لکھنؤ میں گیا تھا مگر اس سے سیر المتاخرین کے مؤلف کے قول کی تغلیط تو کھل گئی کہ شیخ زادوں کی تلوار کے خوف سے محمود خان اپنے مُلک کی طرف بھاگ گیا اور ان دونوں کے بیانوں میں کتنا تناقض ہے ایک کہتا ہے کہ وہ بھا بھامئو کے گھاٹ سے آگے نہ بڑھا تھا دوسرا کہتا ہے کہ لکھنؤ میں مقیم تھا۔

مُحاصرۂ قلعہ الہ آباد

بعد انتظام مہام احمد خان بذات خود قنوج کو گیا اُسکی آمد سُنکر نواب بقاء اللہ خان ولد رحمت خان جو عُمدۃ الملک امیر خان کا حقیقی بھتیجا تھا اور اپنے چچا کے عہد سے کوڑے کا فوجدار تھا اور پرتاب نرائن اور خان عالم دامیر خان سرداران وزیر جو ڈیڑھ ہزار سپاہ کے ساتھ وزیر سے ملنے آتے تھے لکھنؤ کی راہ سے جھونسی بھاگ گئے۔ تب علیؔ قلی خان داغستانی[۱] صوبہ الہ آباد کا نائب اُنسے ملنے کو آیا اُس وقت اُنھوں نے معلوم کیا کہ شادی خان بیس ہزار سپاہ کے ساتھ آیا ہے۔ علی قلی خان اپنی فوج اور کچھ راے پرتاب نرائن کی فوج لیکر شادی خان کے مقابلے کو بڑھا دونوں فوجوں کا کوڑہ جہاں آباد میں مقابلہ ہوا اور جنگ شروع ہوئی شادی خان شکست کھا کر لوٹا جب اس شکست کی خبر نواب احمد خان کو پہونچی تو اُسنے ارادہ کیا کہ بہت سی کُمک بھیجے مگر صلاح کاروں نے کہا کہ آپ خود وہاں چلیے کیونکہ آپکی آمد سُن کر دشمن فی الفور الہ آباد کا قلعہ خالی کر دینگے بقاء اللہ خان و علی قلی خان نواب احمد خان کی

[۱] یہ علی قلی خان داغستانی وہ نہیں جسکا تخلص والہ ہے ۱۲ خزانہ عامرہ

آمد سنکر وہاں سے پھرے اور الہ آباد کے قلعہ میں پناہ گزیں ہوے انکے ساتھ راجہ پدم سنگھ اور پسران راجہ نولرائے بھی تھے احمد خان نے کوڑہ جہان آباد میں پہونچکر چند روز قیام کیا اور یہ عزم کیا کہ خود وہاں سے گھر کو واپس آئے اور جنگ ان تین سرداروں یعنی منصور علیخاں و رستم خان بنگش و سعادت خان آفریدی کے ہاتھ میں چھوڑ دے۔ ان تینوں سرداروں کے پاس بہت سی سپاہ نوکر تھی۔ لیکن مشرقی صوبجات کے حاکموں یعنی پرتھی پت ولد چتر دھاری ولد جے سنگھ سوم بنسی حکمران پرتاب گڑھ اور راجہ بلونت سنگھ والی بنارس کے وکیل جو اُسکے پاس پہونچے تو اُسکو آگے بڑھنے کی ترغیب ہوئی۔ خطوں کا مضمون یہ تھا کہ اگر آپ الہ آباد کی طرف بڑھینگے تو ہم لوگ کوشش کرکے بہت جلد قلعہ خالی کرالینگے پس تمام مشرقی حصۂ ملک کا آپکے قبضے میں آجائے گا ان خطوں کے پہونچنے سے نواب احمد خان الہ آباد کی طرف بڑھا۔ راجہ پرتھی پت پرتاب گڑھ سے اپنی فوج لاکر گنگا کے کنارے خیمہ زن ہوا نواب نے اُسکو خلعت عنایت کیا اور خود اُسکی درخواست پر اُسکو پیش لشکر میں قائم کیا الہ آباد پہونچکر نواب احمد خان نے دریائے گنگا کو عبور کیا اور وہاں سے جھونسی کو گیا اور اِس مقام پر اپنی توپیں ایک بلندی پر نصب کیں اِس بلندی کا نام قلعہ راجہ ہربونگ تھا تمام الہ آباد کو خلد آباد سے لیکر قلعہ تک جلا دیا اور لوٹ لیا اور چار ہزار عورتوں اور بچوں کو قید کیا کوئی جگہ بجز شیخ محمد افضل الہ آبادی کے مسکن و دریاباد کے لوٹ سے باقی نرہی ان دونوں جگھوں پر پٹھان قابض تھے۔ بقاء اللہ خان و علی قلی خان وزیر کی جانب سے قلعہ کی حفاظت کرتے تھے اور یہ دونوں نوابان بنگش کی اطاعت سے عار رکھتے تھے۔ چونکہ جنگ میدان کی تاب نہ تھی اس لیے قلعہ الہ آباد میں پناہ گزیں ہوے۔ اتفاقاً اندر گر سنیاسی کہ مہادیو پرست تھا مع پانچہزار برہنہ جنگ جو فقیروں کے وہاں تیرتھ کو آیا اور پرانے شہر

اور قلعہ کے درمیان میں ٹھہرایہ فقیر وزیر کے لوگوں کی جانب شریک ہوے۔ وزیر کے
آدمیوں نے اندر گر کو بہتیرا کہا کہ قلعہ میں رہنا چاہیے اُسنے منظور نہ کیا باہر ہی رہا
بقاء اللہ خان جنگ آزمودہ آدمی تھا۔ فن حرب میں مہارت کامل رکھتا تھا۔ اُسنے دریا پر
ایک پُل اُس مقام پر باندھا جو درمیان تربینی (کہ قلعہ کا پھاٹک ہے) اور قصبۂ ارائل
کے واقع ہے یہ قصبہ گنگا کے داہنے کنارے پر گنگا و جمنا کے اتصال کے نیچے ہے اُسنے اپنا
لشکر گاہ تو اُس قصبے میں چھوڑا اور خود مع فوج صبح و شام قلعہ کو آتا جاتا رہا۔ اُسوقت
فصیل سے برابر توپیں نواب احمد خاں پر چھوٹتی رہیں۔ اُسکی جانب سے راجہ پرتھی پت
اور اُسکے سرداروں نے قلعہ کے لینے کی بہت کوشش کی مگر ناکام رہے۔ راجہ بلونت سنگھ
جسے بذات خود آنے کا حکم ہوا تھا اُس وقت جھونسی میں پہونچا اور نواب احمد خان
کے بیٹے محمود خان کے توسط سے نواب احمد خان کے پاس حاضر ہوا۔ محمود خان حال میں لکھنؤ
سے آیا تھا۔ راجہ بلونت سنگھ نے ایک لاکھ روپیہ نذر گذرانا۔ اُسکو خلعت مرحمت ہوا اور
نصف اُسکی ریاست اُسکے نام کردی۔ باقی نصف ملک پر صاحب زمان خان دلاگ زئی
جو بھوری نواب کی کسی بیگم کا رشتہ دار مقرر ہوا۔ نواب نے راجہ بلونت سنگھ کو حکم دیا کہ تم
محمود خان کو ساتھ لے کر ارائل کو جاؤ اور دشمن کو وہاں سے بھگا کر اپنی فوج کا پڑاؤ وہاں
ڈالو تاکہ قلعہ کی آمد و رفت رُکے اور باب سد مسدود ہو راجہ نے منظور کیا اور اپنی لشکر گاہ
مقام جھونسی کو آکر نادین مہیا کرنے کا حکم دیا۔ جب نواب بقاء اللہ خان کے جاسوسوں نے
اس ارادے کی خبر اُسکو پہونچائی تب اُسنے فکر کرنی شروع کی اور باہم اپنے لوگوں سے مشورہ
کیا کہ کیا ایسی تدبیر ہونی چاہیے جس سے دو جانب سے ہمپر حملہ ہونے پائے آخر اسپر رایوں
کا اتفاق ہوا کہ دوسرے روز مقابل کی فوجوں سے جنگ کریں۔ بقاء اللہ خان بڑی فوج لیکر

پُل سے پار ہوا اور فوج قلعہ سے باہر آکر اُس سے متفق ہوئی۔ اندر گر سنیاسی بھی حکم پاکر شریک ہونے کے واسطے قلعہ کی آڑ میں آگے بڑھا اور گنگا کے کنارے پرانے شہر سے قلعہ تک صف باندھکر بعزم جنگ کھڑا ہوا۔ جس وقت نواب احمد خان نے یہ خبر سُنی خود سوار ہوکر اپنی لشکرگاہ کے کنارے آیا اور وہاں سے اُسنے نواب منصور علی خان و نواب شادی خان کو سپاہ پر حکومت کرنے کو بھیجا۔ بموجب حکم کے وہ آگے بڑھے۔ علاوہ ازیں اُن کے ساتھ اپنی سپاہ کے دس ہزار جوان زیر حکم رستم خان بنگش اور چار ہزار سعادت خان آفریدی کی ماتحتی میں اور دو ہزار منگل خان کے حکم میں اور تین ہزار یکہ جوان محمد خان آفریدی کے زیر حکم اور دو ہزار آدمی عبدالرشید خان چیلے کے حکم میں تھے اسکے سوا اور بھی سردار ساتھ تھے یعنی نامدار خان برادر غیرت خان۔ نور خان ولد خلیل خان متنبیا۔ نامدار خان برادر ہمت خان متنبیا اور عبداللہ خان ورکزئی۔ نواب احمد خان نے ان سب کو حکم دیا کہ اپنی فوج کے ساتھ بڑھکر دشمن کو بھگادیں راجہ پرتھی پت سے نواب احمد خان نے کہا کہ تمھارا مقام پیش لشکر ہے وہاں جاؤ راجہ حملے میں آگے ہوا تین گھنٹہ توپ و بندوق وبان کا ہنگامہ گرم رہا آخرکار راجہ پرتھی پت جو آگے تھا قابو پاکر دشمن کی سپاہ میں در آیا یہ دیکھ کر منصور علی خان اور دوسرے سردار اُسکی مدد کو بڑھے راجہ ہاتھی سے اُترکر گھوڑے پر سوار ہوا تب اُسکے ہمراہی اپنے گھوڑوں سے اُترکر شمشیر بدست دشمن پر جھپٹے اس مقام پر پہونچکر منصور علی خان بھی اپنے ہاتھی سے اُترکر راجہ کے آگے پہونچا۔ بقاء اللہ خان کے چیدہ چیدہ آدمی کام آئے یا زخمی ہوئے اور جب بقاء اللہ خان نے دیکھا کہ فتح کی امید نہیں ہے اپنی سپاہ کے ساتھ پُل کے پار گیا اور گولہ انداز توپیں قلعہ میں چھوڑکر پل کے پار بھاگ آئے اور بھاگتے وقت اپنے کنارے کی طرف پُل توڑ دیا۔ نواب احمد خان کی فوج کو اس صورت سے یہ فتح نصیب ہوئی اور میدان پر قابض ہوئی۔ اور جس جگہ

یہ لوگ مقیم ہوے وہاں سے پل تمام دکمال نظر آتا تھا جس وقت لڑائی شروع ہوئی سعادت خان
منصور علی خان کی فوج سے آگے اپنی فوج کو دشمن پر چڑھا لیگیا جب منصور علی خان کے
لوگوں نے یہ حال دیکھا ازراہ رشک جلدی بڑھکر اُن لوگوں کے آگے ہوے ان کا یہ قصد ہوا
کہ پل کے سرے پر جائیں راجہ پرتھی پت کی بھی رائے ہوئی۔ لیکن جس وقت نواب احمد خان
نے خبر فتح کی سُنی فوراً ایک شتر سوار نواب منصور علی خان کو واپس بلانے کے واسطے
دوڑایا اور کہلا بھیجا کہ آگے جانا گویا پتھر پر سر دے مارنے کے برابر ہے۔ حکم پاتے ہی منصور علیخان
نے قصد لوٹنے کا کیا مگر پرتھی پت نے کہا کہ قرینے سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قلعہ خالی ہوگیا ہے پس آئیں کیا قباحت
ہے۔ ہم پل کے سرے تک جائیں اگر قلعہ میں کوئی متنفس باقی ہوگا تو بیشک ہمکو آتے دیکھ کر
گولی چلائے گا۔ پس اگر ہم پر گولی نہ چلائی جائے گی تو تصور کرینگے کہ قلعہ خالی ہے اور اُس پر
قبضہ کرلینگے۔ منصور علی خان نے جواب دیا کہ میں خلاف حکم ایسا قصور نہیں کرسکتا ہوں
یہ کہکر شادیانے فتح کے بجوانے اور نواب کی خدمت میں واپس آکر مع دوسرے سرداروں
کے نذر گذرانی۔

نواب احمد خان ابھی قلعہ الہ آباد کا محاصرہ کیے پڑا تھا کہ تھوڑے عرصے بعد یہ خبر سُن کر
کہ صفدر جنگ اور مرہٹے فرخ آباد کی طرف بڑھ گئے ہیں اُس طرف روانگی پر تیار ہوا
احمد خان نے یہ خیال کیا کہ اگر یکایک یہاں سے کوچ کیا تو قلعہ کی فوج تعاقب کرے گی اسلیے
بادشاہ کا فرمان پہونچنے کی خبر اُڑادی اور فرمان بارڈی سات آٹھ کوس کے فاصلے پر ٹھیرا کر اگر
شب کو رسالہ داروں۔ جماعہ داروں اور مصاحبوں سے بلند آواز سے فرمایا کہ فرمان بادی
دور ہے۔ رات سے سوار ہونگا تمام سامان روانگی کا تیار کرلو۔ اس تدبیر سے وہاں سے کوچ کیا
جب وزیر کی چڑھائی کی خبر مشہور ہوئی راجہ پرتاب گڑھ بھی لوٹ گیا۔

نواب احمد خان کے افسر سے بلونت سنگھ راجہ بنارس کی مخالفت

جبکہ نواب احمد خان الہ آباد کے محاصرے میں مصروف تھا تو اُسنے یہانسے صاحب زمان خان ولد ازاک جونپوری کو مقامات جونپور۔ اعظم گڑھ۔ اکبرپور و دیگر مقامات میں اپنا نائب مقرر کیا تھا۔ بلونت سنگھ نے نصف ریاست کے دینے سے انکار کیا اور صاحب زمان خان کو حکم پہونچا کہ اُسکو ملک سے بھگادو۔ اُسکو کمک بھیجی گئی۔ اور اکبر شاہ راجہ اعظم گڑھ اور شمشاد جہان زمیندار ماول اُس کے آکر شریک ہوے۔ ماول اعظم گڑھ سے تیس میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ فوج اکبرپور میں جمع ہوئی اور ایک چھوٹا سا قلعہ سرہانپور کا پندرہ روز کے محاصرے کے بعد مفتوح ہوا ازاں بعد جونپور کی طرف بڑھے اور چھ گھنٹہ سخت لڑائی کے بعد حملہ آور ہو کر گھس آئے اور اُس مقام پر قابض ہو گئے صاحب زمان خان نے آپ ہی بڑھنے میں تاخیر کی اور نظام آباد کی طرف کوچ کیا یہ مقام جونپور سے ۲۱ میل شمال و مشرق میں ہے۔ بلونت سنگھ سے عہد و پیمان ہونے کے بعد جس کا مذکور پیشتر ہو چکا ہے صاحب زمان خان مع حاجی سرفراز خان کے اُس حصہ ملک پر قبضہ کرنے کے واسطے روانہ ہوا جو دریاے گنگا کے شمال کی طرف واقع ہے بلونت سنگھ گنگاپور سے جو بنارس سے تھوڑے فاصلے پر مغرب میں واقع ہے روانہ ہو کر مرباہوس پہونچا یہ مقام جونپور سے بارہ میل جنوب میں ہے اور صاحب زمان خان سے اپنے ملک کی واپسی کا مطالبہ کیا ہر دو متخاصمین کا تصفیہ جنگ پر منحصر ہوا۔ بلونت سنگھ کے افغان سرداروں نے اپنے ہم قوم افغان یعنی صاحب زمان خان سے جنگ کرنے سے انکار کیا۔ لاچار ہو کر بلونت سنگھ نے معاملہ صلح ہی کو مناسب جانا۔ صاحب زمان خان نے چاندی پور میں پڑاؤ ڈالا۔ دوسرے روز

اُسکی فوج میں بابت بقایاے تنخواہ کے بلوا ہو گیا اور وہ تنہا اعظم گڑھ کی طرف روانہ ہوا بلونت سنگھ نے تب اُس کا گھر لوٹ لیا۔ صاحب نمان خان اعظم گڑھ میں اپنے آپکو محفوظ نجانکر ملک بتیا کو گیا اور وہاں کے راجہ نے اُسکو پناہ دی۔ تھوڑے عرصے کے بعد وہ جونپور کو واپس آیا۔ لیکن بلونت سنگھ نے پھر اُسے مقرر کر دیا۔

نقل ہے کہ جب بنارس کے مہاجنوں نے پٹھانوں کی آمد سُنی وہ پھولپور پر جو بنارس سے آٹھ کوس کے فاصلے پر ہے گئے اور کہا کہ ہم دو کروڑ روپیہ بطور محصول داخل کرتے ہیں اس شرط پر کہ پٹھان ہمارے شہر میں نہ آئیں اُن کا یہ حال تھا کہ کہتے تھے اگر ہم پٹھان کو خواب میں بھی دُور سے دیکھتے ہیں تو کانپنے لگتے ہیں۔ غرضکہ دُو کروڑ روپیہ دیا گیا اور پٹھان واپس گئے۔

وزیر کا بادشاہ سے عفو قصور کرانا اور اُن سے احمد خان پر چڑھائی کی اجازت لینا۔ مرہٹوں اور بھرتپور کے جاٹوں کو اپنی مدد کے لیے بُلانا

وزیر رام چٹونی میں شکست کھاکر ۲۹ شوال ۱۱۶۳ھ ہجری مطابق ۲ ستمبر ۱۷۵۰ء کو دلّی واپس آئے اور یہاں پہونچکر اُنھوں نے دیکھا کہ بادشاہ مجھ سے سخت ناراض ہیں تو نہایت غمگین ہوے ایک عرصے تک وہ گھر سے نہ نکلے ہر وقت سر پر ہاتھ رکھّے بیٹھے رہتے تھے آخرالامر اُنکی بیگم نے اُنکو ڈھارس دی اور اقرار کیا کہ جتنا روپیہ میرے پاس ہے سب تم کو دیتی ہوں یہ سنکر اُنکو ہمّت ہوئی اور اُنھوں نے راجہ ناگرمل۔ اور لچھمی نرائن اور

اسمٰعیل بیگ خان کو طلب کیا۔ اور سید عبد العلی کو بھی جو اُنھیں دنوں اجمیر سے پہونچا تھا شریک مشورہ کیا۔ اسمٰعیل بیگ خان نے صلاح دی کہ افغانستان سے فوج منگانی چاہیے۔ ناگرمل کی رائے ہوئی کہ روہیلوں کو بُلانا چاہیے اور کہا کہ قائم خان کے حملے کے سبب سے روہیلے فرخ آباد کے پٹھانوں سے عداوت رکھتے ہیں وزیر نے اس تجویز کو ناپسند کیا اور کہا کہ اگرچہ افغان باہم لڑتے ہیں لیکن اگر کوئی اور غنیم اُنسے لڑنے جائے گا تو سب متفق ہو جائینگے۔ تب وزیر نے سید عبد العلی سے صلاح پوچھی اُنسنے کہا کہ آپ کے ساتھ فوج سابق میں بھی کم نہ تھی اور اب بھی جس قدر درکار ہو مُہیّا ہو سکتی ہے مگر سرداران جنگ دیدہ و آزمودہ کو رفیق کرنا چاہیے وزیر نے کہا بتلائیے کون ایسے لوگ ہیں۔ جواب دیا کہ بخت سنگھ اور سرداران مرہٹہ اس کام کی لیاقت رکھتے ہیں اور راجہ لچھمی نرائن نے بھی مرہٹوں کی فوج کثیر کا مذکور کیا اور کہا کہ آپا سندھیا اور ملہار راؤ کے پاس ستر اسّی ہزار فوج اس وقت کوٹے کے قرب و جوار میں ہے ایک ہزار مرہٹے دس ہزار افغانون کے واسطے بس ہیں اور پٹھان مرہٹوں کے نام سے چونک پڑتے ہیں۔ اب وزیر نے مرہٹوں سے مدد مانگنے کا ارادہ کیا۔

وزیر کو دوسرا بڑا کام اہم یہ باقی تھا کہ بادشاہ کو کسی صورت سے رضامند کرنا چاہیے اس غرض سے وزیر نے راجہ جگل کشور وکیل مہابت جنگ کو نواب ناظر جاوید خان کے پاس بھیجا او۔ اُس سے اعانت چاہی۔ اس جاوید خان خواجہ سرا کو بادشاہ نہایت عزیز رکھتا تھا وزیر کا حال بالتصریح سُننے کے بعد جاوید خان نے کہا کہ ایسے معاملہ کی بحث بالمواجہہ ہونی چاہیے۔ بروز چہار شنبہ میں بغرض فاتحہ خوانی۔ حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیا کی درگاہ میں جاؤنگا۔ بوقت واپسی وزیر کے مکان پر آؤنگا اُسوقت جن جن پیچیدگیوں کو وہ سُلجھانا چاہیں مجھ سے بیان کریں جوگل کشور نے واپس آکر وزیر سے

اُس کا پیام بیان کیا۔ چہار شنبہ کو جاوید خان حضرت نظام الدین کے مزار کی زیارت کے بعد پوشیدہ وزیر کے مکان پر آیا ادھر اُدھر کی باتوں کے بعد ناظر نے وزیر سے کہا کہ بادشاہ سلامت کا مزاج تمھاری طرف سے بالکل پھر گیا ہے کسی کو جرأت نہیں کہ کوئی بات بہتری کی تمھاری بابت حضور میں عرض کرے اور نواب فیروز جنگ نواب احمد خان کے واسطے سعی کرنے پر اس قدر مستعد ہے کہ کسی کی مجال نہیں ہے کہ اُسکے خلاف ایک بات بھی منھ سے نکال سکے۔ وزیر نے بعض الفاظ قریب الفہم جاوید خان سے کہے اور کہا کہ اگر آپ اس معاملے میں دست اندازی کریں اور بعنوان شائستہ بادشاہ سلامت سے عرض معروض کریں تو خوب ہو۔ تاریخ مظفری سے معلوم ہوتا ہے کہ وزیر نے اُسکو ستر لاکھ روپے بطور رشوت کے دینے پر راضی کر لیا۔ نواب ناظر نے اپنی بات پر بھروسہ کر کے اقرار کیا کہ جب موقع مناسب ہوگا۔ تمھارے حق میں سفارش کروں گا۔ اور انشاء اللہ بادشاہ سلامت کے مزاج کو تمھاری طرف رجوع کر دونگا بعد اس گفتگو کے وہ سوار ہو کر اپنے گھر روانہ ہوا۔ تین روز کے بعد ایک اخبار نویس کے پاس سے جو احمد خان کے لشکر گاہ میں متعین تھا ایک خط اس مضمون کا آیا کہ صوبجات مشرق کے زمیندار راجہ پرتھی پت و راجہ بلونت سنگھ اور دوسرے زمیندار مع زر کثیر نواب احمد خان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنے تئیں نواب کا مطیع قرار دیا یہ بھی الہ آباد کے محاصرے کے واسطے نواب کے شریک ہوئے ہیں بڑی فوج جمع ہو گئی ہے اور روز بروز جمع ہوتی جاتی ہے ایک لاکھ سوار اور بیشمار پیدل زیر لوائے نواب احمد خان مجتمع ہو گئے ہیں۔ دیکھا چاہیے بعد فتح قلعہ الہ آباد کے پردۂ غیب سے کیا ظہور میں آتا ہے۔ نواب ناظر نے موقع پر جس طرح وزیر سے اقرار کر آیا تھا کہنا شروع کیا اور جو باتیں از راہ دور اندیشی اُسکو سکھلائی تھیں اُس نے بادشاہ سے بیان کیں۔ ناظر ایسے الفاظ سے کہ

جن سے دل پر بڑا اثر پیدا ہو کہنے لگا کہ جب مُلکی معاملات کی طرف خیال کرتا ہوں تو مجھے سخت تردد ہوتا ہے۔ میری نیند جاتی رہتی ہے۔ صفدر جنگ کے شکست کھاکر واپس آنے کے بعد فیروزجنگ نے ایک فرمان گویا بصورت تہنیت نامے کے احمد خان کے نام باستقرار ریاست موروثی بھجوایا تھا اُسپر قناعت نکر کے اُسنے ریاستہاے خالصہ پر بھی قبضہ کرلیا ہے اور اپنے بیٹے کو مُلک اودھ کی تسخیر کے لیے روانہ کیا ہے اور خود الہ آباد کو محاصرہ کیے ہوئے ہے اس کے بعد بنگال کا عزم کریگا اور اخبار نویسوں نے حضور عالی کو بخوبی اطلاع دی ہے کہ اُس نے لشکر عظیم اکٹھا کیا ہے علما یہ کہتے ہیں کہ کتاب اخون درویزہ مرشد دلی افغانان میں یہ لکھا ہے کہ کوئی افغان سردار بہ جمیعت زائد از دوازدہ ہزار مرتبہ شاہی کو پہونچے گا پس اس صورت میں احمد خان جسکے پاس ایک لاکھ سے زاید فوج ہے اور سات صوبے قبضے میں ہیں اپنے تئیں بادشاہ بنانے سے کیونکر باز رہ سکتا ہے جب جاوید خان نے اس طوالت کے ساتھ یہ قریب آمیز گفتگو کی تو بادشاہ سخت متردد ہو کر پوچھنے لگے کہ اب اس مشکل سے نکلنے کی کونسی صورت ہے یہ سُنتے ہی جاوید خان نے عرض کیا کہ صفدر جنگ کا قصور معاف ہو اور احمد خان کو مطیع کرنے کا کام اُسکے تفویض کیا جائے۔ بادشاہ نے یہ جواب دیا کہ صفدر جنگ سے کچھ بھی امید نہیں ہے کیونکہ وہ فوج کثیر۔ بندوق و بان یہ سب کچھ لیکر گیا تھا مگر احمد خان نے تھوڑی سی فوج سے اُسکو شکست فاش دی اور اب جبکہ احمد خان کی طاقت بہت بڑھ گئی ہے تو صفدر جنگ اُس دل ہاری فوج سے اب کیا کرسکتا ہے۔ زدہ را باید زد مثل مشہور ہے۔ بادشاہ نے جاوید خان سے کہا کہ میری رائے میں تمھاری تجویز بالکل خیال خام ہے میں اسے ہرگز منظور نہیں کرسکتا ہوں کیونکہ اچھی تجویز میں کبھی ایسی خفت ہو گی۔ جاوید خان نے جواب دیا کہ کمترین کی اس تجویز کے متعلق اور بھی مدابیر ہیں۔

اپا سیندھیا اور ملہار راؤ جو اس وقت راجپوتانے میں ہیں وہ اگر طلب کیے جائیں تو حضور عالی کی نوکری کر لینگے۔ اور اپنے انتفاع کی اُمید پر جو حکم اُن کو دیا جائے گا اُس کی تعمیل وفاداری کے ساتھ عمل میں لائینگے۔ سورج مل جاٹ کی فوج بھی اگرچہ صفدرجنگ کے ساتھ گئی تھی مگر اُسنے نہ شکست پائی نہ منتشر ہوئی سوا اسکے نواب سید سعداللہ خان کا مدارالمہام صفدرجنگ کا دوست ہے آخرالامر بادشاہ جاوید خان کی باتوں میں آگئے اور حکم دیا کہ صفدرجنگ سے کہو کہ اُس کا قصور معاف ہوگیا ہے اور کل دربار میں حاضر ہو جاوید خان خوش خوش اپنے گھر کو گیا اور رات کو وزیر کے مکان پر پہونچا۔ پہلے دونوں باہم بغلگیر ہوے بعدازاں جو گفتگو بادشاہ سے ہوئی تھی سب وزیر سے دُہرائی اب جاوید خان جوگل کشور کو ساتھ لے کر اپنے مکان کو گیا اور اُس سے کہا کہ وزیر سے کہدینا کہ کل دربار میں حاضر ہوں اور فی الفور ایک فرد نذرانے کی تیار کریں۔ تعداد نذرانے کی ۲۰ لاکھ روپے سے کم نہو۔ جوگل کشور نے واپس آکر وزیر سے کہا کہ ۲۰ لاکھ نذر مقرر ہوئی ہے کہ جاوید خان سے ملاقات کے وقت دینا چاہیے جیسا کہ آرون صاحب کی تاریخ میں لکھا ہے پھر یہ بات تاریخ مظفری کی کیسے قابل پذیرائی ہوگی کہ جاوید خان کو ستر لاکھ روپے رشوت میں دینے ٹھہرے تھے جبکہ خود بادشاہ کی نذر کے لیے ۲۰ لاکھ روپے کی فرد بنی اور نہ وزیر اُس وقت اس قابل تھے کہ ستر لاکھ دے سکتے۔ القصہ دوسرے روز علی الصباح بادشاہ نے محل سے برآمد ہو کر دیوان عام میں سنگ مرمر کے فرش پر جلوس فرمایا۔ اُمراو اراکین مع میر تزک حاضر ہوے اور آداب بجالا کر اپنے اپنے پائے پر کھڑے ہوے اُس وقت ناظر جاوید خان کو حکم ہوا کہ وزیر صفدرجنگ کو بارگاہ سلطانی میں حاضر کرے جس وقت جاوید خان وزیر کے مکان پر پہونچا تیس خوان جواہر و پارچہائے قیمتی کے اُس کے روبرو

پیش کیے گئے۔ بعد معمولی انکار کے اُسنے اُنکو قبول کیا بعدازاں وہ حضور میں حاضر ہوے وزیر نے اپنا سر بادشاہ کے قدموں پر رکھدیا۔ بادشاہ نے سر اُٹھاکر چھاتی سے لگالیا وزیر نے عرض کیا کہ غلام نے بڑا گناہ کیا مگر ملتجی عفو ہے۔ بقول سعدی علیہ الرحمۃ ؎

بندہ ہمان بہ کہ ز تقصیر خویش — عذر بدرگاہ خدا آورد
ورنہ سزاوار خداوندیش — کس نتواند کہ بجا آورد

بادشاہ نے فرمایا کہ میں نے بعد غور تمھارا قصور معاف کیا اور عذر پذیرا کیا خلعت دہ پارچہ مع فیل واسپ وشمشیر وزیر کو مرحمت ہوا وزیر نے اپنی فرزندرانہ تعدادی دس لاکھ روپیہ پیش کی اور رخصت ہوکر پچاس ہزار روپیہ خیرات کرتے ہوے گھر کو روانہ ہوے۔

حسب استدعاے جاوید خان ملہار راؤ اور آپا سیندھیا کے نام ایک فرمان شاہی جاری ہوا اور ایک خط وزیر نے بھی دیا اور مرہٹوں کے پاس یہ تحریریں لیکر راجہ مہانرائن[51] جو وزیر کی سرکار کا مدار علیہ تھا اور شرسکہ[52] اس اور جگل کشور[53] روانہ ہوے اور بابورلے وکیل مرہٹوں کا بھی انکے ساتھ گیا۔ ان قاصدوں کو کوٹے سے دو پڑاو اُسطرف اور دہلی سے دوسو اٹھ میل جنوب میں مرہٹے ملے۔ اُنھوں نے وزیر کے خط کا مضمون معلوم کرکے آپا نے دو کروڑ روپے طلب کیے رام نرائن نے پچاس لاکھ روپے کہے آپا نے اُس سے کہا کہ تمھاری نظروں میں پچاس لاکھ روپے زیادہ ہیں ہم تو ایک معاملے میں اتنے لے لیتے ہیں۔ ہماری نظر میں اس قدر روپیہ ہیچ ہے۔ ہمکو کیا ضرور ہے کہ

---

[51] دیکھو گیان پرکاش اور عمادالسعادت آردن صاحب نے رام نرائن کہا ہے اور سیرالمتاخرین میں لچھمی نرائن آیا ہے ۱۲ [52] دیکھو گیان پرکاش ۱۲ [53] دیکھو سیرالمتاخرین ۱۲

پچاس لاکھ روپوں کے لیے چار لاکھ پٹھانوں سے لڑائی کریں جنگ دو سردارد یہ کیونکر یقین ہے کہ ہم ضرور اُنپر فتحیاب ہونگے ممکن ہے کہ ہمکو ہی شکست ہو جائے آخر ملہار راؤ ایک کروڑ پہ راضی ہو گیا کیونکہ وہ صفدر جنگ کو حاتم سے کم نہ جانتا تھا اُس نے آپا کو بھی راضی کر لیا اور اپنے حقیقی بھتیجے تکو کو بھی جو جسونت راؤ کا بھائی ہے ساتھ لیا عماد السعادت میں اسی طرح لکھا ہے۔ سیر المتاخرین میں بیان کیا ہے کہ ظاہرا پندرہ ہزار روپیہ یومیہ سورج مل کا اور ۲۵ یا ۳۵ ہزار یومیہ تا زمان جنگ مرہٹوں کا قرار پایا۔ اور گیان پرکاش میں بیان کیا ہے کہ مرہٹوں کے لاکھ سواروں کو جو ماتحتی آپا و ملہار راؤ تھے لاکھ روپیہ کوچ اور پچاس ہزار مقام دینے کا اقرار ہوا اور سورج مل خود اول سے شریک تھا لیکن یہ بات درست نہیں کہ سورج مل موجود تھا کیونکہ وہ پہلی لڑائی کے بعد اپنے وطن کو لوٹ گیا تھا وزیر نے پھر اُس کو بڑی منت اور خوشامد کے ساتھ اس جنگ عظیم میں شریک ہونے کو بلایا۔ صفدر جنگ نے جو خط اس موقع پر سورج مل کو لکھا تھا اُسکی نقل صفدر جنگ کے اُن قلمی خطوں سے جو بھرت پور سے ہاتھ آئے ہیں کرتا ہوں وھو ہذا۔

فرزند وفادار بہادر من۔ قرارداده بودند که از مہمات خود فراغ حاصل کرده بعد دو ماه در حضور مے رسم۔ مدت بامتداد انجامید که ایفاے وعده ہنوز بعمل نیامده و ایں جانب بجان و دل مشتاق خصوص دریں ولا که انصرام مہم افاغنه منظور خاطر و صلاح کارہاے سرکار بر ذمۂ ہمت شہامت تحت قف درزود شتافتن آن وفادار موجب کمال نگرانی وانتظار ست۔ مخالفان تشقاوت بنیاد که بحسب اتفاق بر دولت خداداد دست یافته بودند حالا نخوت و غرور۔ در سردارند و باجتماع ہم کف دور و نزدیک مشغول۔ ہر چند عزیمت

نے ورنگ منظور بود۔ لکن بانتظار رسیدن آں کامگار روزے چند دگر ہم توقف لازم بود الحاصل زود بیایند و زیادہ برین متوقف نشوند۔

اگر بسیر چمن سے روی قدم بردار   کہ ہم چو رنگ حنا سے رود بہار از دست

غور کرنے کا مقام ہے کہ شہنشاہ دہلی کا وزیر اعظم ایک ایسی ادنیٰ اسی ریاست کے ولی عہد کو جسکا باپ ۱۲۳ھ میں راجہ بنا تھا اور جو اپنی اولوالعزمی سے وزیر کے ہم قومیں کی سلطنت مٹانے کی فکر میں تھا کس خوشامد کے لہجے میں لکھتا ہے اگر یہ حضرت بہ نسبت سورج مل جاٹ کے نصف محبت کا برتاؤ بھی پٹھانوں سے رکھتے اور انکی بربادی و استیصال کے خیالی پلاؤ نہ پکاتے جو اصل دین اسلام اور ننگ و ناموس میں اور ہندوؤں کے نزدیک واجب الاستیصال ہونے میں اُن کے شریک تھے تو اپنی مذلت و خجالت کیوں اُٹھاتے بلکہ انکی معاونت اور خدمت سے فائدہ حاصل کر کے سورج مل سے بدرجہا بڑے بڑے راجوں کو اپنے سلام کا آرزومند اور اپنے حکم کا فرمانبردار پاتے۔

بہر صورت صفدر جنگ از سر نو جملہ سامان جنگ مثل توپ و بان و جزائل و گولہ بارود مہیا کر کے آمادہ پیکار ہوے۔ مرہٹے جب دلی کے قریب پہونچے تو ملہار راؤ نے وزیر کے وکیلوں کو رخصت دیکر صفدر جنگ کے پاس یہ پیام بھیجا کہ ہمارا دار الحکومت میں آنا کیا ضرور ہے ہم بالا بالا فوج لیکر جاتے ہیں اور یہ بھی چاہتے ہیں کہ آپکی فوج لڑائی میں ہماری شریک نہ ہو بلکہ کوئی اس معاملے میں دخل نہ دے رام نرائن وغیرہ مرہٹوں سے رخصت ہو کر وزیر کے پاس آئے اور وہ بھی روانگی کو آمادہ ہوے لیکن تمام خزانہ اُن کا ایک کروڑ روپے سے کم تھا اور سوا ئے مصارف فوج مغلئی و ہندوستانی کے اُنکی ذات خاص کے مصارف بھی زیادہ تھے۔ ایک کروڑ روپے دینا مرہٹوں کو ٹھہرے تھے اسلیے نواب کے دل کو فکر تھی کہ

لچھمی نرائن سے اِس معاملے میں مشورہ کیا اُسنے عرض کیا کہ مرہٹوں سے تو اِس شرط پر خرچہ جنگ ٹھہرا ہے کہ وہ جب بالکل پٹھانوں کا مُلک فتح کرادیں تو اُسوقت یہ رقم دیجائے گی جب آپ کا قبضہ اُس مُلک پر ہوجائے گا تو کروڑ روپے کیا چیز ہیں بالفعل جو کچھ روپیہ آپکے پاس موجود ہے اُس میں سے تھوڑا سا فوج کو دیکر باقی اپنے صرف میں لائیے نواب وزیر اس بات سے مطمئن ہوکر دلی سے روانہ ہوئے۔

اور یونس کہتے ہیں کہ مرہٹے دلی میں آگئے تھے اور جب وہ اُس کے قریب آپہونچے تو ایک عُہدہ دار انکی پیشوائی کے واسطے بھیجا گیا۔ دوسرے روز ملہار راؤ اور آپا بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوئے اور خلعت مرحمت ہوا۔ وزیر نے سورج مل جاٹ کو بھی خلعت دلوایا۔

باوجود اِس قدر مددگاروں کے وزیر کا احمد خان کی فوج کو بزورِ مکر و تدویر فتح کرنے کی کوشش کرنا

کشف الاستار سے معلوم ہوتا ہے کہ جب وزیر نے مرہٹوں کو اپنی مدد کے لیے بلایا تو سید نور الحسن خان وغیرہ برادران شاہ حمزہ صاحب کی معرفت دولاکھ روپیہ حضرت شاہ صاحب کی خدمت میں بھیجے جن میں نصف زر نقد تھا اور نصف کی ہُنڈی۔ اور استدعا کی کہ احمد خان کے رسالہ داروں کو روپے کا لالچ دیکر احمد خان سے منحرف کرکے ہمارے پاس بھجوادیجیے اور جو کچھ جسکے مناسب حال ہو وہ اُسے عطا کردیجیے اگر شادل خان بھی ہمارے پاس آجائے تو اُسکو ایک بڑا امیر بنادیں۔ شاہ صاحب نہایت اہل دل تھے جواب دیا کہ اگرچہ افغان طامع اور حریص ہیں روپے کے لالچ میں اپنے دین و ایمان تک کی پروا نہیں کرتے انکو توڑ لینا آسان ہے لیکن یہ عادت ہم لوگوں کی نہیں ہے کہ ایسے معاملات میں دخل دیں

اور یہ بیت پڑھی

تو برائے وصل کردن آمدی یا برائے فصل کردن آمدی

قاصد وزیر کے پاس لوٹ گئے۔

وزیر کی دوبارہ فرخ آباد پر چڑھائی

وزیر نے اجازت کوچ کی طلب کی اور بادشاہ نے فتح پیچ عنایت کرکے رخصت کیا اور حکم دیا کہ اپنی فوج لیکر احمد خان پر چڑھائی کرو۔ اوائل جمادی الاولے ۱۱۶۴ھ ہجری میں صفدرجنگ اپنی اور مددگاروں کی فوج لیکر دلی سے برآمد ہوے۔ عماد السعادت مین لکھا ہے کہ اس وقت صفدرجنگ کے ہمراہ دو لاکھ سپاہ اور ہزار کے قریب چھوٹی بڑی توپیں اور ہندوستان کے اکثر بڑے بڑے سردار تھے۔ صفدرجنگ نے دریاے جمنا کو عبور کرکے پہلا یہ حکم مرہٹوں کو دیا کہ شادل خان فرخ آباد کے عامل کو کوئل کے نواح سے بھگا دینا چاہیے اور جب وہ فرخ آباد کی طرف بھاگے اُس کا تعاقب کرتے ہوے فرخ آباد کی طرف بڑھنا چاہیے ملہار راؤ اور آپا نے پنڈاروں کو حکم دیا کہ احمد خان کے مُلک کو آگ لگائے اور ویران کرتے چلے جاؤ۔ بمجرد حکم کے لوٹنا شروع کیا اور چوبیس ہزار سواروں نے شادل خان حاکم کول و جالیسر کو جا گھیرا تھوڑے عرصے میں ملہار راؤ اور آپا سیندھیا خود وہاں پہونچے اور حملہ شروع ہوا۔ اگرچہ شادل خان کے پاس بمقابلے غنیم کے فوج نہایت قلیل تھی مگر تاہم تھوڑے عرصے تک قدم جمائے رہا اور جہانتک ممکن تھا دشمن کا مقابلہ کیا ایک روز اپنی فوج کی خوب حفاظت کرکے اور دشمن کے بہت سے آدمی مار کر آخر کار گنگا پار ہوکر خادرچوک پہونچا یہ موضع پرگنہ اجھیانی ضلع بدایوں میں واقع ہے وہاں سے اُس نے کل حال احمد خان کو بمقام الہ آباد لکھ بھیجا اور مشرق کی سمت گنگا کے کنارے کنارے فرخ آباد کی طرف روانہ ہوا۔ احمد خان نے

وزیر کی شکست سے چھ ماہ کے بعد شادل خان کا پسپا ہونا مرہٹوں کے مقابلے سے سُنا۔
نواب نے راجہ پرتھی پت کو طلب کیا اور کہا کہ وزیر کو زک دینے کے واسطے مجھے گھر کی طرف
جانا ضرور ہے انشاء اللہ اُسکو بار دیگر شکست دیکر واپس آتا ہوں اُسوقت اضلاع مشرق
قبضہ کرونگا راجہ پرتھی پت نے کہا کہ ایک صلاح ہے کہ بالفعل فرخ آباد کی طرف جانا بالکل
نامناسب معلوم ہوتا ہے کیونکہ وزیر تو قریب پہونچ ہی چکے ہیں۔ آپ کیسی ہی عجالت
کرینگے تاہم وقت پر پہونچنا مشکل ہے اور بالفرض آپ عین وقت پر پہونچے بھی تاہم فوج
چونکہ منتشر ہو جائے گی اُسکے مجتمع کرنے میں دقت ہوگی۔ لہذا بہتر یہی معلوم ہوتا ہے
کہ آپ گنگا پار ہو کر صوبۂ اودھ کو چلیں اور وہاں سے جانب مغرب روانہ ہوں اس میں
چند فوائد ہیں ایک تو شتاب زدگی کرنا نہ پڑے گی۔ فوج بھی منتشر نہو گی اور زمیندار لوگ
اودھ کے جو اپنے گھروں سے بعہد نول بدعمل بھاگ گئے تھے وہ بے مانگے مدد روپے اور
سپاہ سے کرینگے دوسری وجہ یہ ہے کہ بہت سی زر آشنا فوج یعنی کرائے کی فوج جو آپ کے
حکم میں جمع ہوئی ہے جب آپ فرخ آباد کو بعجلت روانہ ہونگے یہ سب ساتھ چھوڑ دینگے
نواب نے کہا میں اپنے سرداروں سے مشورہ کروں دیکھوں اُنکی کیا رائے ہے۔ راجہ رخصت ہوا
نواب نے رستم خان و منگل خان غلزئی و محمد خان آفریدی و مستجاب خان ورکزئی و حاجی سردار خان
و دیگر سرداروں کو طلب کیا جس وقت اُنھوں نے راجہ کی صلاح سُنی کہا علیحدہ باہم مشورہ کر کے
جواب دینگے زائد لوگوں کی رائے تو یہ ہوئی کہ گنگا کو نہ اُترنا چاہیے۔ فقط حاجی سردار خان
کی رائے اسکے خلاف تھی سب افغان سردار نواب کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اگر
گنگا پار جائینگے تو دشمن بالیقین یہ تصور کرینگے کہ ہم خوف سے بھاگ گئے۔ ہم کو خوف نکرنا چاہیے
یہ وہی وزیر ہے جسے ہم ایکبار زک دے چکے ہیں اور اللہ کی مدد سے اور اپنی تلوار کے زور سے

اس مرتبہ دشمن کو زندہ نہ جانے دینگے اور ہمارے نزدیک اُسکی فوج کی یہ وقعت ہے جیساکہ مثل مشہور ہے کہ مُرے کو مارنا کیا مشکل ہے" نواب نے حاجی سردار خان کی طرف مخاطب ہوکر پوچھا تم کیوں خاموش ہو اُسنے جواب دیاکہ یہ لوگ میری بات سے خوش نہونگے میری راے راجہ پرتھی پت کی راے سے موافق ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ اُسکی راے بہت مناسب ہے۔

حسب صلاح سرداروں کے فرخ آباد کی طرف کوچ کا حکم ہوا راجہ کو طلب کیا اور جو کچھ مشورہ قرار پایا تھا اُس سے اُسکو اطلاع دی۔ راجہ نے پوچھا مجھے کیا حکم ہوتا ہے نواب نے کہا کہ میں تمکو بالفعل اس ملک میں بطور اپنے نائب کے چھوڑے جاتا ہوں اس لیے تم اپنی زمینداری کو واپس جاؤ اور اودھ کے زمینداروں سے کہو کہ اپنے اپنے گھر دیں جا بسو راجہ کو اُس وقت خلعت مرحمت ہوا وہ رخصت ہوکر دریاے گنگا کو عبور کرکے اپنے ملک کو روانہ ہوا نواب کا بیٹا جو اودھ کے فتح کرنے میں مصروف تھا اور اُس کا ارادہ لکھنؤ اور کاکوری کے شیخ زادوں کو سزا دینے کا تھا جنھوں نے سر اُٹھاکر پٹھانوں کو نکالدیا تھا چونکہ اُس وقت میں انتقام ممکن نہ تھا اسلیے یہ نوجوان نواب زادہ فرخ آباد کی طرف لوٹا۔ اور سانڈی پالی سے گذر کر دریاے گنگا کے کنارے اُس مقام پر پہونچا جسکی دوسری جانب فتح گڈھ میں اُسکے باپ کی لشکرگاہ تھی نواب احمد خان الہ آباد سے روانہ ہوکر چھ روز کے عرصے میں اپنی دارالریاست کو پہونچا۔ مگر اُسکے ساتھی جو محض دِرآشنا تھے راستے سے اُس کا ساتھ چھوڑ چھوڑکر جاے عافیت میں پناہ گزین ہوے صرف وہ لوگ جنکو نام ومرتبہ کا خیال تھا ساتھ رہ گئے۔ پہلے اُسنے بی بی صاحبہ اور اپنی دوسری رشتہ دار مستورات کو کسی موقع پناہ میں پہونچادینے کی فکر کی یہ سب بہ مشکل تمام وہاں سے آنولہ و شاہجہان پور کو روانہ ہوئیں۔ شہر کے

بہت سے باشندوں نے جب بی بی صاحبہ کو وہاں سے جاتے دیکھا اپنا اپنا گھر چھوڑ دیا۔ نواب نے ہر سردار کو نام بنام طلب کیا اور اُنسے صلاح پوچھی کہ دشمن سے کس طرح مقابلہ کرنا چاہیے تمام رئیس اور فوج کے سردار و تاجر و مہاجن اور بازار کے بڑے بڑے آدمی اور وہ لوگ جو لائق و عاقل مشہور تھے نواب کے روبرو حاضر ہوے۔ انھوں نے عرض کیا کہ دشمن کے ساتھ فوج بیشمار ہے اور نواب کی فوج اُسکے مقابلے میں گویا دال میں نمک کے برابر ہے یہ سچ ہے کہ نواب کے آدمی تھوڑے تو ہیں مگر بہادر ہیں۔ لیکن بزرگوں کا قول ہے کہ ایک شخص حریفِ مقابل سے جنگ کر سکتا ہے اور نہ ایک ہزار سے اس میں شک نہیں کہ نواب بادشاہ سے مقابلہ کرنے کی طاقت رکھتا ہے مگر وزیر اِس وقت سابق کی بدنامی اور شکست کے داغ کو مٹانے کے واسطے ہندوستان کی تمام فوج ہمراہ لیکر آیا ہے جاٹ اور مرہٹے مور و ملخ کی طرح ایک انبوہ کثیر کے ساتھ آئے ہیں۔ لہذا مصلحت وقت یہی ہے کہ یہاں سے حسین پور گھاٹ پر جو شہر سے تین میل مشرق کی طرف واقع ہے گنگا کے کنارے اُٹھ چلنا چاہیے وہاں ایک چھوٹا سا قلعہ ہے جہاں سے تھوڑی فوج بڑی فوج کا مقابلہ کر سکتی ہے اِس قلعہ کے گرد بڑا وسیع میدان ایک میل کا ہے اور اس وسیع میدان کے کنارے پر بڑے غار اور خندقیں ہیں اِس لیے اِس مقام پر پڑاؤ ڈالنا خوب ہوگا۔ اِس کا مذکور نہیں کہ شہر کا قلعہ کیوں بیکار ٹھہرا شاید اِس وجہ سے کہ دشمن اطراف کی آمد و رفت روکدیں اور رسد کی آمد بند کر دیں۔ فتح گڑھ کے نیچے دریا بھی ہے جس میں کشتیاں بہ آسانی مُہیّا ہو سکتی ہیں مگر تاوقتیکہ دشمن پار ہو کر دوسرے کنارے پر قابض نہو یہ خوف نہیں ہو سکتا ہے۔ نواب نے سرداروں اور رشتہ داروں اور مشیر کاروں کی یہ صلاح سُنکر اسی مشورے پر اتفاق رائے کیا اور فی الفور گھوڑے پر سوار ہو کر مع لشکر دریاے گنگا کے مقام معینہ پر جا پہونچا اور وہاں لشکرگاہ

قرار دی۔ دوسرے روز توپخانہ پہونچا اور توپیں لشکر میں داخل ہوئیں۔ نواب خود خندقوں اور غاروں کی طرف جن کا مذکور ہو چکا ہے گیا اور وہاں توپیں زنجیروں سے باہم کس کر نصب کیں۔ توپوں پر اپنے بھائیوں اور رسالہ داروں کو متعین کر کے خود لشکرگاہ کو آیا اور ناوؤں کا ایک پل تیار کرایا جس روز پل تیار ہوا نواب کا بیٹا محمود خان گنگا کی دوسری جانب یعنی بائیں کنارے پر پہونچا اور شادل خان غزنی بھی قادر چوک سے آیا اپنے پہونچنے سے دوسرے روز دونوں نے نواب کی ملازمت حاصل کی۔

مرہٹوں کا فتح گڑھ کی طرف آنا اور جب پٹھانوں کے مقابلے میں آنا مغلوب ہو جانا

جب وزیر کو خبر پہونچی کہ نواب احمد خان الہ آباد سے واپس آیا ہے اور شہر کی حفاظت کی تیاری کر رہا ہے تو اُنھوں نے ملہار راؤ اور آپا کو طلب کیا اور پوچھا کہ تمھاری کیا رائے ہے اُنھوں نے جواب دیا کہ ہم آپکے مطیع حکم ہیں۔ وزیر نے حکم دیا کہ اپنے کسی معتبر سردار کو ایک قوی فوج کے ساتھ احمد خان کے محاصرے کے واسطے بھیجدو کہ جاکر چاروں طرف سے رستہ بند کردے اور کہیں سے کھانا پانی یا چارہ اُسکو نہ پہونچنے پائے۔ بموجب حکم کے اُنھوں نے تانتیا کو بجمعیت دس ہزار سوار فرخ آباد کی طرف روانہ کیا جب سوار شہر کے قریب پہونچے اُنھوں نے دیکھا کہ سردار شہر چھوڑ کر چلے گئے ہیں اُنھوں نے بہت سے گانوں اور قصبوں کو آگ لگا دی جب مرہٹوں کے سوار شہر میں پہونچے اور شہر کو مفلسی و پریشانی اور بھوک و پیاس میں مبتلا پایا تب لوٹ و غارت کی جو اُمید اُنکے دل میں تھی وہ سب جاتی رہی اب وہ اُس مقام کی طرف روانہ ہوے جہاں نواب احمد خان آمادۂ جنگ مقیم تھا جب

انکی نظر فوج پر پڑی اُنھوں نے باہم کہا کہ ملہار راؤ اور سیندھیا نے ہمکو اس فوج سے لڑنے اور اس کا محاصرہ کرنے کو بھیجا ہے لیکن یہ نواب ایسا جری اور اُسکی فوج ایسی بہادر ہے کہ اُسنے وزیر کی بےشمار فوج کو کچل ڈالا ہے ایسے لوگوں کا بڑی احتیاط اور ہوشیاری سے مقابلہ کرنا چاہیے۔ یہ سنکر کچھ توپیں یاقوت گنج میں رہ گئی ہیں جو شہر سے پانچ میل اور فتح گڑھ سے چار میل کے فاصلے پر واقع ہے تانتیا نے اپنے چند سوار اُس طرف روانہ کیے اُنھوں نے چند گنواروں کو مجتمع کیا اور توپیں اپنے لشکر کی طرف کھینچ لے چلے۔ جب قاسم باغ کے قریب پہونچے جو قلعہ فتح گڑھ اور حسین پور سے نصف میل ہے یہاں پٹھان گڑھوں کے اندر کمین گاہ میں تھے۔ فوراً مرہٹوں پر آپڑے اور گولیاں اور بان اُنپر چھوڑنا شروع کیے بندوقوں کی آواز سنکر نواب احمد خان سوار ہو کر اپنے توپخانے کے پاس آکھڑا ہوا اُس نے اپنے رسالہ داروں کو حکم دیا کہ جن پٹھانوں پر گولیاں چل رہی ہیں انکی جاکر مدد کرو۔ شادل خان غلزئی۔ سعادت خان آفریدی۔ محمد علیخان آفریدی۔ میان خان خٹک۔ عمر خان گوالیاری۔ نامدار خان برادر نواب غیرت خان۔ نور خان ولد خلیل خان۔ منگل خان تہروالا اور دوسرے افغان سردار مورچے کو چھوڑ کر پٹھانوں کی مدد کو پہونچے تانتیا بھی اُنپر بڑھا کہ اُنکو لڑ کر بھگا دیوے۔ جب دونوں فوجیں قریب ہوئیں بندوقیں موقوف ہوئیں اور تلوار چلنے لگی پٹھانوں نے یہانتک سختی سے حملہ کیا کہ گردن پکڑ پکڑ کر تلواریں چھین لیں آخرکار مرہٹے حملے کی تاب نہ لاکر بھاگے۔ جب اس فتح کی خبر احمد خان کو پہونچی اُسنے شتر سوار کو بھیجا اور حکم دیا کہ آگے نہ بڑھیں یہیں سے واپس آئیں۔ سرداروں سنے یہ حکم سنکر توپیں جو واپس لی تھیں آگے روانہ کیں اور خود طبل فتحمندی کے ساتھ انکے پیچھے ہو لیے نواب احمد خان نے ہر سپاہی کی بڑی تعریف کی اور سرداروں کو خلعت عنایت کیا

اور اپنے خیمے کو واپس گیا۔ تامنیا کی شکست کی خبر سنکر وزیر مع جاٹ و مرہٹوں و باقی فوج کے کوچ کر کے نواب کی خندق کے قریب آپہونچے ملہار راؤ اور آپا سیندھیا و تامنیا کو قاسم باغ میں چھوڑ کر خود آگے بڑھے اور سنگی رام پور میں پہونچے۔ یہ ایک گھاٹ دریائے گنگا کا دریائے مذکور کے داہنے کنارے پر قریب بارہ میل فتح گڑھ سے بڑھکر پرگنہ بھوجپور میں ہے۔ یہاں اُنھوں نے اپنی لشکرگاہ قائم کی اور نورالحسن خان بلگرامی کو حکم دیا کہ کشتیوں کا پُل تیار کرے اور جب نواب احمد خان نے یہ خبر سُنی اُسنے اپنے بیٹے محمود خان کو حکم بھیجا کہ دو تین ہزار سپاہی متعین کر دے تاکہ وزیر پُل نہ بنوانے پائیں اس نوجوان نواب زادے نے شیام سنگھ برادر شمشیر بنگ چیلہ کو اُس طرف بھیجا یہ سردار مع فوج کے اُس مقام پر گیا دیکھا تو آدھا پُل تیار ہو گیا تھا اُسنے ایسے گولے اور بان اُنپر چھوڑنا شروع کیے کہ دشمن پل چھوڑ کر بھاگ گئے اس مرتبہ تو اُنکو اس کوشش میں ناکامیابی ہوئی مگر دوسری بار پھر کام شروع کیا اور زیادہ کامیابی حاصل ہوئی۔ ہر روز ملہار راؤ اور آپا سیندھیا کے لشکر سے نواب احمد خان کے لشکر پر طلوع آفتاب سے تا غروب برابر توپیں چلا کرتی تھیں اور ہر شام افغان اپنے خندقوں سے نکلکر توپخانے پر حملہ کرتے تھے اور جو لوگ توپوں کی نگرانی پر ہوتے تھے اُنکو بھگا کر دو ایک چھوٹی توپیں اپنے لشکر میں کھینچ لاتے تھے تھوڑی دیر قبل از غروب جو لوگ خندقوں میں پوشیدہ ہوتے تھے نکلکر اپنے کھانے پکانے یا کسی اور کام میں مشغول ہو جاتے تھے اور عہدہ دار نواب کی ملاقات کو جاتے تھے ایک روز وہ سب نواب کے خیمے کے قریب بیٹھے تھے دشمن نے سب کو ایک جا دیکھ کر اپنی بڑی توپ کا اُنکی طرف رُخ کر کے سر کی اتفاقاً گولہ کاظم علی خان ولد شمشیر خان کے پہلو میں لگا یہ اُس وقت عصر کی نماز پڑھ رہا تھا۔ علاوہ ازیں نواب شادی خان نواب محمد خان کے سولھویں بیٹے کا بازو

اُس سے اُڑ گیا اور دو ایک کو زخمی کیا یہ سب مر گئے۔ جب یہ خبر نواب احمد خان کو پہونچی وہ پالکی پر سوار ہو کر وہاں آیا اور اُنکے کفن و دفن کا حکم دیا اور کہا کہ مجھے خدا کی ذات سے امید ہے کہ اُنکے انتقام میں دشمن کے چند لوگوں کو ضرور ہلاک کروں گا۔ لاشوں کے دفن کرنے کے بعد پٹھانوں کا دستہ محاصرے میں سے نکلا اور مرہٹوں کے لشکر پر ٹوٹ پڑا تمام رات ایسی بہادری سے لڑے کہ مرہٹوں کے قدم ہٹا دیے۔ جب صبح ہوئی طبل بجاتے ہوے اور تلواریں کھینچے ہوے اور بہت سے مرہٹوں کے سر نیزوں پر لیے ہوے اپنے لشکر میں واپس آئے۔

جب شبانہ حملوں کی خبر وزیر کو پہونچی اُنھوں نے مغل سرداروں اور قزلباشوں کو طلب کیا اور پوچھا کہ یہ کیا بات ہے کہ احمد خان باوجودیکہ محصور ہے تاہم اُسکی فوج میں سے ہر شب کو کچھ سپاہی نکل کر مرہٹوں پر حملہ کرتے ہیں اور اُنکے سر نیزوں پر بجاتے ہیں آخر اس غفلت کا سبب کیا ہے مجھے بتلاؤ نہیں تو میں تمھاری داڑھی پر تھوک دونگا آج تم اُس خوف کے مقام پر جاؤ اور دشمن سے لڑو اور ان دو باتوں میں سے کوئی ضرور ہو یا دشمن کو شکست دے کر اور اُنکے سر لاکر میرے قدموں پر ڈالو یا اپنی جان دو۔ یہ شیر بچے آکر مرہٹوں میں شریک ہوے اور تھوڑی دیر کے آرام کے بعد قاسم باغ کی طرف اُس جانب بڑھے جہاں توپخانہ زیر حکم منصور علی خان تیرھویں بیٹے نواب محمد خان کے قائم تھا اور توپخانے کے درمیان میں کوئی پناہ نہ تھی فقط ناہموار زمین تھی شیر بچے باغ سے نکلے اور ایک نیچی زمین میں پناہ لے کر بھری بندوقیں چلانے لگے اور اسی طرح دوسرا دھاوا کر کے توپخانے کے قریب پہونچ گئے جب قزلباش سواروں نے دیکھا کہ شیر بچے توپخانے کے قریب پہونچے وہ اپنے گھوڑوں پر سے اُتر پڑے اور اُنکی مدد کو پہونچے۔ اُن سب نے

متفق ہو کر حملہ کیا پٹھان جو دشمن کے منتظر تھے اُنھوں نے پہلے ایک باڑھ توپوں کی سرکی اور بان چلائے بعد ازاں تلواریں کھینچ کھینچ کر اُن پر جھپٹے اور بہت سے حملہ آوروں کو تہ تیغ کیا جو باقی بچے اُنھوں نے بھاگ کر قاسم باغ میں پناہ لی پٹھانوں نے انکا تعاقب کیا اور باغ سے اُنکو بھگا کر خود قابض ہو گئے۔ داہنی طرف باغ کے مشرق میں کچھ کشادہ سطح زمین نشیب میں ہے یہاں مرہٹوں کی بڑی فوج کمین گاہ میں تھی جب مرہٹوں نے دیکھا کہ وزیر کی فوج بھاگی اور پٹھان اپنا مورچہ چھوڑ کر اُن کے متعاقب باغ تک بڑھ آئے ہیں بہت سے مرہٹوں کے سوار حملہ کرنے والے افغانوں اور اُنکے توپخانے کے درمیان چلے آئے۔ یہ لشکر زیر حکم تانتیا کے تھا۔ جب احمد خان کے آدمیوں نے دیکھا کہ دشمن نے ہماری واپسی کا رستہ روک لیا ہے باہم یہ کہا کہ یارو پہلے تیر دشمن کے گھوڑوں کے پیروں پر چلاؤ اور تلواریں بھی پہلے گھوڑوں ہی کے پیروں پر لگاؤ جب دشمن گر جاویں پھر اُنکو قتل کر لینا۔ باہم یہ رائے قرار دیکر اسی طور سے مرہٹوں پر حملہ کیا اور بہتوں کو مار لیا۔ آخر مرہٹے اُتر پڑے اور جنگ شروع ہوئی منصور علی خان صاحبزادہ یہ جنگ اپنے مورچے سے دیکھ رہا تھا یہ دیکھ کر اُس نے اپنی تلوار لی اور پیادہ پا دشمن کی طرف چلا اُسکے ہمراہی بھی فقط تلوار لیکر اُسکے آگے ہوئے۔ منصور علی خان نے اپنے ساتھیوں اور اُن لوگوں کو جو اتفاقاً شریک ہو گئے تھے جب شمار کیا تو معلوم ہوا کہ قریب ایک ہزار آدمیوں کے تھے یہ سب بڑھکر افغانوں اور مرہٹوں کے بیچ میں گھس پڑے۔ اُنھوں نے دوسری جانب حملہ کیا اور اس موقع پر بائیں یعنی مشرقی سمت سے دوسرے مورچے کے لوگ اُنکی کمک کو آپہونچے۔ عبد اللہ خان ورکزئی و ضابطہ خان خٹک و نور خان گوجر اور دوسرے افغانوں نے ایسی شمشیر زنی کی کہ مرہٹوں کے قدم اُٹھ گئے جب تانتیا نے دیکھا کہ

میرے لوگ بھاگنے پر آمادہ ہیں ایک تو وہ سابق کی شکست کی بدنامی سے غصے ہوا تھا اور اس وقت وہی آثار پیدا ہوئے۔ وہ گھوڑے پر سے اُتر پڑا اور چلایا کہ پیچھے ہٹنے سے جان دینا بہتر جانتا ہوں لیکن اُس کے نوکر اُسکو سوار کرا کے بزور لشکر کو واپس لائے جب مرہٹوں نے شکست کھا کر بھاگنا شروع کیا تب منصور علی خان اور دوسرے سرداروں نے اپنے اپنے گھوڑے منگائے اور سوار ہو کر اُن کے تعاقب میں باغ کے مشرقی گوشے تک گئے یہاں سے اُنھوں دیکھا کہ مرہٹے نہایت پریشانی سے اپنے لشکر میں پہونچے۔ منصور علی خان اور سب سردار باغ کے مشرقی کنارے کو داہنے ہاتھ پر چھوڑ کر گھوم کر باغ کے بائیں گوشے کی طرف آئے اور یہاں مُقیم ہوئے نواب احمد خان اُسوقت اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر توپخانے کے قریب آیا اور تمنداروں سے کہا کہ مورچہ چھوڑ کر مت جایا کرو اور خندق سے آگے اپنی فوج کو مت لیجایا کرو آئندہ مرہٹے تمکو زیادہ تکلیف نہ دینگے۔ منصور علی خان اپنے موقع قدیم پر آیا احمد خان نے اُسکی بہت تعریف کی سب سرداروں کو حکم ہوا کہ اپنے اپنے مورچے پر ہوشیار ہو اسکے بعد احمد خان اپنے مقام گاہ کو واپس آیا۔

نواب سید سعد اللہ خان خلف نواب سید علی محمد خان کا احمد خان کی مدد کیلیے فرخ آباد کو جانا اور اپنے مدار المہام کی بدولت شکست اُٹھا کر آنولے کو واپس آنا

آروِن صاحب نے تاریخ فرخ آباد میں لکھا ہے کہ جب اول اول وزیر کے واپس آنے کی خبر مشہور ہوئی تو احمد خان نے ہر جانب مدد کے لیے لکھا علاوہ دوسروں کے اُس نے

حافظ رحمت خان وغیرہ سرداران روہیلہ کو بھی بطلب امداد تحریر کیا اور یہ لکھا کہ گو ہمارے اور تمھارے درمیان میں مناقشہ ہے لیکن باہمی جھگڑے طے ہوتے رہینگے لیکن یہ ضرور نہیں کہ غیر کے ہاتھ سے ضرر روا رکھا جائے امید ہے کہ آپ فوج مدد کے واسطے روانہ کرینگے تاکہ ہم اُس غنیم پر جو ہم دونوں کا دشمن ہے حملہ کریں۔ نواب سید سعد اللہ خان کے مدار المہام حافظ رحمت خان نے عذر کیا کہ ابھی تمکو قائم خان کے خون کا دعوے باقی ہے تاوقتیکہ اُسکا تصفیہ نہو جائے ہمکو اپنے آدمی تمھارے قبضے میں کرنے سے خوف آتا ہے اس بیان کو دیکھکر ہمکو وہ بات تعجب میں ڈالتی ہے کہ جو گل رحمت میں لکھا ہے کہ حافظ صاحب نے اس سے قبل پر سول خان اور دور خان کی ماتحتی میں ایک فوج نواب احمد خان کی مدد کو روانہ کی تھی جو رام چتونی کے مقام پر اُسکے شریک ہوکر وزیر سے لڑی۔

اس واقعہ کو شیو پرشاد نے فرح بخش میں یوں بیان کیا ہے کہ جب احمد خان کو معلوم ہوا کہ سرداران روہیلہ میرے ساتھ شریک نہیں ہوتے تو قائم جنگ کی خون کی معافی کا ایک محضر تیار کرا کے بی بی صاحبہ والدہ قائم خان کے ہاتھ آنولے کو بھیجا منتخب العلوم میں بھی بیگم کے آنے کا ذکر ہے اور روہیلکھنڈ گزیٹیر میں غلطی سے لکھا ہے کہ احمد خان روہیلوں سے مدد حاصل کرنے کے لیے آنولے کو خود آیا تھا۔

بہر صورت محضر کا مضمون یہ تھا کہ ہمنے قائم خان کا خون معاف کیا آج سے تاقیامت اُسکا دعوے ہم نکرینگے۔ بی بی صاحبہ حافظ رحمت خان۔ دوندے خان بخشی سردار خان اور فتح خان خانساماں وغیرہ اکثر امرا کے مکانوں پر گئیں اور سب سے بڑی منت و زاری کے ساتھ کہا کہ ایسے سخت وقت میں احمد خان کی مدد کرنی چاہیے۔ سرداران مذکور چونکہ جہاندیدہ و جنگ آزمودہ تھے رفاقت و اعانت سے صاف پہلو تہی کی اور کہدیا کہ قائم خان نے

ہمارے ساتھ کیا سلوک کیا تھا کہ اُسکے ننگ وناموس کے اب ہم شریک ہوں۔ بی بی صاحبہ
سب کی طرف سے مایوس ہوکر نواب سید سعد اللہ خان کے محل میں گئیں اور بیگمات کو
سمجھا کر نواب سید سعد اللہ خان کو آمادۂ اعانت کیا۔ پٹھانوں کی بہادری کی داستان
اور ننگ ورخاقت کے قصے ایسی طرز سے بیان کیے کہ نواب سید سعد اللہ خان مدد کو آمادہ
ہو گئے۔ اور نواب موصوف نے حافظ رحمت خان۔ دوندے خان۔ مُلّا سردار خان۔
بہادر خان چیلۂ نواب سید علی محمد خان اور فتح خان خانساماں کو طلب کیا حافظ رحمت خان
اِس وجہ سے کہ وزیر سے اور اُنسے اتحاد تھا خاموش بیٹھے رہے اور دوسرے سردار بھی اُنکی
خاموشی کی وجہ سے کچھ نہ بولے۔ نواب سید سعد اللہ خان نے حافظ رحمت خان سے پوچھا
کہ تم بولتے نہیں تب حافظ رحمت خان نے کہا کہ آخر آپ کا ارادہ کیا ہے اُنھوں نے
جواب دیا کہ جو سب سرداروں کی رائے ہوگی وہی میری رائے ہے حافظ رحمت خان نے
جواب دیا کہ اِس لڑائی میں کسی جانب شریک نہونا چاہیے۔ کیونکہ اگر فتح حاصل ہو ئی
تو اِس میں سراسر نفع احمد خان بنگش کا ہے اور خدانخواستہ اگر ہزیمت ہوئی تو تمام تہمت
اور بلا ہمپر نازل ہو جائیگی۔ بہادر خان چونکہ شجاعت کے باعث سے سب روہیلہ
سرداروں میں ممتاز رکھتا تھا بول اُٹھا پھر اے سردار ودستار کے عوض زنانہ برقع کیوں نہیں
اوڑھ لیتے ایسی نامردی کے الفاظ کسی پٹھان کے منھ سے نہ نکلے ہونگے۔ اور نواب سید
سعد اللہ خان کی طرف مخاطب ہوکر کہا کہ اگر کوچ کا حکم نہوگا تو کل میں اپنا رسالہ لیکر
بغیر حکم روانہ ہو جاؤنگا اور جس پٹھان کو اپنے نام اور آبرو کا خیال ہو گا اُسکو ساتھ ہونیکا
اختیار ہے۔ یہ کہکر وہاں سے رخصت ہوا اور تیاری میں مصروف ہوا۔ نواب سید
سعد اللہ خان محل میں گئے اور جو حُجّت حافظ رحمت خان اور بہادر خان میں ہوئی تھی

لفظ بہ لفظ اپنی ماں سے بیان کی اور پوچھا کہ میں حافظ رحمت خان کی بات سنوں یا بہادر خان کا شریک ہوں ماں نے کہا کہ ایسے امور میں ہم مستورات سے مشورہ لینا کیا مناسب ہے جو تمھارا دل قبول کرے سو کرو۔ میری رائے میں یہ آتا ہے کہ حافظ رحمت خان وزیر کی جانبداری کی وجہ سے منع کرتے ہیں اور بہادر خان اپنی عزت و ناموس کے واسطے یہ عزم کرتا ہے۔ یہ گفتگو اپنی ماں سے سنکر نواب سید سعد اللہ خان باہر آئے اور اپنے خاص خاص سرداروں کو طلب کیا اور کہا کہ احمد خان کی درخواست مدد کو نامنظور کرنا بڑی نامردی کی بات ہے جو ہو سو ہو کل میں روانہ ہوؤنگا جس کا دل چاہے میرے ساتھ چلے اور دوسرون کو اختیار ہے تب اُنھوں نے بہادر خان کو بُلاکر یہ حکم دیا کہ میری فوج میں حکم سنادو کہ جو جو اپنے تئیں میرے ملازم جانتے ہیں تیاری روانگی کی کریں نہیں تو سب کو برطرف کردونگا۔ بہادر خان نے یہ حکم سنادیا۔ سوائے حافظ رحمت خان۔ دوندے خان اور بخشی سردار خان کی فوج کے باقی سب روانگی پر آمادہ ہوئے اور فتح خان خانساماں بھی ہمراہ ہوئے اور دوسرے دن کوچ ہوا۔ جب فتح گڑھ کے محاصرے کو ایک مہینے سے زائد عرصہ گذر گیا تب یہ خبر مشہور ہوئی کہ نواب سید سعد اللہ خان قریب آپہونچے اس خبر سے وزیر اور ملہار راؤ اور آپا سیندھیا کو نہایت تردد پیدا ہوا۔ ابوالمنصور خان صفدر جنگ نے نواب سید سعد اللہ خان کو لکھا کہ میرا دعوےٰ احمد خان سے ہے تم اُسکی مدد کو کیوں آئے تم اپنے مُلک کو لوٹ جاؤ اور اطمینان کے ساتھ رہو۔ تم سے مجھے کوئی تعرض نہیں حافظ رحمت خان نے وزیر کو تحریر کیا کہ گو میں نے نواب سید سعد اللہ خان بہادر کو بہت روکا مگر اُنھوں نے نہ مانا اور احمد خان کی مدد کو روانہ ہوئے ہیں اس لیے میری صلاح یہ ہے کہ جس خوبی سے ممکن ہو احمد خان سے صُلح کرلو۔ کیونکہ صلح ہر حال میں عداوت سے بہتر ہے۔ دوسرے روز وزیر ملہار راؤ اور

آپا سیندھیا کے لشکر میں گئے اور نواب سید سعد اللہ خان کے کوچ کا حال بیان کرکے کہا کہ تمھاری صلاح کیا ہے لہار راؤ اور آپا سیندھیا نے اپنے خاص خاص سرداروں کو بلایا اور اُنسے کل حال بیان کرکے مشورہ پوچھا جملہ سرداروں نے باستثنائے آپا سیندھیا کے جو درپردہ احمد خان کا دوست تھا کہا کہ ہم بالکل وزیر کی تجویز پر ہیں۔ ہم سے پوچھنے کی کوئی حاجت نہیں ہے۔ ہمیں جو حکم ہوگا اُسکے بجالانے پر مستعد ہیں تب وزیر نے آپا سیندھیا کی طرف متوجہ ہوکر کہا کہ تمھاری خاموشی کا کیا باعث ہے اُسنے جواب دیا کہ عیاں راچہ بیاں جو کچھ ماجرا ابتک گذر رہا ہے اُس سے سب واقف ہیں یہ لوگ جنگ کرنے سے کچھ عاجز نہیں ہیں راو تا منتیا تو بالکل عداوت پر آمادہ تھا مگر اُس کو کامیابی نصیب نہیں ہوئی۔ وزیر کے لشکر میں گو کہ چیدہ فوج ہے مگر اُس کی جو کچھ حالت ہے اُس سے وزیر خود واقف ہیں۔ احمد خان دونوں کی فوج پر غالب رہا ہے اور جب نواب سید سعد اللہ خان اُس سے متفق ہو جائینگے تو افواج متفقہ کو شکشت دینا مشکل ہوگا وزیر نے سرداران مرہٹہ سے یہ بھی بیان کیا کہ حافظ رحمت خان لکھتے ہیں کہ نواب سید سعد اللہ خان بہادر خان کے اغوا سے احمد خان کی مدد پر آمادہ ہوے ہیں بعد اس مذکور کے حافظ مسطور صلاح دیتے ہیں کہ قبل اس کے کہ نواب سید سعد اللہ خان پہونچیں احمد خان سے صلح کر لینی چاہیے اب تمھاری کیا صلاح ہے اُنھوں نے جواب دیا اس سے کیا بہتر ہے۔ اِس سے دونوں جانب کی جانیں بچینگی۔ وزیر نے کہا کہ اب یہ پوچھنا ہے کہ اس عہد و پیمان کی ابتدا کیونکر ہونی چاہیے اگر ہماری جانب سے کوئی تحریک ہوگی تو اُس سے ہماری کسر شان ہے۔ آپا سیندھیا نے کہا کہ میری رائے میں نواب غیرت خان اور ہمت خان کے بلانے سے کہ یہ بھی پٹھان ہیں یہ وقت رفع

ہو سکتی ہے۔ ملہار راؤ اور آپا سیندھیا اور دوسرے سردار وہاں سے اُٹھے اور دوسری جگہ جاکر مجتمع ہوئے اور نواب غیرت خان اور ہمت خان کو بلوا بھیجا مرہٹوں نے اُنسے یہ کہا کہ ہم یہ نہیں چاہتے ہیں کہ احمد خان بالکل مٹ جائے یا وہ اپنے ملک سے بھگا دیا جائے یا میدان میں اپنی جان دیوے۔ چونکہ ہماری منشا ہے کہ وزیر اور احمد خان میں صلح ہو جائے اسلیے ہم آپ سے درخواست کرتے ہیں کہ آپ شرائط تجویز کریں تب اُن دونوں پٹھانوں نے جو جو ظلم وزیر کے ہاتھ سے احمد خان کے خاندان پر پہونچے تھے بیان کیے اور مرہٹوں کو بھی ملامت کی کہ تم میں اور غضنفر جنگ میں جو اتحاد تھا وہ تم بھول گئے۔ مرہٹوں نے تسلیم کیا کہ بے شک ہم سے سابق میں دوستی تھی گر ہم مجبور ہیں کہ شاہ ہند کا فرمان ہمارے نام اس مضمون کا جاری ہوا ہے کہ وزیر کے ماتحت ہوں اور ابتک ہمنے بالکل بے پروائی سے جان بوجھ کر جنگ کی ہے۔ تب غیرت خان اور ہمت خان نے کہا کہ بادشاہ نے سخت بُرا کیا جو ایسا سلوک غضنفر جنگ کے خاندان سے کیا اور بہت سے اعتراض کیے بعد اس قیل و قال کے پوچھا اب تجویز کیا ہے ملہار راؤ نے کہا کہ اسوقت آپ تشریف لے جائیں ہم باہم سرداروں سے مشورہ کرتے ہیں جو کچھ طے پائیگا اُس سے آپ کو اطلاع دی جائے گی۔ دونوں پٹھان رخصت ہو کر اپنے خیمہ میں آئے اور مرہٹے مشورہ کرنے لگے آخر الامر یہ طے پایا کہ وزیر دس لاکھ روپیہ بطور خونبہا غضنفر جنگ کے بیٹوں کے ادا کریں اور علاوہ ملک موروثی کے وزیر اپنے دو محال ساندی و پالی احمد خان کے حوالے کردیں۔ جب اُنھوں نے ان شرائط کی اطلاع وزیر کو کی اُنھوں نے منظور کر لیا تب سرداران مرہٹہ نواب غیرت خان و ہمت خان کے پاس گئے اور اُن سے شرائط مجوزہ بیان کی۔ اُنھوں نے ان شرائط کو احمد خان کے حق میں بہت مناسب تصور کیا۔ اب

مرہٹہ سرداروں نے کہا کہ کوئی معتبر شخص واسطے طے کرنے اس معاملے کے نواب احمد خان کے پاس بھیجنا چاہیے۔ نواب غیرت خان نے اپنے بھائی الف خان کو اس کام کے واسطے منتخب کیا۔ الف خان نے نواب احمد خان کی خدمت میں جاکر عرض کیا کہ دس لاکھ روپیہ اور سانڈی پالی آپکو دینا تجویز ہوا ہے۔ جونہی یہ بات احمد خان نے سنی اُس نے کہا کہ اگر وزیر دس کروڑ روپیہ میرے بھائیوں کے خونبہا میں دیں تو میں قبول نہ کروں گا اور اگر وزیر کے بیس بیٹے قتل ہوں تب بھی راضی نہونگا اُسنے صلح کو نامنظور کیا اور کہا کہ اب یہ معاملہ تلوار پر طے ہوگا اور یہ مصرع پڑھا۔ مصرع

ہرکہ شمشیر زند سکہ بنامش خوانند

دشمنوں کو یہ نہ تصور کرنا چاہیئے کہ میں مجبور ہوں کیونکہ میں ہر وقت اُن سے میدان میں لڑنے پر مستعد ہوں۔ وزیر کو جو میں نے زک دی ہے وہ ایک تمثیل ہوگئی ہے سورج مل بھی وہی ہے جو تاب مقاومت نہ لاکر وزیر کے ساتھ بھاگ گیا۔ انشاءاللہ تعالیٰ بعد فتح اُنکو معلوم ہوگا کہ ذی عزت اور نامور لوگ کس طرح عمل کرتے ہیں جبکہ تقدیر آزمائی لڑائی پر ہے تو صلح کیا ہوگی اگر فتح حاصل ہوئی تو میری خواہش پوری ہوگی۔ اگر میں بدقسمت نکلا تو قادر مطلق کی مرضی تسلیم ہے۔ مگر خون غضنفر جنگ کے بیٹوں کا بعوض زر کے فروخت نکرونگا یہ کہکر اور الف خان کو خلعت و شمشیر و اسپ دیکر رخصت کیا۔ الف خان کے جانیکے بعد قاصد نے آکر خبر دی کہ کل نواب سید سعد اللہ خان دریاے گنگا کے کنارے مقام کرینگے۔ حکم ہوا کہ محمود خان اور مُنور خان اُن کی پیشوائی کو جائیں۔ طلوع آفتاب سے ایک گھنٹہ قبل دونوں سردار نواب سید سعد اللہ خان کے استقبال کو گئے۔ دوسرے دن نواب سید سعد اللہ خان کی فوج طبل بجاتی ہوئی اور تلواریں کھینچتی ہوئی احمد خان کی سپاہ کو

نظر آئی۔ نواب سید سعد اللہ خان کے ساتھ بارہ ہزار جوان تھے۔ احمد خان کے ہمراہی اِس کمک کو آتے دیکھ کر فرط خوشی سے توپیں داغنے لگے۔ سید اسد علی شاہ بہت سے آدمیوں کے ساتھ دریا کے کنارے پر بیٹھے ہوے تھے۔ نواب سید سعد اللہ خان کی فوج کو آتے دیکھ رہے تھے۔ جب شاہ صاحب کی نظر اس فوج پر پڑی ایک کیفیت اُن پر طاری ہوئی۔ اور اس حالت میں فرمایا مقتول ہوے اور مغلوب ہوے۔ جب وہ کیفیت زائل ہو گئی کہنے لگے کہ انکی خوشی و خرمی خُدا کو خوش نہ آئی اور دیکھینگے کہ کل کیا پیش آتا ہے۔

۳ جمادی الاخرے ۱۱۶۴ھ ہجری کو نواب سید سعد اللہ خان نے اپنے خیمے دریاے گنگا کے بائیں کنارے استادہ کرائے اور احمد خان نے اُنکے واسطے ہر قسم کا کھانا مستجاب خان ورکزئی کے ہاتھ بھیجا اور نواب احمد خان نے نواب سید سعد اللہ خان سے کہلا بھیجا کہ کہ کل دریا اُتر آؤ کیونکہ فوجوں کا متفق ہونا بہت ضرور ہے یہ پیغام نواب سید سعد اللہ خان کو پہونچا۔ لیکن اُنھوں نے کہا کہ میں اپنے خاص خاص سرداروں سے مشورہ کر کے جواب دونگا تب اُنھوں نے بہادر خان اور فتح خان کو طلب کر کے اُنسے احمد خان کا پیغام کہا۔ بہادر خان نے جواب دیا کہ قوم افغانان کے سردار کے سامنے بے سوغات جانا مناسب نہیں احمد خان کو جواب بھیجنا چاہیے کہ انشاء اللہ کل آپکے ہوا خواہ آپکے دشمنوں یعنی وزیر اور سرداران جاٹ اور مرہٹہ کے سر بطور تحفہ پیش کرینگے۔ نواب سید سعد اللہ خان چونکہ نو عمر اور ناتجربہ کار تھے اُنھوں نے وہی پیغام بھیجدیا۔ احمد خان نے جواب دیا خیر جیسا تم خیال کرتے ہو ویسا ہی کیجیو مگر ایک بات کا ضرور دھیان رہے کہ کسی حال میں دریا کا کنارہ نہ چھوڑنا اور اگر مرہٹے منھ موڑیں تو اُن کا تعاقب نہ کیجیو اور اپنے سپاہیوں کو اُنکے تعاقب سے باز رکھیو کیونکہ یہ اس قوم کی عادت ہے کہ اس قاعدے سے اپنے دشمن کو

اُسکی جگہ سے دور کردیتے ہیں تاکہ مدد اُس کو نہ پہونچ سکے۔ دوسرے روز نواب سید سعد اللہ خان اور منوّر خان اور محمود خان آمادۂ جنگ ہوئے اور اپنی فوجوں کی صف باندھکر دشمن کی طرف بڑھے۔ وزیر سید سعد اللہ خان کے آنے سے نہایت خوفزدہ ہورہے تھے اُنھوں نے ملہار راؤ اور آپا سیندھیا اور سورج مل جاٹ کو بغرض مشورے کے طلب کیا یہ تجویز ہوئی کہ فوج دریا پار نواب سید سعد اللہ خان سے لڑنے کے واسطے بھیجدی جائے اس سے قبل کہ نواب سید سعد اللہ خان اور احمد خان متفق ہونے پائیں سنگی رامپور کا پل جو خراب ہورہا تھا ۱۴ جمادی الآخرے اُسکو اُسکی مرمت کرائی گئی۔ پٹھانوں نے بہت مزاحمت کی مگر گولوں کی بوچھار سے پل کے قریب نہ آسکے۔ پھر کھانڈے راؤ اور تانتیا گنگا دھر جمعیت پچاس ہزار سپاہ کے دریا پار ہوے جواہر سنگھ ولد سورج مل جاٹ اور رانا بھیم سنگھ زمیندار گوالیار مع چالیس ہزار پیادہ و سوار کے اُنکی کمک کو پہونچے اور روہیلوں پر حملہ شروع ہوا پہلے بہادر خان کے سپاہیوں نے بانوں کا مینھ برسانا شروع کیا بعد اسکے بندوقیں سرکیں رفتہ رفتہ اُنھوں نے بندوقیں بندکیں اور تلواریں کھینچ کر ہندوؤں پر حملہ آور ہوے اور اُنھوں نے فی الفور شکست دی بہادر خان نے احمد خان کی نصیحت فراموش کرکے دریا کا کنارہ چھوڑا اور دشمن کے متعاقب بڑھا۔ بہادر خان کے ساتھ فقط دو یا تین ہزار آدمی تھے یہانتک پیچھا کرتے ہوے گئے کہ قلب لشکر کے مقابل جا پہونچے دشمن نے دیکھا کہ فقط ایک ہاتھی ہے اور تھوڑے سے جوان ہیں اور اُنکے پیچھے کچھ کمک بھی نہیں مڑکر چاروں طرف سے بہادر خان کو گھیر لیا بہادر خان ہاتھی سے اُترکر گھوڑے پر سوار ہوا اور اُسکے جوان بھی تلواریں کھینچ کر اُسکے ہمراہ ہوے اور دشمن کو پسپا کرنے کی کوشش کی لیکن ہندوؤں نے اس طرح گھیر لیا تھا جیسے

لشکار کو گھیر لیتے ہیں اور تیر اور گولیاں اُنپر برسانا شروع کیں اُنھوں نے بھی تلواروں اور برچھیوں اور نیزوں سے بعض کو زخمی بعض کو قتل کیا جب تک بہادر خان کے جسم میں جان رہی تلوار ہاتھ سے نہ چھوڑی اور اپنے نام کے موافق کام کیا۔کوئی اُس کی مدد کو نہ آیا آخر گھوڑے سے گر کر جان بحق تسلیم ہوا۔ دشمنوں نے اُسکا سر کاٹ لیا اور جو کچھ سپاہی باقی رہ گئے اُنھوں نے بھاگ کر جان بچائی۔جب نواب سید سعداللہ خان نے سُنا کہ بہادر خان قتل ہوا اُنھوں نے فتح خان خانساماں سے پوچھا کہ اب کیا صلاح ہے بہادر خان سے سب سردار عداوت رکھتے تھے آنولے سے چلتے وقت حافظ رحمت خان نے مخفی فتح خان سے کہدیا تھا کہ بہادر خان ضرور جنگ میں آگے ہوگا ایسی تدبیر کرنا کہ کوئی شخص اُسکو مدد نہ دینے پائے اور وہ مغلوب ہو کر مارا جائے اور اس صورت سے اِس خار کو دُور کرنا کیونکہ یہی نواب سید سعداللہ خان کو مدد دینے کا باعث ہوا ہے۔ اگر کہیں احمد خان وزیر پر غالب آیا تو بیشک تخت کا دعوے کریگا۔کیونکہ پھر کوئی اُس کے مقابلے کو باقی نرہے گا اور اُس وقت قائم خان کے انتقام میں تمام روہیلوں کو مُلک سے نکالدیگا۔جب نواب سید سعداللہ خان نے فتح خان سے صلاح پوچھی تو اُنھوں نے موقع پاکر کہا کہ سب سے بہتر تو یہی ہے کہ آنولے کو واپس چلو۔ نواب سید سعداللہ خان نے جواب دیا کہ جوانمردی مانع ہے کہ نواب احمد خان کو دشمن کے مُنھ میں چھوڑ دیں فتح خان نے جواب دیا کہ احمد خان کی کامیابی کی کوئی صورت نہیں ہے وہ بھی تھوڑے عرصے میں آنولے کو آئے گا وہاں جو کچھ صلاح ٹھہرے اُسپر عمل کرنا۔نواب سید سعداللہ خان فتح خان کی باتوں میں آگئے اور آنولے کی طرف پھر گئے۔ نواب مُنوّر خان و محمود خان نے جب نواب موصوف کو پھرتے دیکھا تو احمد خان کے پاس واپس آئے۔ رانا بھیم سنگھ

و جواہر سنگھ ولد سورج مل جاٹ جو اُس وقت دریا کے کنارے فوج پر حکومت کرتے تھے
ویسے موقع پر تھے کہ صاحبزادوں کو رُوک سکیں۔ جواہر سنگھ نے چاہا کہ سدراہ ہو لیکن
رانا نے منع کیا کیونکہ رانا غضنفر جنگ کے خاندان کا خیر خواہ تھا دلیر خان جو نواب
مظفر جنگ کا مشہور چیلہ تھا اُس کا چچا تھا رانا نے جب اس طرح جواہر سنگھ کو سدراہ
ہونے سے ممانعت کی تو صاحبزادے بخیریت قریب غروب آفتاب نواب احمد خان
کے پاس حاضر ہوئے۔

اپنے ہمراہیوں کی بے دلی کی وجہ سے نواب احمد خان کا اپنے حصار کو چھوڑ کر شہر آنولہ کو چلا جانا

جب یہ خبر مشہور ہوئی کہ بہادر خان مارا گیا اور نواب سید سعد اللہ خان آنولے
کو واپس گئے تو سب لوگ لشکر مین مثل بید کے لرزنے لگے۔ نواب احمد خان اپنے ہاتھی پر
سوار ہو کر توپخانے کے قریب آیا اور ہر ایک آدمی سے کہا کہ ہماری لڑائی کچھ نواب
سید سعد اللہ خان کی کُمک پر منحصر نہ تھی اگر خدا نے چاہا تو کل توپخانہ بڑھا کر سنگی رامپور
کو جا کر وزیر سے مقابلہ کرونگا اور بعد ازاں ہر سردار کو پوشیدہ بُلا کر کہا خوب ہوشیار رہنا
میں پہر رات رہے دشمن پر شب خون مارونگا اس قسم کی دلاوری کی باتیں کر کے وہ
اپنے خیمے میں واپس آیا۔ اُسنے پُل کو توڑنے کا حکم دیا۔ اب محاصرے کو ایک مہینہ اور
گیارہ روز ہو چکے تھے۔ پہر رات رہے مرہٹوں اور جاٹوں نے نواب سید سعد اللہ خان
کے خیموں میں آگ لگا دی اور شعلہ اس قدر بلند ہوا کہ احمد خان کی لشکر گاہ میں مثل

روز روشن کے روشنی ہو گئی فوج کے جن آدمیوں نے تمام عمر کبھی ایسا غوغا یا آتش زدگی نہ دیکھی تھی خوف زدہ ہو کر بھاگے سردار اور نامور لوگ تو البتہ اپنی اپنی جگہوں میں قائم رہے۔ ان سرداروں نے فوج کا خوف دیکھ کر نواب کے پاس جاکر سب حال کہا۔ نواب نے پوچھا کیا صلاح ہے انھوں نے جواب دیا کہ دریا پار ہو کر بھاگ نکلنا چاہیے۔ پہلے تو اُسنے انکار کیا مگر بالآخر یہ دیکھ کر کہ کوئی دوسری صورت نہیں ہے وہ گریز پر راضی ہوا اور اپنے بھائیوں (مرتضے خان۔ خدا بندہ خان۔ اعظم خان۔ منور خان۔ صلابت خان۔ اور شائستہ خان) اور سرداروں میں سے خاص خاص (مثل رستم خان بنگش۔ عنایت علی خان۔ مہتاب خان۔ شادل خان۔ منگل خان۔ سعادت خان اور مستجاب خان) کو ساتھ لے کر قلعہ سے نکلا اور شب کی تاریکی میں جانب مشرق دریا کے کنارے کنارے چلا مرہٹے بھاگتے ہوئے پٹھانوں کے عقب لشکر پر بمقام شکار پور آپہونچے۔ یہ مقام فتح گڈھ سے پانچ میل ہے۔ نواب کمرول گھاٹ تک برابر ہٹتا چلا گیا جو اس مقام سے ۱۵یا ۱۶ میل اوپر واقع ہے اور یہاں اُسکا ہاتھی کالا پہاڑ نامی دریا پیر نکلا رمضانی اُس کو ہانکتا تھا۔ بہت سے جوان نواب کے پیچھے گھوڑے پیرائے جانے کی کوشش میں ضائع ہوئے۔ نواب امرت پور کی راہ سے شاہجہانپور پہونچا اور وہاں سے آنولے میں داخل ہوا۔ جب نواب احمد خان کے فرار ہونے کی خبر پھیلی اُسکے سپاہیوں اور افسروں کے دلوں پر جو اب تک دُور دراز کے مورچوں پر تھے خوف طاری ہوا اور ہر شخص اپنی اپنی جان بچانے لگا۔ بعض تو جھاؤ مین دریا کے کنارے چھپ رہے اور بعض نے گھوڑے دریا میں ڈالدیے اس امید پر کہ پیر نکلینگے مگر وہ سب ڈوب گئے۔

جنگِ روہیلکھنڈ

احمد خان جبکہ آنولے میں داخل ہوا تو یہاں روہیلہ سردار اُسکی ملاقات کو آئے روہیلکھنڈ گزیٹیر میں لکھا ہے کہ وزیر نے روہیلکھنڈ کے بڑھنے کے اثنا میں اسد پور سے روہیلوں کے حاکم کے نام ایک تحریر اس مضمون کی بھیجی تھی کہ پچھلے تین سالوں کا خراج جو تمھارے ذمے واجب الادا ہے وہ شاہی خزانے میں داخل کرو۔ اس تحریر کے پہونچنے پر نہ تو روہیلوں نے کوئی جواب بھیجا نہ کچھ سامان جنگ تیار کیا بڑی بے پروائی کے ساتھ اُس کا کچھ خیال نہ کیا نہ یہ بات ذہن میں آئی کہ اس جھگڑے میں نواب سید سعداللہ خان کے شریک ہونے سے ہماری تمام جماعت اس فوج کشی کی مخالف مانی جائے گی لیکن اس تحریر کے دیکھنے کے بعد یہ اثر ضرور ہوا کہ اپنی تھوڑی سی جماعت لے کر نواب سید سعداللہ خان کی خبرگیری کے خیال سے اُنکی طرف روانہ ہوے انکے پہونچنے سے پہلے صفدر جنگ نے اسلام نگر پرگنہ بدایوں کے قریب احمد خان بنگش اور اُسکے ہمراہیوں پر اچانک حملہ کرکے ایسی شکست فاش دی کہ کسی کے پانوں میدان میں نہ جمے۔ روہیلوں اور بنگشوں کی تعداد ملکر قریب بارہ ہزار آدمیوں کے تھی اور آخر میں کچھ اور زیادہ ہو گئی تھی۔ لیکن عماد السعادت و تاریخ شاہیہ نشاپوریہ میں بیان کیا ہے کہ ساٹھ ہزار سپاہ احمد خان کی تھی اور نوے ہزار سپاہ روہیلوں کی تھی۔

نواب وزیر افواج مرہٹہ و جاٹ کو پٹھانوں کے تعاقب پر مقرر کرکے خود صوبہ اودھ کو چلے گئے اور وہاں سے الہ آباد پہونچے اور وہاں ہو کر اودھ کو لوٹے اور گومتی کے کنارے پر مقام کیا راجہ پرتھی پت کو پرتاب گڑھ سے بلوایا اگرچہ راجہ کو وزیر سے بیحد خوف تھا

مگر مجبوراً وزیر کی خدمت میں حاضر ہونا پڑا۔ علاوہ اسکے بیس ہزار سوار و پیادے اُس کے ساتھ تھے طنطنہ بھی کسی قدر رکھتا تھا پرتاب گڈھ سے کوچ کر کے وزیر کے لشکر میں پہونچا۔ جب وزیر کے خیمے میں داخل ہوا تو وزیر اُسکی مزاج پرسی کر کے اُٹھ گئے اُسوقت علی بیگ خان جارچی نے پہونچکر راجہ کو پکڑ لیا وہ علی بیگ خان کو چمٹ گیا اُسکے پاس ہتھیار نہ تھے اسلیے علی بیگ خان کے رخساروں کا گوشت دانتوں سے کاٹ کر تھوک دیا کہ تمام عمر اُس جگہ گڑھا رہا آخر کار راجہ مارا گیا اُس کا سر کاٹ کر سراپردے کے باہر پھینکدیا اُسکی فوج جابجا بھاگ گئی۔ نواب صفدر جنگ بھی فوج کے آدمیوں سے مزاحم نہ ہوے بعد اسکے نواب وزیر فیض آباد کو گئے۔ اُدھر پٹھانوں میں نواب احمد خان اور روہیلہ سرداروں کے مشورے سے یہ بات قرار پائی تھی کہ بالفعل کوہ کمایوں کے دامن میں پناہ گزیں ہونا چاہیے۔ چنانچہ دوسرے روز نواب احمد خان۔ نواب سید سعد اللہ خان۔ حافظ رحمت خان۔ بخشی سردار خان۔ فتح خان خانساماں اور دوندے خان وغیرہ روہیلہ سردار مع اپنی فوجوں کے پہاڑ کی طرف روانہ ہو کر مرادآباد پہونچے ایسا اتفاق ہوا کہ یہاں چند روز مقام کرنا پڑا۔ جبکہ ان سرداروں کو یہ خبر ملی کہ وزیر شگی رام پور میں مرہٹوں کو چھوڑ کر اپنے صوبوں کو گئے ہیں تو روہیلہ سرداروں نے احمد خان سے کہا کہ مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ آنولے کو واپس چلیں۔ چونکہ بارش قریب ہے ہم بے کھٹکے آرام کرینگے اور اپنے ہم قوموں کو ہر طرف سے بلائینگے اور مرہٹوں سے جنگ کرینگے۔ یہ صلاح سبھنے پسند کی وہ آنولے کو واپس آئے روہیلے اپنے مکان کو چلے گئے۔ اور احمد خان شہر کے باہر خیمہ زن ہوا۔ جب ۱۷۵۱ء کا موسم برسات ختم ہوا تو جنگ کی تیاری شروع ہوئی۔ پٹھانوں کی طرف کشتیاں جمع کی گئیں اور رام گنگا پر

پُل بنایا گیا یہ ندی روہیلکھنڈ میں بہتی ہوئی قنوج کے قریب فرخ آباد سے چالیس میل نیچے بائیں جانب سے گنگا میں داخل ہوئی ہے۔ جب مرہٹوں کو معلوم ہوا کہ دشمن روہیلوں اور دوسرے افغانوں کو ساتھ لیے حملہ کرنے کو بڑھتا ہے تو اُنھوں نے کھانڈے راؤ و ملہار راؤ کو بےشمار فوج کے ساتھ اُس سے جنگ کرنے اور بھگا دینے کے لیے گنگا پار بھیجا تب احمد خان اور روہیلہ سردار اپنے پُل پر سے رام گنگا کو پار ہوے اور اپنے سپاہیوں کو سخت تاکید کی کہ دریا سے دُور مت جانا اُسی کے کنارے کنارے چلنا ایک مقام پر دریا بصورت ہلال کے بہا ہے یہاں مرہٹوں نے احمد خان کو روکنے کے ارادے سے مقام کیا تھا دوندے خان جو پیش لشکر میں تھے اُنھوں نے دشمن کے مقام کو دیکھا اور خیال کیا کہ اب میں دریا کے کنارے کنارے نہیں بڑھ سکتا ہوں۔ لہٰذا اُنھوں نے کوچ موقوف کر کے دریا کے گھماؤ کے دونوں گوشوں یعنی مشرق و مغرب پر اپنا مورچہ لگا دیا۔ اِس تدبیر سے اُنھوں نے دشمن کے بیٹھنے کی راہ مسدود کر دی جب کھانڈے راؤ نے راہ ہر طرف سے مسدود دیکھی اور دیکھا کہ پٹھانوں نے آمد و رفت بند کر دی ہے تو پیغام صلح کا بھیجا۔ قاصد نے آ کر نواب احمد خان سے یوں بیان کیا گو ہم بادشاہ ہند کے حکم سے اِس جنگ میں شریک ہوے ہیں مگر ہم دل سے وزیر کی طرف سے نہیں لڑتے ہیں۔ محض وقت کا نباہ کرتے ہیں اُس وقت جو کچھ ہمارے اور تمھارے درمیان باہم مخفی طور پر طے پا جائے گا ہم قسم کھا کر اقرار کرتے ہیں کہ جبکہ جنگ کماؤں شروع ہو گی تو ہم تمکو بذریعہ تحریر اطلاع دینگے۔ جب یہ پیغام احمد خان نے سنا تو حافظ رحمت خان کو طلب کیا اور اُن سے مرہٹوں کی درخواست ظاہر کی اور یہ بھی کہا کہ میرے باپ محمد خان اور مرہٹوں میں سابق میں اتحاد بھی تھا بعد اسکے اُس نے حافظ رحمت خان سے کہا کہ دوندے خان

کو حکم بھیجو کہ مرہٹوں کی راہ جو اُنھوں نے بند کر دی ہے کھولدیں۔ حافظ رحمت خان نے جواب دیا کہ لڑائی کے وقت دوندے خان کسی کا حکم نہیں سُنینگے۔ ہاں اگر آپ خود وہان تک چلنے کی تکلیف کریں تو شاید وہ مانیں اور میں آپکے ساتھ چلتا ہوں۔ افغانوں کی فوج کی یہ ترتیب تھی دوندے خان کے عقب میں کمک کے واسطے بہادر خان اور مُلّا سردار خان تھے اُنکے پیچھے فتح خان خانساماں تھے اور اُنکے بعد نواب سید سعد اللہ خان اور حافظ رحمت خان یہ دونوں ہاتھی پر سوار تھے۔ انکے پیچھے نواب احمد خان تھا۔ احمد خان اور حافظ رحمت خان بڑھکر دوندے خان کے پاس گئے اور مرہٹوں کی درخواست سے اُنکو مطلع کیا اور کہا کہ اُنھوں نے اپنے اقرار پر قسم کھائی ہے۔ دوندے خان نے جواب دیا کہ اس وقت تو مرہٹے خواہ مخواہ مصالحت کی درخواست کرینگے کیونکہ اُنکی حالت نہایت نازک ہو رہی ہے تین طرف تو اُنکے ندی حائل ہے۔ اور چوتھی جانب میں نے راہ بند کر دی ہے اب اُن کا ایسا حال ہے کہ بلا تصدیع اور بے تضیع اوقات اُن کو ہم بہ آسانی شکست فاش دے سکتے ہیں ایسے موقع کی قسم محض لغو ہے۔ نواب احمد خان نے جواب دیا جو کچھ تم کہتے ہو سب صحیح ہے مگر مذہب اسلام میں اماں مانگنے والے کو اماں نہ دینا جائز نہیں بلکہ سخت بُرا ہے اور اگر وہ جھوٹی قسم کھائینگے خدا اُن کو سزا دے گا۔ دوندے خان نے مجبور ہوکر منظور کیا اور اپنی فوج کو حکم بھیجا کر رستہ کھولدے سپاہ وہاں سے ہٹ گئی اور دشمن کے واسطے راستہ کھولدیا نواب احمد خان اور نواب سید سعد اللہ خان نے اس مقام پر اپنے خیمے نصب کرائے دوسرے روز افغان ناؤوں کے پُل پر پہونچے جو وزیر نے سنگی رام پور پر بندھوایا تھا مسلمانوں کے پہونچنے سے قبل مرہٹوں نے پُل کو توڑ ڈالا تھا جب نواب احمد خان اور روہیلے وہاں پہونچے

تو اُنھوں نے دیکھا کہ ہمارے اور دشمن کے درمیان دریا حائل ہے دونوں جانب سے توپیں چلنے لگیں۔ جن مرہٹوں کا نازک حالت میں راستہ کھولدیا گیا تھا وہ پٹھانوں کے لشکر کے گرد مجتمع ہوئے مگر قریب نہ آسکے قریب ایک ہفتہ تک یہی حال رہا مگر دریا کو عبور کرنے کی صورت نہ نکلی اور خوراک جو سپاہی اپنے ساتھ لائے تھے وہ بھی ختم کو پہونچی روہیلہ سرداروں نے نواب احمد خان سے صورت حال بیان کی اور کہا کہ اس وقت یہی مناسب نظر آتا ہے کہ آگے چلکر سورج پور میں مقام کرنا چاہیے۔ سورج پور پرگنہ کمپل میں ایک گھاٹ ہے۔ اور فرخ آباد سے بیس میل اور سنگی رامپور سے چالیس میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ اُنھوں نے خیال کیا کہ ہم کو ناویں بھی مل سکینگی اور ہم دریا سے بہ آسانی برسم ملیغار ملہار راؤ کی طرف بڑھینگے۔ کیونکہ اس وقت ملہار راؤ کے پاس تھوڑی فوج تھی اس لیے پُل کی مرمت میں تضیع اوقات کرنا خوب نہیں اور کوچ کے وقت یہ مشہور کرینگے کہ ہم اپنے رام گنگا کے پُل کی طرف غلّے کا ذخیرہ اکھٹا کرنے کے واسطے واپس جاتے ہیں اور تازہ رسد بہم پہونچا کر اپنے قدیم موقع پر آکر جنگ شروع کردینگے۔ نواب احمد خان نے اس تجویز کو پسند کیا۔ اور افغانوں نے کوچ کیا جب وہ چلے مرہٹے پیچھے سے توپیں داغتے رہے لیکن تعاقب نہ کیا جب وزیر نے افغانوں کی کوشش کا مذکور سنا تو اپنے بھتیجے محمد قلی خان کو اپنی طرف سے نائب اپنے صوبوں کا کرکے اور بقاء اللہ خان کو اُس کے ساتھ مقرر کرکے جلد کوچ کیا اور گنگا کو مہدی گھاٹ سے اُترکر ۹ محرم ۱۱۶۵ھ ہجری مطابق ۱۷ نومبر ۱۷۵۱ء کو ملہار راؤ سے بمقام سی رام پور جا ملے۔ مہدی گھاٹ پرگنہ قنوج میں فرخ آباد سے چالیس میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ جب وزیر وہاں داخل ہوئے کُل توپیں سلامی میں سر ہوئیں انکی آواز سے پٹھانوں کے لشکر میں بڑا انتشار پیدا ہوا

جب افغان سرداروں نے وزیر کی آمد سُنی سب نے مجتمع ہو کر صلاح کی آخر یہ بات قرار پائی کہ سیدھے قلعہ بنگڑھ عرف یوسف نگر کی طرف کوچ کر چلیں۔ یہ مقام پرگنہ بدایوں میں آنولہ اور بدایوں کے درمیان میں ہے۔ بازید خان حاکم توپخانہ طلب ہوا کہ اپنی سب توپیں بطور حیلہ سر کر کے روانہ ہو جائے۔ بہ تعمیل اِس حکم کے توپخانہ روانہ ہوا۔ اِس نئی تجویز کی اطلاع سپاہیوں کو نہیں دی گئی جب توپخانہ روانہ ہو گیا کُل فوج میں پریشانی پھیل گئی ایک سپاہی کے بھی حواس بجا نہ رہے فقط عہدہ دار اور خاص خاص لوگ تو البتہ اِس خوف سے محفوظ تھے جب عہدہ داروں نے سپاہ کا یہ حال دیکھا تو متردد ہو کر کہنے لگے کہ ہم کو بے جنگ شکست ہو گئی نواب احمد خان مع اپنی فوج کے نواب سید سعد اللہ خان کی فوج سے نصف کوس پر تھا اُس کو اصلاً خبر نہ تھی کہ یہاں کا کیا حال ہے آفتاب طلوع ہونے پایا تھا کہ نواب سید سعد اللہ خان اور اُنکے مدار المہام وغیرہ نواب احمد خان کے پاس پہونچے اور سارا حال اُس سے کہا۔ احمد خان نے اپنے سرداروں کو طلب کیا اور شادل خان اور سعادت خان کو حکم دیا کہ تم فوراً روانہ ہو جاؤ اور پُل توڑ ڈالو اور ناویں سورج پور گھاٹ لیجاؤ وہاں پُل تیار کرو میں آج اُس مقام سے دریا کو عبور کرونگا۔ اور دوسرے سرداروں کو حکم دیا کہ تم مسلح ہو کر تیار رہو۔ جب وہ خود نواب سید سعد اللہ خان کے لشکر کی طرف چلا اور اُسکو ساتھ لے کر ایک کھلے وسیع میدان میں مقام کیا تب سرداران روہیلہ نے نواب سے ملاقات کر کے اپنی فوج کا حال کہا کہ توپخانے کے روانہ ہو جانے سے اُنکے دلوں میں ہراس پیدا ہو گیا ہے اور سب کے سب بھاگنا چاہتے ہیں اور جب یہ حال ہے تو ہم میدان میں کیسے جنگ کر سکتے ہیں احمد خان

نے کہا ہمکو ارادے سے مجھے پیشتر ہی اطلاع کر دی ہوتی تاکہ دوسری تدبیر کی جاتی
بے جنگ کیے ہوے ہٹنا بڑی خراب بات ہے دنیا بھر میں کوئی اس کو پسند نہ کرے گا
روہیلوں نے سر نیچا کر لیا اور کچھ نہ بولے۔ بعد ایک لمحہ کے کہنے لگے جو کچھ ہوا سو ہوا۔
بہت سی گفتگو اور سوال وجواب کے بعد روہیلوں نے کہا کہ ہماری فوج دل ہار گئی
ہے اس صورت میں بہتر یہ ہے کہ آنولے کو واپس جاویں اور وہاں اپنے خاندان
کے لوگوں کو مجتمع کر کے پہاڑ کو چلیں اور آپ کو بھی یہی صلاح دیتے ہیں نواب احمد خان
نے اس بات کو قبول کیا ایک گھنٹہ قبل از غروب سب کے سب آنولے میں پہونچے
نواب احمد خان نے شہر کے باہر ایک باغ میں قیام کیا اور یہاں ۹ گھنٹہ مقام بھی
کیا۔ جب صبح ہونے لگی تو نواب سید سعد اللہ خان کو بلا بھیجا اور پہاڑ کی طرف روانہ
ہوے دوسرے لوگ تمام رات گھر کے کام میں نقد روپیہ جمع کرتے میں اور مدفون
کرنے میں اور بان اور توپخانے کے کام میں مشغول رہے پھر گھروں کو چھوڑ کر اپنے
عیال ساتھ لے کر روانہ ہوے اور گھروں میں آگ لگا دی پہر رات گئے رمپورے پہونچکر
اپنے خیمے استادہ کیے دوسرے روز پھر روانہ ہو کر مراد آباد میں پہونچے اور یہاں
چھ گھنٹہ ٹھہر کر کاشی پور کی طرف چلے جو مراد آباد سے تیس میل شمال میں ہے اسوقت
ایک جاسوس آیا سینہ رہیا کے پاس سے احمد خان کے نام خط لے کر آیا۔ اس میں لکھا تھا کہ
جب وزیر نے سنا کہ افغان پہاڑ کی طرف ہٹے جاتے ہیں انھوں نے اپنی فوج کو حکم دیا
کہ فوراً آمادہ بار ہو کر تیز کوچ کرتے ہوے دشمن کے متعاقب جائیں اور کہیں مقام نہ کریں
گنگا دھر تانتیا بجمعیت تیس ہزار سوار مغل قزلباش اس تعاقب کے واسطے معین ہوا
ہے وہ پہونچا ہی چاہتے ہیں اسلیے تمکو لازم ہے کہ بہت جلد پہاڑ کی طرف روانہ ہو کر

جائے امن تلاش کروا حمد خان نے اس خط کو پڑھکر نواب سید سعد اللہ خان اور اُن کے سرداروں سے سب حال کہا اور قاصد کو سات اشرفیاں دیکر رخصت کیا۔ افغان فی الفور جانب کوہ روانہ ہوے اور دوسرے روز جنگل میں پہونچ گئے۔ شیو پرشاد کی فرح بخش میں یوں لکھا ہے کہ ملہار راؤ وغیرہ نے افغانوں کے ساتھ اس قدر سلوک کیا کہ دو تین دن کا توقف اپنے کوچ میں کیا کہ افاغنہ خیریت سے جنگل میں پہونچ گئے اگر مرہٹے تعاقب کیے ہوے چلے آتے تو افاغنہ میں سے کوئی بھی صحیح وسالم وہاں تک نہ پہونچ سکتا۔ اور منتخب العلوم میں کہا ہے کہ ملہار راؤ نے دوندے خان کو کہلا بھیجا کہ اگر تم اپنی بہتری چاہتے ہو تو یہاں سے چلے جاؤ ورنہ یہاں تباہ ہو جاؤ گے تمھارے تمام خاندان خراب ہو جائینگے اُنھوں نے جواب دیا کہ اگر ہم نے یہاں سے کوچ کیا تو تم ہمارا تعاقب کروگے اسلیے ہمکو یہاں ہی شہید ہو جانا بہتر ہے۔ ملہار راؤ نے کہلا بھیجا کہ جب تک تم جنگل میں نہ پہونچ جاؤ گے ہم تعاقب نہیں کرینگے تمام افغان چلکیا پہونچ گئے یہ مرہٹوں کا احسان سمجھنا چاہیے جیسا کہ یہاں کے مورخوں کا بیان ہے اور انگریزی مؤرخوں کا قول ہے کہ روہیلوں کا تعاقب کاہلی اور تساہلی سے اس وجہ سے کیا گیا کہ مرہٹوں کی فوج بیشتر لوٹ مار کی فکر میں ادھر اُدھر بھٹکتی پھرتی رہی۔

افغانوں کا دامن کوہ کماؤں میں پناہ لینا

پٹھانوں کے پناہ لینے کے مقام میں اختلاف ہے ہملٹن کے بیان کے موافق اُن لوگوں کا مقام گڑھوال کی پہاڑی پر مقام لال ڈانگ میں تھا اور مستجاب خان مؤلف

گلستان رحمت اور خلیفہ غیاث الدین مؤلف منتخب العلوم کی تحریر سے پایا جاتا ہے کہ پٹھان آنولے سے نکلکر مقام چلکیا میں پناہ گزین ہوئے تھے اور مولوی قدرت اللہ شوق نے طبقات الشعرا میں خانزادے کاظم خان شیدا کے حالات میں لکھا ہے کہ جب ابو المنصور خان صفدر جنگ سے پٹھانوں نے منہزم ہو کر جنگل چلکیا دامن کوہ کماؤں میں پناہ لی تھی تو شیدا نے اس واقعہ کی تاریخ فساد عظیم (۱۱۶۵) سے نکالی تھی۔ اور مآثر الامرا و سیر المتاخرین وخزانۂ عامرہ میں ذکر کیا ہے کہ کوہ مداریہ میں جو کوہ کماؤں کی ایک شاخ ہے افاغنہ نے پناہ لی تھی اور عماد السعادت میں بیان کیا ہے کہ گنوڑ کے ٹیلے پر پناہ لی تھی۔ اس جنگل میں تین طرف سے دشوار گذار خارستان تھا اور ایک طرف جدھر سے راہ تھی افغانوں نے عمیق خندق کھودی اور برج بنائے اب یہ مقام بہت مستحکم اور بے گذر ہو گیا کہ افغانوں پر یکایک حملہ کرنا سخت دشوار اور مخطرناک تھا پٹھانوں نے اس جنگل کے وسط میں اپنی لشکرگاہ قائم کی اور توپیں قرینے سے کھڑی کر کے زنجیروں سے کس دیں مدت تک یہ مقام سنگڑ کے نام سے مشہور رہا۔ نفائس اللغات میں لکھا ہے کہ سنگر بفتح سین مہملہ وسکون نون وفتح کاف فارسی وسکون رائے مہملہ وہ احاطہ جو لشکر کے آس پاس حفاظت کے لیے تیار کرتے ہیں عربی میں اس کو حصار کہتے ہیں۔

باوجود ان سب کے پٹھان نہایت مضطر تھے کہ کہیں سے سامان رسد کا انتظام نہ تھا اور کھانا اُنکے پاس بالکل نہ تھا تھوڑے عرصے تک اُنھوں نے فیشکر پر بسر کی اور کہیں سے کوئی سامان مہیا نہوا۔ نواب احمد خان نے حافظ رحمت خان کو طلب کر کے کہا کہ قادر مطلق نے ہمکو جائے امن تو ایسی عطا کی ہے کہ جہاں سے ہم شاہ ہفت اقلیم سے

بھی جنگ کر سکتے ہیں مگر غلہ بہم پہونچانا نہایت ضرور ہے۔ اُنھوں نے جواب دیا کہ الموڑے کا راجہ اپنی دامن کوہ کی ریاست کے ناظم سیّد احمد کو نہایت عزیز رکھتا ہے اور سیّد موصوف ہماری قوم کا بھی خواہ ہے اگر آپ سیّد کو کچھ تحفے تحائف دیکر راجہ کے پاس بھیجیں اور اُس سے درخواست غلّے کی بہم رسانی کی کریں تو بہت مناسب ہوگا۔ نواب احمد خان نے اِس تجویز کو پسند کیا۔ حافظ رحمت خان احمد خان سے رخصت ہو کر سیدھے سیّد کے پاس گئے۔ سیّد نواب نجیب خان کے قریب توپخانے میں تھا اور جو تجویز کیا تھا اُس سے بیان کیا۔ سیّد کو نواب احمد خان کے پاس لے آئے نواب نے اُس کو خط و تحائف دیے اور الموڑے کی طرف رخصت کیا۔ سیّد کے پہونچنے سے قبل وزیر کا وکیل مہدی جنگل کی راہ سے راجہ الموڑہ کے پاس آیا وزیر کا پیغام یہ تھا کہ ہمارے دشمنوں نے دامن کوہ میں پناہ لی ہے۔ ہم تمھاری دوستی سے امید رکھتے ہیں کہ اُن کو رسد نہ پہونچنے پائے بعوض اسکے نواب سید سعد اللہ خان کا تمام ملک تمھاری ریاست میں شامل کر دیا جائے گا جب سیّد مع تحائف وہاں پہونچا اور نواب احمد خان کا خط دیا۔ الموڑے کے راجہ کے وزیر نے صفدر جنگ کے وکیل کو رخصت کیا اور کہا کہ یہ انسانیت سے بعید ہے جو ہمارے یہاں آکر پناہ لے ہم اُس پر کھانا بند کریں۔ اُسنے فوراً اپنے کارندوں کو حکم دیا کہ جو گانوں والے پٹھانوں کے لشکر سے قریب ہیں اُنسے کہو جلد غلہ لاد کر اُن کے لشکر میں پہونچائیں اور سید کو جواب دیکر رخصت کیا سید یہاں پہونچنے بھی نہ پایا تھا کہ ہزاروں پہاڑی غلہ سر و پیر لیے ہوے نمودار ہوے اور بیچنا شروع کیا پٹھانوں نے اِس غلّے کو نعمت غیظے تصوّر کیا۔ بیچارے بھوکوں مر رہے تھے۔ اُسکو بہت غنیمت جانا جسکو درکار

تھا خرید کیا اور شکر خدا بجا لائے اور کھانے پکانے میں مصروف ہوئے۔

جب وزیر گنگا پار ہوئے تو اُنھوں نے ملہار راؤ کو سخت تاکید کی کہ اپنا لشکر لیکر دشمن کا تعاقب کرے لیکن مرہٹہ سرداروں نے بہ ایفائے اپنے قول کے توقف اور عذر کیا کہ تانتیا گنگا دھر اور مُغل افغانوں کے تعاقب میں گئے ہیں اسلیے مناسب ہے کہ انتظار کیا جائے کہ دشمن کس طرف کا ارادہ رکھتے ہیں جب معتبر خبر مل جائیگی تو اُس وقت کوچ یلغار کرنا مناسب ہوگا تھوڑے عرصے میں خبر ہوئی کہ پٹھان دامن کوہ کی طرف گئے مرہٹوں نے بہ تعجیل تمام کوچ کیا۔

عماد السعادت اور تاریخ شاہیہ نیشا پوریہ و سلطان الحکایات میں لکھا ہے کہ صفدر جنگ آنولے میں پہونچے تو وہاں نواب سید سعد اللہ خان خلف نواب سید علی محمد خان بہادر کو اُنھوں نے قتل کروایا اور دو روز آنولے میں وزیر کی فوج رہی تیسرے روز پٹھانوں کے تعاقب میں کوچ کیا۔ لیکن قتل نواب سید سعد اللہ خان کی حکایت محض غلط ہے اُن کا انتقال تو ۵ شعبان ۱۱۷۵ ہجری کو سل کی بیماری سے ہوا تھا جیسا کہ فرح بخش مولفۂ شیو پرشاد میں مفصل مذکور ہے۔ بہر صورت مرہٹوں کی فوجیں تعاقب کرتی ہوئیں پٹھانوں کے قیام گاہ کے تین کوس قریب جا پہونچیں یہاں اُنھوں نے مقام کیا۔ اور وزیر نے اپنا لشکر موضع چلکیا میں ڈالا۔ اور پٹھانوں کے اُس طرف کے تمام راستے بند کردیے تاکہ بھوک و پیاس کی شدت سے مجبور ہوکر قبضے میں آجائیں۔ مگر پٹھانوں کی پس پشت پہاڑ کی جانب سے انکو رسد پہونچنے کا عمدہ ذریعہ میسر تھا۔ عماد السعادت میں لکھا ہے کہ پٹھانوں کے پاس پہاڑ سے جو رسد آتی تھی وہ اُنکی جماعت کثیر کو کافی نہ تھی اس لیے گوشت کھا کر بسر کرتے تھے وزیر کے لشکر کے غریب آدمی یہاں سے گوشت لے جاتے

اور سیر بھر گوشت ایک اشرفی کو فروخت کرتے اور فروخت کرنے کی یہ ترکیب تھی کہ دور سے پٹھانوں کو گائے کا گوشت دکھایا جاتا وہ قیمت اوپر سے ڈالدیتے بیچنے والا قیمت لیکر ہٹ جاتا خریدار پہونچکر گوشت اُٹھا لیتا اور پٹھانوں کے لشکر میں رسد کی اتنی کمی تھی کہ رفتہ رفتہ ایک گائے اور بھینس ایک ایک پیسے کو وزیر کے لشکریوں کے ہاتھ فروخت کرنے لگے یہ بیان غلط ہونے میں اتنا واضح ہے کہ اس کی تردید کی بھی ضرورت نہیں۔

جنگل بہت گھنا تھا اور رستہ نہایت ناہموار تھا اس وجہ سے وزیر کا بڑا توپخانہ بہت دیر میں پہونچا ہر روز دن نکلے وزیر ہاتھی پر سوار ہو کر خود تو پیچھے رہتے اور مرہٹوں کو لڑنے کے واسطے آگے کرتے تھے اور اپنا توپخانہ پٹھانوں کے توپخانے کے مقابل لاتے تھے اُنکے توپخانے کا گولہ اتنا بلند جاتا تھا کہ پٹھانوں کے توپخانے کے اوپر سے گذر کر پیچھے کے میدان میں جا کر گرتا تھا اس کوس بھر کے میدان میں اولے کی طرح گولے برستے تھے صبح سے شام تک توپیں چلا کرتی تھیں اور شام کو واپس آتے تھے وزیر کا توپخانہ تھوڑی دیر بعد آتا تھا اور رات ہونے نہیں پاتی تھی کہ وزیر اپنی توپیں بنظر احتیاط اپنے لشکر کے قریب کھچوا لیجاتے تھے ہر روز اسی طرح جنگ ہوتی تھی دو مہینے یہی حال رہا مگر افغانوں کو اس سے بھی کچھ ضرر نہوا۔ پہاڑ سے ایک نالہ جاری تھا یہ اور بھی وزیر کی تدبیر میں ہارج تھا۔ پٹھان اس نالے سے نہر کاٹ لائے تھے اور اُس کا پانی اپنے لشکر کے گرد پہونچایا تھا۔ ملہار راؤ اور سورج مل جاٹ نے بہت کوشش راستہ معلوم کرنے کی کی مگر بے سود ہوئی۔

اس وقت وزیر کے پاس ایک خط اُنکے کارندے کے پاس سے جو دربار شاہی میں

متعین تھا اس مضمون کا آیا کہ جاسوسوں نے بادشاہ سلامت کو خبر دی ہے کہ احمد شاہ دُرّانی اپنے ہم قوم افغانوں کی مدد کو آتا ہے۔ اور دُرّانی مذکور نے افغانان کوہستانی کو اطلاع دی ہے کہ میں آتا ہوں سب کے سب دریاے سندھ کے کنارے مجتمع ہو کر میرے منتظر رہیں۔ خط میں یہ بھی لکھا تھا کہ جب بادشاہ کو یہ خبر معلوم ہوئی تو نہایت متردد ہو کر فیروز جنگ سے کہا کہ صفدر جنگ میری تمام فوج اور ہر مقام سے زمینداروں کو لے کر بیہودہ جنگ کرنے گیا ہے اب تک یہ بھی نہیں معلوم ہوا ہے کہ وہ احمد خان اور روہیلوں پر غالب آیا یا فتحیاب ہونے کی کچھ امید بھی ہے اب ہم کیا کریں فیروز جنگ نے آداب بجالا کر التماس کیا کہ جو کچھ غلام سمجھتا تھا وہی پیش آیا۔ کمترین نے حضور عالی کو پیشتر سے آگاہ کر دیا تھا۔ چونکہ حضور نے اِس امر میں جاوید خان سے صلاح لی تھی اس لیے اب اُس سے پوچھنا چاہیے کہ کیا کرنا چاہیے۔ بادشاہ سلامت نے فرمایا یہ تو سچ ہے مگر خطا انسان سے ہو ہی جاتی ہے تمکو یہ لازم نہیں ہے کہ مشورہ دینے سے انکار کرو۔ تب فیروز جنگ نے کہا کہ صفدر جنگ کے نام ایک شُقّہ روانہ ہونا چاہیے کہ احمد شاہ دُرّانی اس طرف آتا ہے اِسلیے تمکو لازم ہے کہ احمد خان سے صُلح کر لو اور یہ صلاح دی کہ علی قلی خان چھنگا اس قاصدی پر بھیجا جائے۔

راجہ اندرگر گوشائیں کے اتیتوں کا نواب احمد خانِ پر حملہ۔ اندرگر کا شکست پانا وزیر کا اندرگر کی شکست سے نہایت شکستہ خاطر ہو کر

میدان جنگ سے کاشی پور کی طرف بھاگ جانا

مرہٹوں کا اُنکا تعاقب کرکے روک لینا

وزیر نے اِس خبر کو اپنے معتمدوں سے بھی مخفی رکھا۔ دوسرے روز اُنھوں نے ملہار راؤ اور آپا سیندھیا اور گنگا دھر تانتیا اور سورج مل جاٹ کو طلب کیا اور کہا دو مہینے تو گذر گئے اور ہنوز روز اول ہے تم ذرا بھی آگے نہ بڑھے اور نہ کچھ مدد دی۔ آپا سیندھیا نے سب سے پہلے جواب دیا کہ ہم میدان کی لڑائی لڑتے ہیں نہ خارستان اور قلعہ و خندق کی۔ راجہ اندر گر گوشائیں نے کہا کہ تمھارا دشمن میدان میں ہے نہ وہ قلعہ میں ہے نہ خندق میں فقط پانی سدراہ ہے دو گوشوں میں مشرق و مغرب کی طرف پانی نہیں ہے۔ مشرق کی طرف نجیب خان اور سید احمد خان کا توپخانہ ہے اور مغرب کی سمت نواب احمد خان ہے اگر کوئی شخص تھوڑی بھی تکلیف کرے تو ہر فتح حاصل کر سکتا ہے۔ آپا سیندھیا نے کہا کہ تم بھی تو نواب وزیر کے نوکر ہو تمھیں اتنی تکلیف کیوں نہیں کرتے ہو۔ اندر گر نے کہا کہ کل میں نواب احمد خان کے مورچے پر حملہ کروں گا اور بے مدد اُسپر قبضہ کر لوں گا وزیر کے اقبال سے احمد خان کو زندہ گرفتار کر لاؤں گا۔ یا اُسکا سر نیزے پر لاؤں گا سرداران مرہٹہ نے جواب دیا اس سے بہتر اور کیا ہے۔ سب سردار رخصت ہو کر اپنے اپنے مقام کو گئے۔ آپا سیندھیا نے نواب احمد خان سے کہلا بھیجا کہ کل راجہ اندر گر تمپر حملہ کریگا اور مجھے اُمید ہے کہ وہ یا تو مارا جائے گا یا شکست کھائے گا۔

جب رات ختم ہوئی اور آفتاب مشرق سے طلوع ہوا راجہ اندر گر پندرہ ہزار سوار و پیادہ کی جمعیت سے کہ سب اتیت اور ناگے تھے بان اور بندوق سے مسلح ہو کر نیر

کے روبرو گیا اور حملہ کرنے کا حکم پایا۔ قبل حملہ کرنے کے راجہ اندر گرنے وزیر سے درخواست
کی کہ مغل اور شیر بچے کو حکم ہو کہ اول وہ داؤں کا حملہ نجیب خان اور سید احمد کے
مورچے پر کریں تاکہ کل پٹھان اُس طرف متوجہ ہوں اور نجیب خان کی مدد کو جائیں
احمد خان کی جانب خالی چھوڑیں اور کوئی پٹھان اُس کا معاون نہ رہے اُس وقت
میں اُسپر حملہ کرونگا وزیر نے اُسکے حسب دلخواہ حکم دیا راجہ اندر گرنے بڑھکر نشیب میں
مقام کیا اور منتظر موقع کا ہوا اور مغلوں نے نجیب خان کے مورچے پر حملہ کیا۔ لڑائی
شروع ہو گئی۔ مغلوں نے حتے المقدور بڑی جوانمردی کی مگر نجیب خان نے بھی
خوب دلجمعی کے ساتھ مقابلہ کیا اور اپنے دوستوں سے کہا کہ ابھی گولہ باری موقوف
کرو۔ جب دشمن قریب آئے تو تلوار سے مقابلہ کرنا۔ نجیب خان نے بخشی سردار خان
اور دوندے خان سے کہلا بھیجا کہ اپنی اپنی جگہیں چھوڑکر آئیں کیونکہ وہ سمجھتے تھے
خاص حملہ میری طرف کیا گیا ہے۔ حافظ رحمت خان یہ دیکھ کر کہ نجیب خان پر حملہ
ہوا سوار ہو کر نواب احمد خان کے پاس پہونچے مگر قبل اُنکے پہونچنے کے نواب احمد خان
ہاتھی پر سوار ہو کر اپنے مورچے کو جا چکا تھا۔ حافظ رحمت خان نے نواب سے کہا
کہ آج خاص حملہ نجیب خان کے توپخانے کی طرف ہے۔ نواب نے جواب دیا کہ
نجیب خان پر فقط دھوکے کا حملہ ہے۔ اصل حملہ مجھپر قوم اتیت کے ہاتھ سے ہوگا۔
اسلیے تم اپنے مورچے کو جاؤ اور اپنے سرداروں کو حکم دیا کہ سب ہوشیار رہیں
ڈیڑھ گھنٹہ دن رہے اتیتوں کی فوج میدان میں آئی۔ پٹھان تمنداروں نے
اپنی سپاہ کی صف بندی کی اجازت چاہی نواب احمد خان نے اُنسے کہا کہ فاتحہ
خیر پڑھ کر جنگ کا ارادہ کرو افغانوں نے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اُٹھائے اور

فاتحۂ خیر پڑھکر دشمن کی طرف چلے دونوں جانب سے پیشتر بان اور بندوق سر ہوئے اور ایک گھنٹہ تک اس طرح لڑائی ہوتی رہی آخرالامر پٹھان بڑھکر دشمن پر جا پہونچے اور تلوار چلنے لگی افغانوں نے اس سختی سے حملہ کیا کہ اتیتوں نے تاب نہ لاکر ہٹنا شروع کیا اس وقت اندر گر کا چیلہ اتیتوں پر حکمران تھا جب اُسنے دیکھا کہ ناگون اور اتیتون نے مُنہ پھیر لیا تو وہ گھوڑے پر سے اُتر پڑا اور اُن کو مجتمع کرنا چاہا اور اپنے خاص خاص ہمراہیوں سے کہا کہ تلوار لے کر حملہ کرو اُنھوں نے اُسکے حکم کی تعمیل کی اور خوب جانبازی سے لڑے اُنمیں سے بہت سے مارے گئے اور باقی منتشر ہو گئے۔ تب خود اتیتون کا سردار شمشیر بدست سامنے آیا اور ایک پٹھان فقط تلوار لے کر اُسکے مقابل ہوا۔ تھوڑی دیر لڑکر پٹھان نے اُسکو مار لیا اور اُس کا سر تن سے جدا کر لیا۔ جب اتیتون نے دیکھا کہ انکا سردار قتل ہوا بھاگ کھڑے ہوے راجہ اندر گر یہ برگشتگی طالع دیکھ کر میدان جنگ سے پھرا۔ پٹھانوں نے وزیر کے لشکر تک اُسکا تعاقب کیا اور غروب آفتاب کے وقت وہاں پہونچے بعد غروب اس قدر تاریکی ہوئی کہ ایک دوسرے کو شناخت نکر سکتا تھا۔ نواب احمد خان نے فوراً قاصد روانہ کیا اور حکم دیا کہ سب تعاقب سے واپس آئیں پٹھانوں نے وزیر کی توپوں کی گاڑیوں میں آگ لگا دی اور مع مال غنیمت اپنے لشکر میں واپس آئے۔ جب وزیر نے اندر گر کی شکست کی خبر سُنی نہایت افسردہ خاطر ہوے اور اپنے خیمے سے نکلکر ہاتھی پر سوار ہوے اور کاشی پور کی طرف بھاگے۔ جب ملہار راؤ اور آپا سیندھیا کو وزیر کے گریز کی خبر ملی بہت سی فوج لیکر اُن کا تعاقب کیا اور کاشی پور پہونچکر اُنکے سدّراہ ہوے اور وزیر کے پاس پہونچکر بولے کہ شکست تو اندر گر کو ہوئی آپکی اس بزدلی کا کیا باعث ہے اُسنے اپنے غرور کی واقعی سزا پائی۔

غرض ملہار راؤ اور آپا سیندھیا نے وزیر کو اس حرکت بزدلی سے جو بالکل منافی اُنکے مرتبے کے تھی باز رکھا اور وزیر واپس آکر پھر اپنی سابق جگہ میں قیام پذیر ہوے۔ روزمرہ کے حملے توپوں کے ختم ہوگئے کیونکہ اُنکی گاڑیاں اور مسالہ پٹھانوں نے جلادیا تھا ان جوانمردیوں کے باعث پٹھانوں کا گیا ہوا رعب لوگوں کے دلوں میں بیٹھتا جاتا تھا۔ مرہٹوں کے دل محاصرے سے ایسے اُکتا گئے کہ انکو لڑائی تو زیادہ کرنی پڑتی تھی اور غنیمت کچھ ہاتھ نہ آتی تھی اسکے علاوہ موسم کی تبدیلی اور آب وہوا کی خرابی نے دونوں فریقوں کی صحت میں نقصان پیدا کرنا شروع کردیا۔

فائدہ میں نے جو مسالا لکھا ہے اور مصالحہ نہیں لکھا تو وجہ اسکی یہ ہے کہ اُردو کے محاورے کے اعتبار سے اول دُرست ہے نہ دوم مُنیر کی رباعی ہے رباعی

ہے قحط میں مشکل اِک نوالا کھانا　　رکھتا ہے نہ گھی نہ کچھ مسالا کھانا
ہر لقمۂ خشک حلق میں پھنستا ہے　　تیار ہوا ہے کیا اُبالا کھانا

ابوالمنصور خان صفدر جنگ اور پٹھانوں میں علی قلی خان کے توسط سے عہد وپیمان کی تجویز اور اُس میں ناکامیابی

وزیر کو اس مہم مشکلات سے دن رات تردد رہتا تھا اس وقت علی قلی خان وزیر کے لشکر میں بادشاہ دہلی کا شقّہ لیکر داخل ہوا۔ یہ شقہ خاص بادشاہ کا دستخطی تھا جس میں یہ تحریر تھا کہ احمد خان سے فوراً صلح کرلینی چاہیے۔ یہ شقہ وزیر کے حوالے کرکے

علی قلی خان نے بادشاہ کا زبانی پیام یعنی احمد شاہ دُرّانی کی آمد کی خبر بیان کی۔ وزیر نے کہا کہ اگر صلح کی درخواست میری طرف سے ہوگی تو اِس میں تمام عمر کے واسطے میری توہین ہوگی پس کس صورت سے صلح کرنی چاہیے۔ علی قلی خان نے جواب دیا کہ مجھ میں اور احمد خان غالب جنگ میں قدیم سے رابطۂ اتحاد ہے اگر تمھاری مرضی ہو تو میں احمد خان سے ملاقات کر کے اُس کو صلح کی طرف مائل کروں وزیر اس تدبیر سے بہایت محظوظ ہوے۔ علی قلی خان نے احمد خان کو ایک شوقیہ خط اس مضمون کا بھیجا کہ مجھے تمھاری ملاقات کی کمال آرزو ہے۔ احمد خان نے یہ خط پڑھکر حافظ رحمت خان اور دوسرے سرداروں روہیلہ سے ملاقات کی اور خط کا مضمون کہا سب نے یہی صلاح دی کہ چونکہ علی قلی خان آپ کا دوست ہے اسلیے ملاقات مُناسب ہے۔ نواب احمد خان نے جواب لکھا کہ آپکے استفسار کی کیا ضرورت تھی آپ کا گھر ہے جب یہ جواب پہونچا علی قلی خان نے وزیر سے کہا۔ وزیر نے اُس سے قسم لی کہ ہرگز اشارہ صلح کا میری جانب سے نہ متصور ہو۔ علی قلی خان نے کہا کہ تم خاطر جمع رکھو کیونکہ میں سمجھتا ہوں کہ تمھاری توہین عین بادشاہ کی اہانت ہے جب علی قلی خان نواب کے توپخانے کے قریب پہونچا تو احمد خان کا بیٹا محمود خان استقبال کو آیا۔ جب محمود خان وہاں پہونچا۔ دونوں باہم بغلگیر ہوے۔ اور ایک ہاتھی پر سوار ہوکر احمد خان کے خیمے کی طرف روانہ ہوے۔ نواب اُٹھ کر لب فرش تک استقبال کو آیا اور اُس سے بغلگیر ہوا۔ ہاتھ میں ہاتھ دیے ہوے مسند تک گئے بہت دیر تک باہم دوستانہ گفتگو ہوتی رہی بعد ازاں علی قلی خان کو ایک خیمے میں پہونچایا جو خاص اُسی کے آرام کے واسطے ایستادہ تھا اور کھانا ہر قسم کا تیار کرا کے بھیجا گیا۔ شام کو احمد خان علی قلی خان

کے خیمے میں گیا۔ دوستانہ گفتگو کے بعد معاملات کا مذکور درمیان آیا۔ علی قلی خان نے بادشاہ کا دستخطی شقہ جو نواب احمد خان کے نام تحریر تھا نکالا۔ احمد خان نے اُس شقے کو سر پر رکھا تعظیم کی خاطر اپنی جگہ سے اُٹھ کر کھڑا ہوا اور دلی کی طرف منھ کر کے آداب بجالایا۔ بعد ازاں شقہ کھولکر پڑھا اُس کا مضمون بجز خاص خاص سرداروں کے کسی اور سے ظاہر نہ کیا۔ شرائط صلح شروع ہونے کے تھوڑے ہی دن بعد معلوم ہو گیا کہ بادشاہ نے صلح کر لینے کا حکم دیا ہے۔ احمد خان نے شقہ شاہی کو پڑھ کر پوچھا آخر اِس سے بادشاہ کی منشا کیا ہے۔ علی قلی خان نے کہا کہ تم اپنے بیٹے محمود خان اور نواب سید سعد اللہ خان کے مدار المہام حافظ رحمت خان کو میرے ہمراہ بھیجدو تاکہ دنیا کو معلوم ہو کہ گو وزیر نے حکم شاہی کی بجا آوری میں کوتاہی کی مگر احمد خان نے خود فرمان شاہی الامر فوق الادب سمجھ کر اطاعت کی اور اپنے بیٹے محمود خان اور نواب سید سعد اللہ خان کے خاص سردار کو وزیر کے لشکر میں بغرض صلح بھیجدیا۔ اِس میں وزیر کی بھی آبرو بنی رہے گی اور مراتب شاہی بھی ملحوظ رہینگے۔ احمد خان نے جواب دیا کہ اِس اَمر میں بغیر مشورہ اپنے سرداروں کے میں کچھ نہیں کہہ سکتا ہوں۔ احمد خان فی الفور سوار ہو کر نواب سید سعد اللہ خان کی فرودگاہ میں آیا اور حافظ رحمت خان اور دوسرے سرداروں کو طلب کر کے امر مذکور میں صلاح پوچھی۔ مُلّا سردار خان جو اُن سب میں عمر میں زیادہ تھا بولا کہ علی قلی خان کی کیا بساط ہے۔ نواب احمد خان نے پوچھا تمھاری اِس سے کیا غرض ہے، مُلّا سردار خان نے جواب دیا کہ معاملہ صلح ایسے شخص کے توسط سے ہونا چاہیئے جو خود کچھ قوت اور اختیار رکھتا ہو۔ اگر ضرورت پڑے تو تکمیل شرائط میں مجبور کرے اور در صورت فسخ معاہدہ بمقابلہ پیش آسکے اِس کا مطلب یہ تھا کہ صلح نامہ ملہار راؤ اور آپا سیندھیا کے توسط سے

ہونا چاہیئے مگر کسی حال میں مجھے یہ منظور نہیں ہے کہ محمود خان دشمن کے لشکرگاہ میں جائے۔ حافظ رحمت خان کو اختیار ہے کہ چاہیں جائیں یا نہ جائیں کیونکہ اُن میں اور وزیر میں مخفی اتحاد ہے۔ احمد خان نے سردار خان کو جواب دیا کہ میں تمھاری صلاح کو بدل پسند کرتا ہوں اور اسپر عمل کروں گا بعد ازاں نواب احمد خان اپنی لشکرگاہ میں واپس آیا اور دوسرے روز علی قلی خان سے کہا گو مجھے خود تمپر اعتماد کامل ہے مگر روہیلہ سردار مرہٹوں کی وساطت کے بغیر میرے بیٹے کے بھیجنے میں رائے نہیں دیتے ہیں یہ سن کر علی قلی خان نے جواب دیا کہ واللہ روہیلہ سردار نہایت ذی ہوش اور دُور اندیش ہیں یہی میری خواہش تھی جو اُنھوں نے صلاح دی میری جو مُراد صلح سے تھی وہ حاصل ہے کیونکہ میری غرض صرف تمکو صلح کی طرف راغب کرنیکی تھی نواب احمد خان نے جواب دیا تمھاری دوستی میرے دلپر گویا پتھر کی لکیر ہے بعد اس ملاقات کے علی قلی خان رخصت ہو کر اپنے لشکر میں آیا اور وزیر سے ملاقات کی کل ماجرا مفصل بیان کیا اور کہا میں نے احمد خان کو صلح پر راضی کرلیا ہے مگر شرط یہ ہے کہ صلحنامہ بتوسط ملہار راؤ اور آپا سیندھیا کے ہونا چاہیے اسلیے کھانڈے راؤ محمود خان و حافظ رحمت خان کو لانے کے واسطے بھیجا جائے۔ وزیر نے ملہار راؤ اور آپا سیندھیا کو طلب کر کے کہا کہ نواب احمد خان کے بیٹے کے یہاں لانے کی تدبیر کرو جب وہ یہاں آئے گا ہم کوئی تصفیہ کرلینگے ان دونوں سرداروں نے منظور کیا مگر یہ کہا کہ ایسی کوئی بات نہونے پائے کہ پھر ہمکو وزیر سے مخاصمت پیدا کرنا پڑے۔ وزیر نے باوجود اپنے مرتبے کے مجبور ہو کر قسم کھائی کہ اس سے میرا ارادہ دغا کا نہیں ہے۔ تب ملہار راؤ نے اپنے بیٹے کھانڈے راؤ کو نواب

احمد خان کے بیٹے کو وزیر کے لشکر میں لانے کے واسطے بھیجا آپا سیندھیا نے
احمد خان سے کہلا بھیجا تھا کہ اپنے بیٹے کو بھیجنے میں کوئی عذر نہ کرنا اب کھانڈے راؤ
مع ہمراہیوں کے نواب احمد خان کے مورچے کے قریب پہونچا اُسکے آنے کی خبر
نواب احمد خان کو پہونچی اُس نے اُس وقت محمود خان کو طلب کیا اور کچھ اُس
کے کان میں کہا اور دو سو سواروں کو اُسکے ساتھ کیا اور نواب سید سعد اللہ خان
نے حافظ رحمت خان کو بھیجا جب کھانڈے راؤ نے اُنکو آتے دیکھا اپنے ہاتھی سے
اُتر پڑا اور بغلگیر ہوا۔ بعد ازاں جب پھر سوار ہو گئے تو کھانڈے راؤ نے اپنا ہاتھی
محمود خان کے ہاتھی کے پیچھے رکھا اور اس طرح سے مرہٹوں کی لشکر گاہ میں
پہونچے۔ ملہار راؤ اور آپا سیندھیا اور تانتیا گنگا دھر اور دوسرے سردار پیشوائی کو
آئے جب وہ سامنے پہونچے اُتر پڑے اور محمود خان اور حافظ رحمت خان سے بغلگیر
ہوے۔ بعد ازاں ملہار راؤ نے اُنکو ایک خیمے میں لیجا کر ایک مسند پر بٹھایا اور مرہٹہ سردار
گرد بیٹھے۔ اُس وقت دکن کے تحائف پیش کیے گئے۔ چند اشیا تو محمود خان نے قبول
کیں باقی گھوڑا و ہاتھی وغیرہ اُس نے واپس کر دیے۔ بعد ازاں سرداران مرہٹہ
وزیر کے لشکر میں گئے۔ اور کہا سردار ذی مرتبہ صاحبزادے کو لانے کے واسطے روانہ
کرو۔ نواب سالار جنگ اور علی قلی خان کو جانے کا حکم ہوا۔ سرداران مرہٹہ اُنکے ہمراہ
واپس آئے۔ جب مناسب فاصلے پر پہونچے۔ صف باندھکر کھڑے ہوے اُنکے آنے
کی خبر سُنکر محمود خان اور حافظ رحمت خان لشکر سے نکلے اُنکو آتے دیکھ کر نواب سالار جنگ
آگے بڑھا اور جب قریب پہونچا اپنے ہاتھی سے اُتر پڑا اور اُن سے بغلگیر ہوا۔ تب
یہ سب باہم وزیر کے لشکر میں پہونچے۔ جب تھوڑا فاصلہ باقی رہا محمود خان اور

حافظ رحمت خان ٹھہر گئے۔ ملہار راؤ اور آپا سیندھیا نے سبب پوچھا تب محمود خان نے کہا کہ آپ آگے جاکر وزیر سے اجازت لیجیے میں یہ چاہتا ہوں کہ میرے سب ہمراہی ملاقات کے وقت موجود ہوں وہ گئے اجازت مطلوبہ لائے اور اسمٰعیل خان کو حکم ہوا کہ دروازے پر جاکر کھڑا ہو تاکہ محمود خان کے آدمیوں کی روک نہو۔ مرہٹے محمود خان و حافظ رحمت خان کو وزیر کے خیمے میں لے گئے یہاں وہ منتظر ملاقات کے بیٹھے تھے۔ اِس سراچے میں تین صحن تھے۔ محمود خان اول صحن سے گذر کر اپنے ہاتھی سے اُتر کر پالکی میں سوار ہوا دوسرے سردار پہلے ہی دروازے سے ہاتھی سے اُتر کر پالکی میں سوار ہوے تیسرے دروازے پر محمود خان نے توقف کیا اور اپنے ہمراہیوں کو اندر جانے کا حکم دیا جب سب اندر پہونچگئے اُسکے بعد وہ اندر جاکر ٹھہرا تب ملہار راؤ اور آپا سیندھیا نے آگے بڑھکر اُسکو پالکی سے اُتارا اور اُسکے ساتھ چلے۔ محمود خان لب فرش پہونچکر آداب بجالایا وزیر نے کہا مرحبا اور دونوں ہاتھ پھیلا کر گلے سے لگایا اور پیشانی کو بوسہ دیا یہ رسم مغلوں کی تھی کہ بوقت ملاقات وہ جسکو زیادہ عزیز رکھتے اُسکی پیشانی کو بوسہ دیتے وزیر نے آگے بڑھکر اپنی داہنی جانب کی مسند پر محمود خان کو بیٹھنے کو کہا محمود خان نے اُس وقت چند اشرفیاں ہاتھ میں لیکر نذر گذرانیں۔ وزیر نے نہایت لطف و مہربانی سے نذر واپس کی۔ لیکن محمود خان نے اصرار کیا تب اُنھوں نے تبسم کر کے نذر قبول کی۔ اِس کے بعد محمود خان بیٹھا وزیر نے اُس کا ہاتھ لیکر اپنے سینے سے لگایا اور نہایت شفقت سے بات چیت کرنے لگے۔ اِدھر اُدھر کی باتوں کے بعد وزیر نے کہا پٹھان بھاگا نہیں کرتے ہیں تمھارا باپ کیوں اتنی دور بھاگ گیا ہے۔ محمود خان نے جواب دیا اسکی وجہ یہ ہے کہ میرا باپ دو غلہ ہے وزیر نے پوچھا اُسکے کیا معنی محمود خان

نے کہا کہ میرے والد کی ماں قوم مغل سے تھی اور باپ پٹھان تھا چنانچہ جب وہ اصل پدری کی طرف جاتا ہے تو بہادری سے میدان میں آتا ہے اور جب نسل مادری کی طرف رُخ کرتا ہے تو بھاگ کھڑا ہوتا ہے اس جواب سے وزیر خاموش ہوگئے کیونکہ وہ خود قوم مغل سے تھے۔ اسکے بعد وزیر نے ملہار راؤ اور آپا سیندھیا کی طرف مخاطب ہوکر کہا کہ میں نے ابھی کچھ کھایا نہیں ہے آپ براہ عنایت بابا محمود خان سے رخصت ہوجیے۔ یہ سُن کر دونوں سردار اپنے لشکر کو روانہ ہوے۔ وزیر تب محمود خان و حافظ رحمت خان کو لیکر اپنے خاص خیمے میں گئے اور خاصہ طلب کیا بقا اللہ خان نے مہمانوں کے واسطے کھانا بھیجا۔ جب کھانے سے فارغ ہوے وزیر نے اسمٰعیل خان کو حکم دیا کہ ہمارے سراچے کے داہنی جانب اُنکے واسطے خیمہ استادہ کرے۔ جب خیمے کھڑے ہوچکے تو محمود خان و حافظ رحمت خان وزیر سے رخصت ہوے۔ جب ایک گھنٹہ رات گئی وزیر کے حکم سے ایک ہزار مغلوں نے ان دونوں شخصوں کے خیموں کو گھیر لیا۔ جب محمود خان اور حافظ رحمت خان کے نوکروں نے یہ حال دیکھا ہر ایک نے فرداً فرداً جاکر اپنے مالکوں سے اطلاع کی مرہٹوں کے جاسوسوں نے معلوم کیا کہ کچھ دغا کا ارادہ ہو رہا ہے اس لیے نہایت متردد ہوکر اپنے سرداروں کو خبر دی۔ کھانڈے راؤ یہ خبر سُنتے ہی بلا اطلاع اپنے والد کے وزیر کے لشکر کو گیا اُسنے دیکھا کہ ایک ہزار مغل سپاہی مہمانوں کے خیمے کے گرد ہیں فوراً اُسنے اپنی فوج کو حکم دیا کہ ان نالائقوں پر حملہ کرکے انکو منتشر کردو یہ حکم سُنکر مغل بھاگ کھڑے ہوے۔ سراچے میں پہونچکر کھانڈے راؤ نے دیکھا کہ محمود خان و حافظ رحمت خان مسلح بہ ارادۂ مقابلہ کھڑے ہیں۔ کھانڈے راؤ کو دیکھ کر محمود خان نے مسکراکر کہا کہ میں خدا سے دعا مانگتا تھا کہ میں کسی صورت سے وزیر تک پہونچ جاؤں

خدا نے میری دعا قبول کی اب تم اپنے بہادر سپاہی میرے تابع کر دو تاکہ وزیر کو اُن کے فریب کا مزہ چکھا دوں۔ کھانڈے راؤ نے جواب دیا کہ جب وزیر فقط اپنے ہی بھروسے پر رہ جائینگے تو وہ آپ اپنے کیے کی سزا پائینگے۔ اب تمکو لازم ہے کہ فوراً یہاں سے نکل چلو وہ سب سوار ہو کر چلے اور مرہٹے کے لشکر کو بائیں جانب چھوڑ کر دامن کوہ کی طرف روانہ ہوے۔ جب وہ پٹھانوں کے کیمپ کے قریب پہونچگئے تو کھانڈے راؤ نے آکر اپنے باپ سے مفصل حال کہا۔ کھانڈے راؤ کے واپس آنے کے بعد ملہار راؤ اور آپا سیندھیا وزیر کے پاس گئے اور کہا جب تمکو دغا منظور تھی تو ہمکو درمیان میں ڈالنے کی کیا ضرورت تھی اور کسی قدر سخت کلامی سے گفتگو کی وزیر نے نرمی سے جواب دیا کہ تمہارا کیا خیال ہے کہ بغیر دریافت حال اس قدر سختی سے بات چیت کرتے ہو جو اصل حال ہے وہ علی قلی خان سے جو نواب احمد خان کا بڑا دوست ہے دریافت کرنے سے بخوبی معلوم ہو سکتا ہے۔ جب علی قلی خان وہاں آیا وزیر نے اُس سے کہا کہ انسے کیفیت مفصل بیان کرو۔ اُسنے کہا کہ اس خیال سے کہ وزیر کے سپاہیوں کو افغانوں سے عداوت قلبی ہے مبادا وہ اُنکو کچھ ضرر پہونچائیں اسلیے میں نے وزیر سے مشورہ لیکر ایک ہزار مغل سواروں کا پہرہ مہمانوں کے خیموں کے گرد کر دیا تھا۔

وزیر کے حکم سے افغانوں کے لشکر میں محبوب عالم کی سازش اور اُس کا کھل جانا

جب صلحنامے کی اول کوشش میں ناکامیابی ہوئی تب دوسری تدبیر کیگئی ایک شخص شمس آباد کا رہنے والا محبوب عالم نام بڑا ذی علم اور عقیل تھا یہ میر قدرت علی کی سفارش

سے وزیر کے یہاں نوکر ہوگیا تھا اُسکی ذہانت کی وجہ سے وزیر اُسکی صلاح کی بڑی قدر کرتے تھے ایک روز وزیر نے اُس سے کہا کہ میں نے افغانوں کے زیر کرلے کی بہت کوشش کی مگر کلام مجید کا مضمون اس موقع پر راست آتا ہے کہ کم من فئة قليلة غلبت فئة كثيرة باذن اللہ۔ تم عقیل آدمی ہو بتلاؤ کیا تدبیر ہے جس سے میں اپنے دشمن پر فتحیاب ہوسکوں۔ سید نے جواب دیا کہ اس کج اندیش کے ذہن میں ایک تدبیر ہے مگر چونکہ کمترین ملازمان قدیم میں سے نہیں ہے اور اس خیال سے بھی کہ شاید غلامان حضور کے پسند نہو عرض نہ کیا۔ وزیر نے جواب دیا کہ ملازمان قدیم سے زیادہ مجکو تم پر اعتبار ہے جو کچھ خیال تمھارے دل میں ہو بلا تکلف و بے خطر بیان کرو تب سید مذکور نے دریافت کیا کہ آیا حضور کی منشا فقط احمد خان کے قتل یا گرفتاری کی ہے یا کُل قوم افغانان کا قلع وقمع ملحوظ خاطر ہے۔ وزیر نے کہا کہ دشمن میرا احمد خان ہے۔ مگر چونکہ دوسرے بھی اُسکے شریک ہیں اسلیے مجھے تمام قوم افغانون کا استیصال کرنا پڑا تب اُسنے پوچھا اگر دوسرے پٹھان احمد خان کو چھوڑکر حضور کے روبرو حاضر ہوں تو اُنکے واسطے کیا تجویز ہوگا اُنھوں نے کہا اُنکے مرتبے وعزت کے مطابق اُن کے ساتھ سلوک کیا جائے گا جو ذی رتبہ ہیں انکو رتبہ وجاگیر ہوگی اور باقی داخل لشکر کیے جائینگے اب سید نے عرض کیا کہ اگر حضور کی ایسی تجویز ہے تو کمترین کی گذارش یہ ہے کہ ہر ایک شخص کے نام ایک ایک پروانہ بدستخط و مہر خاص لکھوا دیجیے اور یہ پروانے مجکو عنایت ہوں اور ساتھ اِسکے ایک حکم بھی جیسا مناسب رائے عالی ہو مجھے ملے وزیر نے سید منور کو حکم دیا کہ ہمارے منشی کے پاس ہمارا حکم پہنچا دو کہ حسب تجویز سید محبوب عالم پروانے تیار کرے اور جب سب تیار ہوچکیں سید موصوف کے حوالے کرے۔ میر قدرت علی و سید

محبوب عالم تب رخصت ہو کر منشی کے پاس آئے جب یہ پروانے تیار ہو چکے وزیر کی خدمت
میں بغرض منظوری پیش ہوے۔ بعد ازاں میر قدرت علی کے خیمے میں محبوب عالم کے
حوالے کیے گئے ایک شخص حسام الدین نامی گوالیار کا رہنے والا احمد خان کی رفاقت
میں تھا اُسکا مکان شہر گوالیار کے باہر غوث پور میں تھا اُسکے دادا مخدوم ابو الحسن ولی
حضرت محمد غوث گوالیاری کے ہمشیرہ زادے اور داماد تھے۔ اِس حسام الدین کے
ایک چچا کا بیٹا میر معزالدین نام ولد شاہ خطیر الدین گوالیاری بادشاہ کا نوکر اور
اس وقت وزیر کے لشکر میں حاضر تھا۔ میر قدرت علی اُسپر بہت اعتماد رکھتا تھا اور
اُسکی بڑی عزت کرتا تھا سبب اِس کا یہ تھا کہ میر قدرت علی سید حسن دانشمند
والی پوری کی اولاد سے تھا اور یہ سید حسن دانشمند میر حمید الدین کا خلیفہ تھا جو
محمد غوث گوالیاری کے نام سے مشہور تھے۔ اتفاقاً میر معزالدین قدرت علی کے خیمے
میں آیا اور میر محبوب عالم و معزالدین سے میر قدرت علی کے توسط سے دوستی پیدا
ہو گئی عین گفتگو میں محبوب عالم کو یہ معلوم ہوا کہ معزالدین حسام الدین کا چچازاد بھائی
ہے اور نہایت دوست بھی ہے محبوب عالم نے معزالدین سے کہا کہ تم حسام الدین کو
لکھ بھیجو کہ تمنے احمد خان کی نوکری کیوں اختیار کی ہے وہ تھوڑے عرصے میں یا تو
قتل ہو جائے گا یا گرفتار ہو گا اسلیے مصلحت یہی ہے کہ فوراً وہاں سے یہاں چلے آؤ۔
اور کل اسباب اپنا وہیں چھوڑ دو یہاں مہیا ہو رہے گا۔ جس وقت تم یہاں پہونچو گے
اُسی وقت وزیر سے ملاقات ہو جائے گی اور تمکو جاگیر و منصب حاصل ہو گا۔
میر معزالدین نے اِس مضمون کا خط لکھ کر محبوب عالم کے حوالے کیا۔ اور محبوب عالم نے
بھی جتنے اُسکے دوست و آشنا مئو شمس آباد کے تھے اُن سب کے نام چٹھیاں لکھیں اُن

کا مضمون یہ تھا کہ میں نے وزیر سے تمھاری سفارش کی ہے اور وزیر نے فرمایا ہے کہ سب کے موافق مرتبے کے نوکری و منصب عطا ہوگا اور میں نے مضبوطی کے واسطے شقہ وزیر کا مُہری لکھوالیا ہے۔ اسلیے تم کو لازم ہے کہ فوراً وہاں سے چلے آؤ سب پروانے اور اپنے خط اکھٹا رکھ کر وزیر کے ایک قاصد کے ہاتھ اپنے خاص نوکر بھائی خان کے ساتھ احمد خان کے لشکر کو روانہ کیے۔ صاحب داد خان خٹک و محبوب عالم دونوں شمشیر خان چیلے کے پاس نوکر تھے اور یکجائی کے سبب دونوں میں بڑی دوستی ہو گئی تھی۔ گویا ایک جان دو قالب تھے۔ اور اِس بھروسے پر محبوب عالم نے اِسقدر جسارت کی تھی۔ بھائی خان خدمتگار صاحبداد خان کے خیمے پر پہونچا اور کل خطوط و پروانجات اُسکے حوالے کیے اور وہاں سے حسام الدین کے خیمے کی طرف چلا اور پہونچکر معز الدین کا خط حسام الدین کو دیا اور جواب مانگا حسام الدین نے کھولکر اُس خط کو پڑھا۔ اور یہ جواب دیا۔

"آپ یہ خیال فرماتے ہیں کہ میں نواب احمد خان کی ملازمت میں ہونے سے خوف میں ہوں یہ تصور آپ اپنے دل سے دُور رکھیے۔ نواب احمد خان کے پاس کم و بیش ایک لاکھ جوان ہیں اور یہ سب کے سب بڑے بہادر کفن بردوش۔ لڑنے اور جان دینے تیّار ہیں۔ بلکہ جان سے ہاتھ دھوئے بیٹھے ہیں اور اِس پر کمربستہ ہیں کہ یا تو فتح حاصل کریں یا میدان میں مریں۔ آپ خود خیال کر سکتے ہیں کہ جو شخص مرنے پر آمادہ ہو اُسکا مارنا آسان نہیں۔ع

ہر کہ دست خویشتن از جان شست خود بماند و دشمن خورد انگشت

مردہ مے یابد نجات از دست موت زندہ ہا ور انماید جملہ پشت

بالفرض یہ بھی تسلیم کیا جائے کہ وزیر تھوڑے عرصے میں احمد خان پر غالب آکر اُسکو اسیر یا قتل کرینگے تو اب میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ اگر وزیر احمد خان کے ہاتھوں سے خوف میں ہوتے اور میں تمکو لکھتا کہ تم وزیر کو چھوڑ کر ہماری طرف آکر اپنی جان بچاؤ تو کیا آپ کی حمیّت اس بات کو قبول کرتی کہ باوجود سردار و سیّد ہونے کے جان بچا کر آبرو خاک میں ملا دیتے۔ میں سمجھتا ہوں کہ آپ وزیر کا ساتھ چھوڑنا پسند نکرتے ؎ ہر چہ بر خود نہ پسندی بر دیگرے مپسند۔ مجھے آپ معاف رکھیے کہ ایسی نادانی کی تحریر میں منظور نہیں کر سکتا ہوں " یہ جواب بھائی خان کے حوالے ہوا۔ اور وہ لیکر صاحبزادہ خان کے خیمے میں آیا اور اُسنے بھی جواب خط کا دیا۔ اور تحریر کیا کہ " میں نے تمھارے پروانے اور خطوط تقسیم کر دیے جو کچھ اُس کا نتیجہ ہوگا اُس سے بعد کو اطلاع دیجائے گی میں قاصد کو روک نہیں سکتا ہوں کہ اس میں خود آفت میں پڑ جاؤنگا۔ اسلیے قاصد کو واپس بھیجتا ہوں " قاصد یہ دونوں خط لیکر اپنے لشکر کی طرف واپس روانہ ہوا۔ روہیلہ چور جو نواب سید سعد اللہ خان اور نواب احمد خان کے لشکر کو دق کیا کرتے تھے دزدی و رہزنی میں طاق تھے۔ اب اُنھوں نے یہ شیوہ اختیار کیا تھا کہ توپخانے کی داہنی و بائیں جانب پوشیدہ رہنے لگے۔ جب رات ہوتی وزیر کے لشکر میں جاتے اور گھوڑا اور اونٹ اور سامان جو کچھ ملتا لوٹ لاتے اور اُسکو بیچکر پھر اپنے مقام معہود میں مخفی جا بیٹھتے تھے اتفاقاً یہ قاصد اُنکے قریب سے ہو کر گذرا۔ اُنھوں نے اُسکو گرفتار کر لیا۔ اور نواب احمد خان کے روبرو لائے۔ نواب نے قاصد کو سامنے بلا کر پوچھا تم کس غرض سے لشکر میں آئے تھے اُس نے جان کے خوف سے کُل حال بیان کر دیا اور دونوں خط جو اُس کے پاس تھے

حوالے کیے جب نواب احمد خاں نے اُن خطوں کو دیکھا اُسنے حسام الدین کو طلب کیا۔ حسام الدین کو خبر پہونچ چکی تھی کہ قاصد کو پٹھانوں نے گرفتار کر لیا ہے اور نواب کے روبرو لائے ہیں۔ جب حسام الدین روبرو نواب کے آیا نواب نے اُس سے مخاطب ہو کر پوچھا یہ معز الدین کون شخص ہے جس سے تم خط و کتابت رکھتے ہو اُسنے جواب دیا حضور میرا بھائی ہے تب نواب نے پوچھا کہ اُسنے کیا لکھا تھا حسام الدین نے جواب دیا جو کچھ تحریر کیا تھا حضور کے روبرو ہے اسکے اعادے کی ضرورت نہیں ہے رستم خاں بنگش و حاجی سرفراز خاں و مستجاب خاں اُس وقت حاضر تھے اُنکی طرف متوجہ ہو کر احمد خاں نے کہا کہ یہ حسام الدین بڑا عالی نسب ہے اسنے حق نمک خوب ادا کیا دیکھو اسنے کیا جواب اپنے بھائی کو لکھا ہے تب احمد خاں نے وہ خط بہ آواز بلند پڑھکر سنایا اُنھوں نے سنکر حسام الدین کی بڑی تحسین و آفرین کی۔ نواب احمد خاں نے حسام الدین کی طرف پھر کر کہا کہ جو کچھ تم سے مجھے اُمید تھی وہی تمنے کیا انشاء اللہ بہت جلد وہ وقت آئے گا کہ میں تمھیں اس صداقت شعاری کا عوض دونگا بعد ازاں حافظ رحمت خاں و ملا سردار خاں و دوندے خاں و فتح خاں و سید احمد کو بلا کر نواب نے تمام حال کہا۔ سید احمد نے عرض کیا کہ میرے ماتحت کے لوگ دامن کوہ سے لے کر پیلی بھیت تک متعین ہیں میں اُن کو حکم بھیجدونگا کہ اگر کوئی پٹھان بہ ارادہ گریز لشکر سے نکلے اُسکو فوراً قتل کر ڈالو اور اُس کا اسباب ضبط کر لو اب یہ تمام روہیلہ سردار رخصت ہوے اور احمد خاں نے حاجی سرفراز خاں کو حکم دیا کہ قاصد کو لشکر سے نکالدو فوراً اس حکم کی تعمیل ہوئی۔

تجدید شرائط عہد نامہ و تکمیل صُلح

شیو پرشاد نے فرح بخش میں لکھا ہے کہ وزیر کے لشکر سے محصورین کو کوئی نقصان نہین پہونچ سکتا تھا بلکہ محاصرین دقت میں آگئے تھے کیونکہ نہ اُن کو چارہ مل سکتا تھا اور نہ غلّہ آسانی سے میسّر آتا تھا۔ نمک۔ تمباکو اور چراغ کا تیل کبریت احمر کے حکم میں تھا۔ روہیلے کہ پہاڑی آدمی تھے اور پیادہ چلنے کے عادی تھے پہاڑوں پر جاتے غلہ لاتے اور آرام سے کھاتے بلکہ تجارت بھی کرتے اور کبھی جنگل کے درختوں کی آڑ پکڑ کر مخالف پر باڑھ بھی مار جاتے تھے۔ صفدر جنگ نے تبرداروں اور بلیداروں کو حکم دیا کہ جنگل کے درخت کاٹنا شروع کریں جب بڑے بڑے درخت کٹکر گر پڑے تو اور راستہ بند ہونے لگا اور پہلے سے زیادہ روہیلوں کو آڑ ہو گئی اور اُنکے لیے یہ قدرتی مورچہ تیّار ہونے لگا۔ محاصرے کی مُدّت کو تین ماہ کا طول ہو گیا۔ صفدر جنگ بھی طول محاصرہ اور مرہٹوں کی دراز دستی سے مُول ہو گئے۔ اور اسی زمانے میں کہ ۱۱۶۵ ہجری تھے احمد شاہ دُرّانی نے دوبارہ ہندوستان پر چڑھائی کی اور پنجاب پر پورے قابض ہو گئے۔ مغرب کے بعض راجوں نے ملہار راؤ اور آپا سیندھیا کو لکھا کہ احمد شاہ دُرّانی قوم افاغنہ کی مدد کو آتے ہیں اس خبر نے مرہٹوں کو بڑے تردد میں ڈالا اور وہ سب مشورے کے واسطے مجتمع ہوے اور متفق الرائے ہو کر وزیر کے پاس گئے اور اُنکو ملامت کر کے کہا کہ تمنے احمد شاہ دُرّانی کی آمد ہم سے ذکر نہ کی اور اس خبر کو ہم سے مخفی رکھا اور انھوں نے یہ بھی کہا کہ یہ تو بخوبی معلوم ہو چکا ہے کہ ہماری اور تمھاری سپاہ نے مہم کی صعوبت دیکھ کر دل ہار دیا ہے اور عاجز ہو گئی ہیں سوا اسکے پہاڑ کے پانی نے اُن میں ایسا اثر

پیدا کر رکھا ہے کہ وہ اکثر مرگ مفاجات سے ہلاک ہوتے ہیں چونکہ جان ہر شخص کو عزیز ہے
اس سبب سے اُنمیں بڑا خوف پھیل رہا ہے۔ اب جو وہ احمد شاہ دُرانی کی آمد سُنیں گے
اور بھی پریشان ہونگے اور بھاگنا شروع کر دینگے۔ اب وزیر کا کام یہ ہے کہ اِس امر کا
انصاف کریں ہمارا کام فقط مان لینا ہے۔ وزیر دریاے حیرت میں ڈوب گئے کیونکہ
وہ ایسے خطرناک موقع پر حیلہ کرنے سے معذور تھے اِس واسطے صلح کی طرف مائل
ہوے اور بڑے غور و تامل کے بعد انھوں نے کہا کہ مین نے اس کا تصفیہ تمھاری راے پر
چھوڑا جو تمھاری راے میں آئے سو کرو مرہٹوں نے کہا کہ اب تلوار میان میں کرنی چاہیئے
اور علی قلی خان کو افاغنہ کے لشکر میں بھیجنا چاہیے کہ وہ جا کر کہے کہ وزیر بہ تعمیل حکم
بادشاہ جنگ سے دست بردار ہوے ہیں تمکو بھی لازم ہے کہ صلح کر لو۔ احمد خان کو
کُل مُلک موروثی اُس کا دیا جاتا ہے اِس شرط سے کہ اُسکی عوض وہ تیس لاکھ روپے
بطور نذرانے کے داخل کرے اور جب تک یہ روپیہ ادا ہو نصف ملک مکفول رہے
یہ شرائط وزیر نے منظور کیں اور مرہٹوں سے کہا کہ کوئی معتمد آدمی علی قلی خان کے ساتھ
ہو ملہار راؤ اور آپا سیندھیا نے اپنے دیوان تانتیا گنگا دھر کو منتخب کیا اور دونوں ایلچی
روانہ ہوے۔ وزیر سے پوشیدہ ملہار راؤ اور آپا سیندھیا نے تانتیا سے یہ کہدیا کہ
تم احمد خان سے موقع مناسب پر ہماری طرف سے کہدینا کہ جو شرائط علی قلی خان پیش کرے
تم بلا رد و کد منظور کر لینا کیونکہ اس وقت یہی مناسب معلوم ہوتا ہے اور ہم تمھارے
بہر حال ہوا خواہ ہیں اور اپنے بیٹے کو ہماری ذمہ داری پر وزیر کے لشکر میں بھیجدو
یہ دونوں پٹھانوں کے لشکر میں پہونچے علی قلی خان نے کہا کہ ہم دونوں ایک ساتھ
ملاقات کریں مگر گنگا دھر نے کہا کہ تم آج ملاقات کر لو میں کل جاؤنگا علی قلی خان احمد خان

کے پاس گیا اِدھر اُدھر کی باتوں کے بعد معاملے کی گفتگو شروع ہوئی۔ علی قلی خان نے پیغام بیان کیا اور کہا کہ مرہٹوں کا وکیل گنگا دھر کل حاضر ہوگا۔ تانتیا دوسرے روز نواب احمد خان کے پاس گیا اور روہیلہ سردار جمع ہوئے ملا سردار خان کی یہ رائے ہوئی کہ معاملہ ملہار راؤ اور آپا سیندھیا کی رائے پر چھوڑنا چاہیے اسپر احمد خان راضی ہوا اور علی قلی خان اور تانتیا کو بلا بھیجا اور اُنسے کہا کہ ہم ملہار راؤ اور آپا سیندھیا کو رضامند رکھنے کے لیے اپنا نصف مُلک تا ادائے نذرانۂ شاہی مکفول کرتے ہیں۔ اور شرائط مجوزۂ سرداران مرہٹہ کی قبولیت کا خط تحریر کر دیا یہ خط تانتیا کے حوالے کیا ایک نقل یہ ہے کہ شرائط تانبے کے دو پتروں پر کندہ کی گئی تھیں جنکو احمد خان اور مرہٹوں نے باہم تبدیل کر لیا۔ معافی نواب احمد خان کے بیٹے محمود خان کے نام تھی اور اقرار تھا کہ جب تک خاندان بنگش کا ایک غلام بھی باقی رہے گا ان سب محال میں مرہٹوں کی طرف سے کسی قسم کی دست اندازی نہوگی اور محمود خان اور حافظ رحمت خان مرہٹوں کے لشکر کو روانہ ہوے اور جب اُنکے لشکر کے قریب پہونچے ملہار راؤ اور آپا سیندھیا سوار ہوکر تھوڑی دور گئے اور محمود خان اور حافظ رحمت خان کی وزیر سے ملاقات کرائی اور شرائط صلح کی تکمیل ہوگئی یہ بیان آروِن صاحب کی تاریخ کے مطابق ہے پس عالم شاہی کے مؤلف کا یہ کہنا کہ مرہٹے معاملہ کا یکسو ہونا نہیں چاہتے تھے تا کہ ان ملکوں میں آنے اور مداخلت حاصل ہونے کا ذریعہ باقی رہے درست نہیں معلوم ہوتا۔

فرح بخش میں شیو پرشاد نے لکھا ہے کہ جب صفدر جنگ نے صلح کیلیے افغانوں کے پاس وکیل بھیجے تو نواب سید سعداللہ خان کی طرف سے سید احمد عرف شاہ جی میاں

صفدر جنگ کے پاس بھیجے گئے یہ شاہ جی میاں بڑے نیک خصلت اور عقل و دانش میں ارسطوے زمانہ اور بہور و مردانگی میں یگانہ اور افاغنہ کے پیرزادے تھے اور حضرت سید علی بابا کی اولاد میں تھے جو سادات ترمذ سے ہیں اور سید معصوم کے والد ہیں اور بریلی کے نو محلے والے سیدوں کے مورث اعلیٰ ہیں۔ اس بات پر صلح ہو گئی کہ احمد خان پچاس لاکھ روپے بابت خرچہ جنگ دے چنانچہ احمد خان نے اُسکی ادائی کے واسطے ایک تمسک لکھ دیا صفدر جنگ نے وہ تمسک بعوض اُن روپوں کے حوالے کر دیا جو اُنکو اس فوج کشی اور امداد کے عوض میں دینا ٹھہرا تھا۔

عماد السعادت اور تاریخ شاہیہ نیشاپوریہ میں بیان کیا ہے کہ ملہار راؤ خود نواب احمد خان کے پاس گیا تھا۔ اُسنے احمد خان سے کہا کہ میں تمہارے خیمے میں بیٹھا جاتا ہوں تم بے اندیشہ وزیر کے پاس چلے جاؤ احمد خان نے کہا کہ یہ صلاح اور مشورہ طفلانہ ہے مجھے پسند نہیں کیونکہ ہندوستان میں وزیر کے قوی دو ہی دشمن ہیں ایک پٹھان دوسرے مرہٹے جب کہ میں وہاں جاؤنگا اور وزیر نے مجکو مروا ڈالا تو تمکو میرے آدمی مار ڈالینگے اس صورت میں وزیر کو عجیب راحت حاصل ہو گی ایک طرف مرہٹے بے سر و پا ہو کر بھاگ جائینگے دوسری طرف پٹھان جنگل میں سر مارتے پھرینگے پس بہتر صلاح یہ ہے کہ ادھر سے میرا بیٹا محمود خان وزیر کے پاس چلا جائے اُدھر سے تمہارا بیٹا کھانڈے راؤ محمود خان کے عوض میرے لشکر میں آکر بیٹھ جائے۔ اگر محمود خان سلامت لوٹ آیا تو کھانڈے راؤ تمھارے پاس پہونچ جائے گا اور اگر وزیر نے محمود خان کو قید کر دیا یا مار ڈالا تو تم کھانڈے راؤ سے دست بردار ہو جانا۔ انتہا یہ ہے کہ میرے اور تمھارے دو قطرۂ منی صائع ہو جائینگے ہیں اور تم دونوں تو

زندہ رہینگے۔ ملہار راؤ نے یہ صلاح پسند کی اور اپنے بیٹے کھانڈے راؤ کو احمد خان کے خیمے میں بٹھاکر محمود خان کو وزیر کے پاس پہونچا دیا۔ میرے نزدیک اس واقعہ کے متعلق آروِن صاحب کا بیان زیادہ قابل اعتماد ہے اسلیے کہ اُنھوں نے حسام الدین کی تاریخ سے لیا ہے اور وہ محاصرۂ الہ آباد و جنگ روہیلکھنڈ و محاصرۂ کمایوں کے موقعوں پر احمد خان کے ساتھ موجود تھا اور اُسنے حالات بہت مفصل اور دلچسپ اور چشم دید لکھے ہیں۔

روہیلکھنڈ گزیٹیر میں بیان کیا ہے کہ اِس عہد نامے پر صلح کی گئی کہ روہیلوں کی جانب سے پچاس لاکھ روپے ہرجۂ جنگ کے ادا کیے جائیں اور پانچ لاکھ روپے سالانہ خراج کے بے قیل و قال داخل کرتے رہیں اس عہد نامے پر سب رئیسوں نے دستخط کیے اور عہد نامہ مکمل ہوکر مرہٹوں کے سپرد کیا گیا کیونکہ صفدر جنگ نے ہنگام فوج کشی اِتنے روپوں کے دینے کا اُنسے وعدہ کیا تھا مرہٹوں کو یہ سند دیکر اقرار لیا گیا کہ ہنگام ضرورت پھر مدد دینا پڑے گی۔ مگر وہ اِس بار ایسے پریشان معلوم ہوتے تھے کہ شاید دوبارہ روہیلکھنڈ کی جانب مُنھ نکریں۔ عہد نامۂ چلکیا کے مرتب ہو جانے کے بعد صفدر جنگ نے نواب سید سعد اللہ خان کے مدار المہام سے ایک اقرار نامہ اِس مضمون کا لکھوایا کہ روہیلے کبھی کسی وقت میں پرگنہ پورنپور اور سنبا پر قبضہ نکرنے پائیں اِس عہدنامے پر دستخط ہونے کے بعد حافظ رحمت خان اور محمود خان پٹھانوں کے مورچوں کو واپس آئے اور صفدر جنگ کا مُہری عہد نامہ لوگوں کو دکھایا۔ دوسرے روز حافظ صاحب نواب سید سعد اللہ خان کے حکم سے صفدر جنگ کے پاس گئے اور اُنسے کہا کہ اب یہاں سے کوچ کرنا چاہیے۔ اُنھوں نے جواب دیا کہ ہم کل صبح یہاں سے روانہ ہونگے

اور تمکو اپنے ساتھ شاہجہاں پور تک پہونچا ئینگے اور کہا کہ احمد خان اور روہیلوں سے
کہدو کہ وہ ہمارے لشکر کے کوچ سے دو دن بعد اپنے وطن کو روانہ ہوں حافظ صاحب
روہیلوں کو مطمئن کرکے دوسرے دن صبح کو چار سو جوانوں کے ساتھ صفدر جنگ
کے لشکر میں آگئے اُسی دن صفدر جنگ کا کوچ شروع ہوا اور بعد چند روز کے
وہ دریائے گنگا کے کنارے پر پہونچے اور یہاں اُنھوں نے ملہار راؤ اور آپا سیندھیا
کو قنوج جانے کا حکم دیا۔ خود محمود خان اور حافظ رحمت خان کو لیے ہوئے لکھنؤ
کی طرف روانہ ہوئے۔ اُن سے صفدر جنگ نے کہا کہ جب معاملے کی تکمیل ہو جائیگی
تو میں تمکو رخصت کرونگا بموجب حکم کے مرہٹے دریائے گنگا کو عبور کرکے قنوج میں
مُقیم ہوئے لیکن گنگادھر مع دس ہزار سوار کے محمود خان کے ساتھ رہا وزیر کی
روانگی کے دُو رُوز بعد نواب احمد خان اور نواب سیّد سعد اللہ خان دامن کوہ
سے نکلکر اُس مقام پر خیمہ زن ہوئے جہاں وزیر کی فوج قائم تھی اور منزل بمنزل
کوچ کرکے آنولے میں پہونچے احمد خان چند روز یہاں ٹھہر کر فرخ آباد کو چلا گیا۔
صفدر جنگ نے راہ میں حافظ صاحب کی بہت خاطر کی دونوں وقت اُن کو
دعوت بھیجتے اور اکثر اپنے دسترخوان پر بھی شریک طعام کرتے اور کہتے تھے کہ میں نے
افغانستانیوں میں ایسا لائق آدمی کبھی نہیں دیکھا۔ جب شاہجہاں پور پہونچے
تو صفدر جنگ سے حافظ صاحب نے رخصت چاہی کہا کہ ابھی ٹھہر و اور شاہجہانپور
سے آگے کو روانہ ہوئے اور اُن پر صفدر جنگ زیادہ مہربانی کرنے لگے اور راستے
میں اُن کو برادر کے لفظ کے ساتھ مخاطب کرتے۔ اور بعد اُس کے جب کبھی حافظ صاحب
کو خط بھیجتے اُس میں یہی لفظ لکھتے۔ موہانپور میں پہونچکر وزیر نے حافظ صاحب

اور محمود خان کو رخصت کیا۔ محمود خان کو خلعت ہفت پارچہ عنایت کیا بعد ازاں اُسکے والد کا مُلک بحال کردیا اور اُسکو قائم جنگ کا خطاب بھی دیا اور حافظ رحمت خان کو بھی خلعت دیا جسکے ساتھ مالاے مروارید اور جیغہ اور سرپیچ مرصع اور شمشیر اور سپر اور گھوڑا زیور نقرئی کے ساتھ اور فیل سامان نقرئی اور زربفت کی جھول کے ساتھ تھے محمود خان اور حافظ رحمت خان کو خلعت دینے کے بعد وزیر نے آنتیا کو سند اس بات کی دی کہ تا ادائے نذرانہ شاہی نواب احمد خان سے نصف ملک پر قبضہ کرلے۔ کیونکہ صفدر جنگ مرہٹوں کے تیس لاکھ روپے کے مقروض تھے اور بعض کہتے ہیں کہ اسّی لاکھ روپے کے اور یہ قرضہ بابت اُس نوکری کے تھا جو اُنھوں نے اس زمانے میں کی تھی۔ بار اس قرضے کا احمد خان کے دوش پر ڈالا گیا۔ اور اُس کی ادا کی ضمانت کے واسطے منجملہ ۳۳ محال کے مُلک فرخ آباد کے ساڑھے سولھا محال مرہٹوں کے قبضے میں کردیے گئے۔ صفدر جنگ کو بجز اس خوشی کے کہ اپنے دشمن کو تباہ کیا ہے اور کچھ حاصل نہوا۔ محمود خان و تانتیا رُخصت ہوکر جانب فرخ آباد روانہ ہوے اور حافظ رحمت خان آنولے کو چلے گئے۔

عماد السعادت میں لکھا ہے کہ پٹھانوں کے ممالک کی لوٹ سے مرہٹوں کے ہاتھ دو کروڑ روپے لگے تھے اور کروڑ روپے وزیر سے بابت مددوہی جو ٹھہرے تھے وہ ملے اور پچاس لاکھ روپے وزیر نے انعام کے دیے اور پچاس لاکھ روپے پٹھانوں سے ملے۔ یہ شخص تاریخی واقعات اور روپے کے معاملات سے کتنا ناتجربہ کار معلوم ہوتا ہے۔

صفدر جنگ کا جاوید خان خواجہ سرا کے ساتھ دغا کرکے اُس کو قتل کر ڈالنا

سیر المتاخرین اور خزانہ عامرہ وغیرہ میں لکھا ہے کہ احمد شاہ بادشاہ دلی کو شاہ دُرانی کے حملے نے ہلا دیا۔ اُمرائے حضور نے صفدر جنگ کو کہ اپنے صوبۂ اودھ میں تھے نہایت الحاح سے متواتر تحریر کیا کہ ملہار راؤ ہلکر اور سیندھیا کی فوج کو ساتھ لے کر بہت جلد دلی میں آجائیں اور دشمن کی مدافعت میں کوشش کریں۔ وزیر لکھنؤ سے قنوج آئے اور وہاں سے مرہٹوں کو بہت سے روپے کے وعدے پر ہمراہ لے کر براہ اٹاوہ دلی کی طرف روانہ ہوئے۔ مگر وہ ابھی دلی نہ پہونچے تھے کہ احمد شاہ دُرانی پنجاب پر پورے قابض ہو گئے اور انھوں نے ایک ایلچی اس غرض سے روانہ کیا کہ شاہ ہندوستان سے اس صوبے کو حسب ضابطہ حاصل کریں۔ احمد شاہ دُرانی کی درخواست اُس نقصان کے خوف سے فی الفور منظور ہو گئی جسکو نادر شاہ کے ہاتھوں سے اُٹھایا تھا اور ابتک اُسکی یاد باقی تھی اور جبکہ صفدر جنگ مرہٹوں کو لیکر ماہ رجب سنہ ۱۱۶۵ ہجری میں دلی پہونچے تو اُنھوں نے اس انتظام یعنی پنجاب کی تفویض کو کامل پایا۔ اُنھوں نے پنجاب کی تفویض کو اپنی شرکایت کا بہانہ ٹھہرایا جسکو بادشاہ کی بڑی بے عزتی کا باعث بتایا تھا اور حقیقت میں ناراضی کے اسباب اور وجوہ تھے چنانچہ اُن میں سے بڑی وجہ یہ تھی کہ جب بادشاہ روہیلکھنڈ میں گئے تھے تو اُن کا رُعب وداب عین دربار میں جاوید خان نامی خواجہ سرا مخاطب بہ نواب بہادر کو حاصل ہوا تھا جس پر احمد شاہ اور اُنکی ماں دونوں نہایت مہرباں تھے صفدر جنگ

نے آزردہ ہو کر کہلا بھیجا کہ ہم ہلکر کو بموجب تمہارے لکھنے کے بہت سے روپوں کے وعدے پر ہمراہ لائے ہیں اب اُسکا تقاضا ہے یہ کہکر کثرت بے دماغی سے شہر میں بھی نہ گھُسے۔ شہر کے باہر جمنا کے کنارے قیام گزیں ہوے۔ امیر الامرا نواب غازی الدین خان فیروزجنگ خلف کلان نظام الملک آصف جاہ ناصر جنگ کے ۱۰ محرم ۱۱۶۴؁ ہجری کو مارے جانے کی وجہ سے صوبۂ دکن کی خدمت و سند کا مستدعی تھا اور امرائے دربار بدون پیش کش کے منظور نکرتے تھے۔ اب اس وقت میں اُس نے موقع پاکر بادشاہ و اُمرا سے عرض کیا کہ اگر بلا پیش کش دکن کی صوبہ داری بندے کو عنایت ہو تو جس طرح سے ہو سکے گا ہلکر کو راضی کر لونگا بادشاہ و امرا نے بڑی خوشی سے قبول کیا اور صوبہ داری دکن کی سند لکھدی۔ فیروز جنگ اپنے بیٹے شہاب الدین خان کو جو عماد الملک کے نام سے مشہور ہوا اور اُس وقت اُس کی عمر سولھا سال کی تھی لیکر صفدر جنگ کے پاس آیا اور اُنکے سپرد کرکے ماہ شعبان ۱۱۶۵؁ ہجری میں خود دکن کو چلا گیا۔ ہلکر کو ساتھ لے گیا بعد جانے فیروز جنگ اور ہلکر کے وزیر الممالک غرۂ رمضان سنہ مذکور کو داخل شہر ہوے۔ صفدر جنگ نواب بہادر جاوید خان کے اقتدار سے نہایت آزردہ تھے۔ خاصکر اپنی آزردگی کا یہ بہانہ قائم کیا تھا کہ اس شخص نے ابدالی سے صلح کرلی اور بادشاہ سے لاہور و ملتان اُن کو دلا دیا اور منجملہ وجوہ رنج کے ایک وجہ یہ بھی تھی کہ بادشاہ نے نواب بہادر اور اپنی والدہ کی ترغیب سے اپنے ماموں مان خان قوال کو شش ہزاری منصب و معتقد الدولہ بہادر خطاب عطا کیا۔ اور اسباب امارت عمدۃ الملک کی حویلی سے مرحمت کیا

له دیکھو مرآت آفتاب نما ۱۲

اُسنے اس عروج کو پہونچکر اُمرا کی ہمسری شروع کی۔ وزیر الممالک اس بات سے نہایت دل تنگ ہوئے۔ اور نواب بہادر کی طرف سے دل میں بہت بغض رکھنے لگے گو ظاہر میں اُسکی خاطر کرتے تھے۔ نواب بہادر اُمورات سلطنت پر بالکل مسلّط تھا بادشاہ کے زبانی احکام وہی جاری کرتا تھا۔ انھیں دنوں عبدالمجید خان مجدالدولہ دیوان خالصہ مرگیا۔ نواب بہادر نے چاہا کہ اُس کا مال و اسباب ضبط سرکار ہوجائے وزیر کی مرضی تھی کہ اس بارے میں معافی کا حکم جاری ہو۔ اس معاملے میں گفتگو نے بہت طول پکڑا اور اُس کا گھر ضبط ہوگیا۔ اور نفاق و غبار دونوں کے دلوں میں اب بہت بڑھ گیا۔ صفدر جنگ نے جبکہ یہ سوچا کہ میری موجودگی پر بھی میری بات نہ سنبھلی تو اُنھوں نے وہ بڑی طرز اختیار کی جو دلّی کے گلی کوچوں میں طشت ازبام ہوگئی یعنی اُنھوں نے نواب بہادر کے قتل کر لینے کی ٹھان لی تاریخ مظفری میں لکھا ہے کہ صفدر جنگ نے اپنے اس ارادے کی تکمیل کے لیے اوّل سورج مل جاٹ کو بھاری فوج کے ساتھ ممالک محروسہ کا بندوبست کرنے کے حیلے سے اپنے پاس بلایا کہ اگر کوئی بادشاہی ملازم یا نواب بہادر کا رفیق شورش کرے تو راجہ اُسکا تدارک کرے بعد اسکے نواب بہادر کو پیام رفع آزردگی کا دیکر اُسکے دل کو فی الجملہ اپنی طرف سے مطمئن کرلیا جب اُس کو اس طرح غفلت میں ڈالدیا تو بتقریب تصفیہ ... کے لیے اُسکو اپنے گھر بلایا اور یہ دعوت ۲۷ شوال[1] یوم جمعرات ۱۱۶۵ھ ہجری کو دارا شاہ کی حویلی میں کچھی بھون نامی مکان میں ترتیب دی وزیر نے اپنے معتمدوں کو اس حویلی میں احتیاطاً جابجا متعین کردیا اور اندر اور باہر اپنے آدمیوں کو

[1] دیکھو مرآت آفتاب نما ۱۲

سال بند ھوا کر کھڑا کر دیا۔ اور بڑی تیاری کی۔ نواب بہادر نے اس تیاری کو اپنی نہایت خاطرداری پر حمل کیا اور وقت پر جانے کو تیار ہوا۔ بعض دوستوں نے منع کیا۔ اُسنے کسی کا کہنا نہ مانا اور بے تامل سوار ہو کر وزیر کے گھر پہونچا۔ وزیر نے چند قدم پیشوائی کر کے کمال گرمجوشی ظاہر کی اور پُرتکلف کھانا کھلایا۔ بعد فراغت طعام کے وزیر اُس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر اُمور ملکی میں مشورے کے بہانے سے خلوت میں گئے بعض نے یہاں تہ خانہ لکھا ہے۔ جوں ہی کہ پردہ اُٹھایا اور اندر قدم رکھا۔ وزیر اول دو تین حرف کنائے کے زبان پر لائے اور پھر نواب بہادر کو بادشاہی معاملات میں دخل دینے پر چند باتیں سختی سے کہکر ابھی بیٹھے بھی نہ تھے کہ رفع حاجت کے بہانے سے اپنے زنانے میں چلے گئے[۵۱]۔ اُس وقت علی بیگ خان اور دوسرے مُغل اندر آئے اور نواب بہادر کو علی بیگ خان نسقچی[۵۲] نے جسکا خطاب شتاب جنگ ہے چھُری سے ہلاک کیا اور سر کاٹ کر دروازے کے باہر ڈالدیا اُسکی سواری کی جلو کے سوار و پیادے یہ حال دیکھ کر بھاگ گئے۔ اور دو تین دن کے بعد اُسکی لاش متصل روضہ مُقدس شاہ مردان جہان اُن کے پنجۂ مبارک (اور بقولے قدم مبارک) کا نقش تھا دفن کر دی گئی[۵۳] اور فرح بخش بن شیو پرشاد نے کہا ہے کہ نواب بہادر کا سر کاٹکر دریاے جمنا میں پھینکدیا جو حویلی کے تلے بہتا ہے۔ مرآت آفتاب نما میں اس واقعہ کا مادہ تاریخ فساد عظیم لکھا ہے اور ہم سابق اس سے بیان کر چکے ہیں کہ طبقات الشعرا میں یہ مادہ افاغنہ کے کوہ کماؤں میں پناہ لینے کی تاریخ بتایا ہے بہرصورت موزوں

---

۵۱ مرآت آفتاب نما ۱۲

۵۲ و ۵۳ دیکھو تاریخ مظفری ۱۲

ایک ہی سال کے حادثے ہیں اس لیے فساد عظیم دونوں کی تاریخ ہو سکتا ہے۔
صفدر جنگ کے اس فعل سے بادشاہ دل میں بہت برہم ہوئے مگر بظاہر کوئی خفگی ظاہر نہ کی بلکہ زیادہ عزت کرنے لگے اور موقع کے منتظر تھے۔ لیکن جبکہ نواب قدسیہ بیگم والدہ بادشاہ نے نواب بہادر کے قتل پر ناخوشی ظاہر کی تو صفدر جنگ نے کہلا بھیجا کہ اس معاملے میں میرا کوئی قصور نہیں حکیم عبدالشافی خان نے بادشاہ کا یہ پیام مجھے دیا تھا کہ جاوید خان کا دفع اور قتل کرنا بہتر ہے۔ انھوں نے حکیم عبدالشافی کو علیحدہ کر دیا اور حکیم اکمل خان کو معالج قرار دیا۔

فیروز جنگ کی وفات کے بعد نواب صفدر جنگ کا اُسکے بیٹے کو امیر الامرائی کا منصب دلانا اور ضبطی سے اُسکے گھر بار کو بچانا

فیروز جنگ آخری ذی القعدہ ۱۱۶۵ھ ہجری میں اورنگ آباد پہونچ گیا اور ۷ ذی الحجہ سنہ مذکور کو دکن ہی میں مرگ مفاجات سے مر گیا اُس کے تابوت کو اُس کے رفقا نے دلی میں پہونچایا اور اُس کا متروکہ نقد و جنس جو کروڑ روپے سے زیادہ کا سمجھا گیا تھا اُسکے بیٹے شہاب الدین خان کے حوالے کر دیا۔ شہاب الدین خان کا باپ جب سے راہی دکن ہوا تھا وہ صفدر جنگ کے حضور میں حاضر ہوا کرتا تھا اور اپنے حقیقی ماموں انتظام الدولہ خان خانان سے زیادہ تعلق نہیں رکھتا تھا۔ اسوجہ سے صفدر جنگ کے دل میں شہاب الدین خان کی طرف سے بہت گنجائش ہو گئی

تھی اور اُس پر نہایت مہربانی کرتے تھے۔ فیروز جنگ کے واقعۂ وفات کے بعد نظام الدولہ نے بادشاہ سے عرض کیا کہ شہاب الدین کو قید کر کے اُس کا گھر ضبط کر لیں۔ بادشاہ بھی اس صلاح پر آمادہ ہو گئے۔ عاقبت محمود خان کشمیری شہاب الدین کا اتالیق جلدی سے راجہ لچھمی نراین کے پاس آیا اور بادشاہ کے ارادے سے باغولے نظام الدولہ واقف کیا اُسنے صلاح دی کہ شہاب الدین کے لیے یہی بہتر ہے کہ وزیر الممالک صفدر جنگ کی خدمت میں پہونچکر تمام حال اُن سے عرض کرے۔ یقین کلی ہے کہ وہ بخوبی تدارک کر دینگے میں یہاں سے دربار کو جاتا ہوں تم اُدھر سے اُسے لیکر آؤ۔ عاقبت محمود خان شہاب الدین کو ساتھ لے کر صفدر جنگ کے دربار میں گیا اور لچھمی نراین بھی وہاں پہونچ گیا۔ جب شہاب الدین یہاں آیا تو صفدر جنگ نے اپنی عدم حاضری کا تعزیت کے لیے عذر بیان کرنا شروع کیا۔ شہاب الدین نے کہا کہ میں خود آپکے پاس تعزیت کے لیے حاضر ہوا ہوں کیونکہ آپکے بھائی نے قضا کی سوائے اِسکے کہ میرا چچا مر گیا مجھے کوئی اور غم نہیں۔ آپکو خدا سلامت رکھے آپ میرے مربی موجود ہیں۔ نواب کی آنکھوں سے آنسو ٹپک پڑے اور شہاب الدین کو گلے سے لگا کر تسلی کی اور فرمایا تم اطمینان سے اپنی حویلی میں بیٹھے رہو میں تم کو شجاع الدولہ سے زیادہ سمجھوں گا۔ ایک آنکھ میری تم ہو اور دوسری شجاع الدولہ ہے یہ بات کہکر شہاب الدین کو رخصت کر دیا اور خود سوار ہو کر بادشاہ کی خدمت میں پہونچے اور عرض کیا کہ آصف جاہ نے محمد شاہ کے عہد میں خدمات نمایاں کی ہیں اور فیروز جنگ بھی ہمیشہ مراسم غلامی بجالاتا تھا۔ اب شہاب الدین اُس کا بیٹا بھی اس بات کا اُمیدوار ہے کہ اپنے باپ دادا کی طرح حضور کے سایۂ مرحمت میں

پرورش پاکر خدمات انجام دے پس حضور کی شان کے شایان یہ امر ہے کہ اُسکو خلعت میر بخشی گری اور خطاب امیر الامرائی مرحمت کیا جائے۔ بادشاہ غضبناک ہوکر کہنے لگے کہ تم کو یہ نہیں معلوم کہ یہ لوگ سلطنت کے مخرب ہیں۔ اُنھوں نے سلطنت کے پُرزے ڈھیلے کرنا چاہے تھے۔ ہماری خواہش یہ ہے کہ شجاع الدولہ کو خلعت میر بخشی گری دیا جائے تم ہمارے خیر خواہ ہو تمنے ہماری رضا کے خلاف یہ بات کیوں عرض کی۔ صفدر جنگ نے کہا میری کیا مجال تھی کہ حضور کی مرضی کے خلاف کوئی بات عرض کرتا لیکن کیا کروں کہ میر شہاب الدین کا باپ دکن کی روانگی کے وقت اُسکا ہاتھ میرے ہاتھ میں دیکر روانہ ہوا تھا اور فدوی نے اُسکو اپنا فرزند قرار دیا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ تمام تفضلات شجاع الدولہ کے حال پر میری خاطر سے ہیں۔ اِسلیے اُمیدوار ہوں کہ میر مذکور کو بھی غلام کا فرزند تصور کر کے خلعت میر بخشی گری عطا ہو جائے بادشاہ نے صفدر جنگ کی خاطر سے خلعت امیر الامرائی کا اُسکو مرحمت کیا تواریخ میں یہانتک مذکور ہے کہ نواب شجاع الدولہ کی ماں شہاب الدین کو گھر میں طلب کر کے اُس سے پردہ نہیں کرتی تھیں

صفدر جنگ کا انتظام الدولہ کو فریب سے قتل کرنے کی کوشش میں کامیاب نہونا۔ بادشاہ کا صفدر جنگ سے توپخانے کی خدمت نکال لینا۔ بادشاہ اور صفدر جنگ میں علانیہ مخالفت ہونا

صفدر جنگ جاوید خان کے مار ڈالنے اور فیروز جنگ کے دکن کو جانے اور وہاں

تسلط حاصل کر لینے کی وجہ سے دل میں بہت دغدغہ رکھتے تھے۔ مگر جبکہ فیروز جنگ کا انتقال ہو گیا تو وزیر کو فی الجملہ اطمینان حاصل ہوا۔ مگر انتظام الدولہ خانخانان خلف قمر الدین خان وزیر محمد شاہ کو جو اقتدار دربار شاہی میں حاصل تھا وہ بھی اُنکی نظروں میں کھٹکتا تھا۔ اب صفدر جنگ اِس فکر میں پڑے کہ انتظام الدولہ کو بھی بیچ میں سے اُٹھا دینا چاہیے اور یہ کام اُنھوں نے انتظام الدولہ کو غفلت میں ڈالکر انجام دینا چاہا اور اُسکی رضاجوئی کرکے یہ پیام دیا کہ مجھ سے تنہا سلطنت کا بار عظیم نہیں اُٹھ سکے گا جب تک کوئی لائق فائق تمھاری طرح آدمی مددگار نہ ہو تم میرے گھر کو اپنا گھر تصور کرکے بے تکلّف یہاں آؤ اور ہمارے شریک ہوکر سلطنت کے کاموں کا بوجھ اُٹھاؤ۔ انتظام الدولہ نے بھی جواب باصواب مناسب حال کہلا بھیجا اور اس بات کی تحریک کی بُنیاد اصل میں یہ تھی کہ نواب بہادر کے مارے جانے کے بعد بادشاہ وزیر الممالک سے دل میں متنفر ہو گئے تھے اور اُن کی توجہ انتظام الدولہ کی طرف تھی اور یہ چاہتے تھے کہ صفدر جنگ سے کام نکالکر اُسکے سپرد کیے جائیں حالانکہ اس وقت میں انتظام الدولہ نے چوب چینی پینے کا بہانہ کرکے دربار کی آمد و رفت کم کردی تھی اِس خیال سے کہ تمام قلعہ میں وزیر کا انتظام تھا۔ بادشاہ ایک دن اپنے جلسے میں یہ کہہ بیٹھے کہ غسل خانے اور دیوان خانے کی خدمت دوسرے خانہ زادوں کا حق ہے وزیر الممالک کے لیے دیوانی کل اور منصب وزارت کم نہیں۔ یہ جزدی کام وزارت کے علاوہ اُنکے پاس رہنا مناسب نہیں۔ بادشاہ کی یہ تقریر وزیر تک پہونچگئی اور اُس دن سے اُن کے مزاج میں بڑا خلل پیدا ہو گیا آخرکار بادشاہ نے اپنی والدہ اور انتظام الدولہ اور شہاب الدین خان کے مشورے

سے صفدر جنگ کو پیام دیا کہ توپخانہ اور غسل خانہ ہمارے اختیار پر چھوڑو کاروزارت اپنے متعلق رکھو۔ صفدر جنگ نے بادشاہ کے تیور بدلے ہوے دیکھ کر دربار کی آمدورفت موقوف کردی احمد شاہ نے تالیف قلب کے لیے دلجوئی کی اور ایک مرتبہ انکی حویلی پر جاکر عذر خواہ ہوے گر کچھ مفید نہوا۔ وزیر نے اپنے کام کی سرسبزی کی تجویز ان دو باتوں میں سوچی کہ یا تو انتظام الدولہ کو عدم آباد بھیجدیا جائے۔ یا اُسکو اپنے ساتھ موافق کرلیا جائے۔ ایکدن انتظام الدولہ صفدر جنگ کی حویلی پر جانے کو تیار ہوا مگر یعقوب خان کا انتظار تھا یہ یعقوب خان اُس حیدر بیگ خان کا بیٹا تھا جسنے امیر الامرا حسین علی خان کو سعادت خان برہان الملک کے ایما سے قتل کیا تھا یعقوب خان آیا اور تھوڑی سی دیر بیٹھ کر فوراً اُٹھ کھڑا ہوا اور اپنے گھر جانے کیلیے اجازت مانگی انتظام الدولہ اس بات سے متعجب ہوا اور کہا کہ آج ہم وزیر کے ہاں جانے کا ارادہ رکھتے ہیں تم کس وجہ سے جلدی رخصت چاہتے ہو۔ اُسنے جواب دیا کہ وہاں کئی ہزار تیغ و خنجر آپکے انتظار میں ہیں جو ہیں آپ وہاں گئے وہ معاملہ آپ کے ساتھ بھی ہوگا جو نواب بہادر کے ساتھ ظہور میں آیا۔ جب تک کہ آپ کا بندوبست نہو جائے وہاں جانا ہرگز مناسب نہیں اس بات نے انتظام الدولہ کے دل میں بہت تاثیر کی اور وزیر کے گھر جانے کا ارادہ فسخ کیا اور وزیر کی خدمت میں عذر کہلا بھیجا۔ وزیر کو اس وجہ سے اصرار پیدا ہوگیا اور اُنھوں نے مکرر پیام دیا کہ آپ ضرور آئیے اور ایسے پیام و سلام کی کئی دن تک گرما گرمی ہی آخر وزیر نے علی قلی خان چھنگا کو کہ مرد دانا اور شیریں تقریر تھا اس بات پر مقرر کیا کہ جیسے بنے انتظام الدولہ کو پھسلا کر انکو یہاں لائے۔ جب کہ اُسکی تقریروں نے بھی کام ندیا اور انتظام الدولہ

وزیر کے ہاں جانے پر آمادہ نہوا۔ تو عماد الملک میر بخشی کو جو انتظام الدولہ کا بھانجا تھا وزیر نے انتظام الدولہ کے پاس بھیجا کہ تم اپنے ماموں کا اطمینان کر کے یہاں لاؤ مغرب کا وقت تھا کہ عماد الملک انتظام الدولہ کی حویلی پر پہونچا دونوں ماموں بھانجوں میں مشورہ ہو کر ایک معذرت نامہ انتظام الدولہ نے وزیر کو بطائف الحیل کے ساتھ لکھ کر بھجوا دیا۔ اب انتظام الدولہ نے وزیر کے شر سے بچنے کے لیے یہ تدبیر سوچی کہ اپنے ایک خواجہ سرا کو جو دو ہزار پیادہ و سوار کا افسر تھا ایک عرضی بادشاہ کے لیے دی جس کا مضمون یہ تھا کہ آج شب کو حضور کی خدمت مبارک میں کچھ عرض کرنا ہے امیدوار ہوں کہ تسبیح خانے میں حاضر ہونے کی اجازت بخشی جائے قدیم سے یہ دستور تھا کہ جب مجرائی رخصت ہو جاتے پھر اگر کسی کو ضرورت قلعہ میں حاضری کی پیش آتی تو قلعدار سے کہتا۔ اور وہ اول عرضی اُس شخص کے اندر آنے کی اجازت حاصل کرنے کے لیے بادشاہ کو پیش کرتا اگر اجازت ہو جاتی تو ایک یا دو آدمیوں کے ساتھ اُس کو قلعہ میں بُلا لیا جاتا۔ اُس وقت میں موسوی خان چار سو آدمیوں کے ساتھ وزیر کی جانب سے قلعہ میں نائب تھا اور وہ اس قاعدے سے ناواقف تھا اُسنے بغیر عرض کرنے اور اجازت لینے کے خواجہ سرا کے لیے قلعہ کا دروازہ کھولدیا۔ اور وہ تمام ہمراہیوں کے ساتھ قلعہ میں گھس گیا دربار میں جس قدر خواجہ سرا اور خدمتگار اور ناظر حاضر تھے اُنھوں نے بادشاہ سے عرض کیا کہ آج تک ایسی گستاخی کبھی نہیں ہوئی کہ کوئی بغیر اجازت اقدس کے قلعہ میں قدم رکھ سکے اِس وجہ سے بادشاہ کو بہت غصہ آیا اور حکم دیا کہ انتظام الدولہ کے خواجہ سرا اور وزیر کے نائب کو یہاں سے مار کر نکالدو اور کوئی عذر مت سنو بادشاہی نوکر قلعہ دار کی مداخلت سے

بیحد تنگ تھے اُنھوں نے اس حکم کو بہت غنیمت جانا اور صفدر جنگ کے نوکروں کو مع قلعدار کے قلعہ سے نکالدیا اُن کا کوئی آدمی قلعہ میں باقی نرہا جبکہ یہ سانحہ شہر میں مشہور ہوا تو ہر ایک منصبدار اور بادشاہی امیر تیار ہو کر قلعہ میں آگیا یہاں تک کہ ایک بھاری جمعیت قلعہ میں اسی رات فراہم ہو گئی اور قلعہ کے دروازوں کا انتظام کر لیا صفدر جنگ کو اس وجہ سے بہت ملال ہوا۔ اور تین دن تک یہ خبر شہر میں اڑتی رہی کہ صفدر جنگ انتظام الدولہ کی حویلی پر حملہ کرینگے اور انکے دروازے پر صبح سے شام تک سپاہ ہنگامہ آرائی کے لیے جمع رہتی تھی اس عرصے میں انتظام الدولہ کی حویلی پر بہت سے ہوا خواہ جمع ہو گئے اور منصبداروں کی ایک بھاری جماعت قلعہ شاہی کی حفاظت کے لیے بھی تیار ہو گئی اس لیے اب حملہ کرنا صفدر جنگ کے قابو میں نرہا۔ یہ بیان تاریخ مظفری کے موافق ہے

عالم شاہی میں یوں لکھا ہے کہ ایک دن آدھی رات کے وقت صفدر جنگ نے تمکین خواجہ سرا کو مسلح جماعت کے ساتھ قلعہ میں بھیجا اُسنے نواب ناظر اور افروز خان سے کہا کہ اس وقت ایک ضروری بات بادشاہ سے بالمشافہ عرض کرنی ہے نواب ناظر نے فراست سے اُسکے ارادۂ فاسد کو تاڑ لیا اور جواب دیا کہ ہم غلاموں کو ایسے بے وقت بادشاہ کو تکلیف دینے کی مجال نہیں دونوں میں سخت کلامی اور حجت ہوئی نواب ناظر نے اپنے ہمراہیوں کو حکم دیا جنھوں نے تمکین کو مع اُسکی جمعیت کے دیوانخانے سے نکالدیا۔ صبح کو یہ بات تمام میں پھیل گئی۔ بادشاہ نے دیوان عام میں آکر دربار کیا اور حکم دیا کہ صفدر جنگ کے آدمیوں کو یہاں سے نکالدو چنانچہ تعمیل ہوئی۔

مآثر الامرا میں بیان کیا ہے کہ وزیر خود دوسرے دن بادشاہ کی خدمت میں بحالی میر آتشی کے عہدے کے لیے گئے اور بہت اصرار کیا مگر بادشاہ نے نہ مانا اور فرمایا کہ دوسرا تعلقہ چاہو اور وہ کام خاندوران کے بیٹے کے سپرد کر دیا۔

سیر المتاخرین وغیرہ میں صفدر جنگ کے آدمیوں کے قلعہ میں سے نکالنے کو دوسرے طور پر بیان کیا ہے جسکا حال آگے چلکر معلوم ہوگا۔

اس میں شک نہیں کہ بادشاہ اور صفدر جنگ میں کئی مہینے تک سوال وجواب ہوتے رہے ماہ جمادی الاخرے ۱۱۶۶ھ ہجری سے کدورت ظاہر ہونے لگی جب چھ مہینے اس سال کے گذرے تو طرح طرح کے حادثے ظہور پکڑنے لگے۔ صفدر جنگ اس منصوبے میں تھے کہ کونسی چال چلیے۔ کیونکہ بادشاہ سے مقابل ہونا نامناسب جانتے تھے اور اپنی زندگی بھی دشمنوں میں مشکل خیال کرتے تھے۔ عماد الملک بھی اس وقت میں انتظام الدولہ کے پٹھوں میں گھس گیا وزیر سے آنکھ چرالی۔ حقیقت[1] یہ ہے کہ وزیر موصوف جرأت وعقل نہیں رکھتے تھے اور نہ اُنکے پاس اچھے صلاح کار تھے ورنہ عماد الملک اور انتظام الدولہ کو پکڑ لانا کچھ دشوار نہ تھا۔ لیکن تقدیر نے تو آنکھیں اندھی کر دی تھیں۔ اس سے پیشتر تم پڑھ چکے ہو کہ جب عماد الملک کا باپ دکن میں مر گیا تو صفدر جنگ نے اُسکی مدد کر کے بادشاہ سے اُس کو موروثی امیر الامرائی دلادی اور اُس نے اس وقت میں صفدر جنگ سے دغا کی ابوالمنصور خان نے اس موقع پر بہت افسوس کے ساتھ یہ مصرع پڑھا ؎

طفل دامن گیر ما آخر گریبان گیر شد

---

[1] یہ قول مولف سیر المتاخرین کا ہے ۱۲

وزیر کے مخالفوں نے بادشاہ کے یہ بات ذہن نشین کردی کہ صفدر جنگ کا ارادہ ہے کہ سلطان بلند اختر برادر خرد محمد شاہ کو کہ اُن کا ہم مذہب ہے تخت پر بٹھائیں اسلیے بادشاہ نے چاہا کہ میر آتشی کی خدمت اُنسے نکال لیں یہ بات صفدر جنگ کو پسند نہ آئی اور اُنھوں نے تعمیل نہ کی۔ بادشاہ نے ایک رات خواجہ سراوں اور انتظام الدولہ و عماد الملک کے مشورے سے ایک شقہ خاص وزیر کے نام لکھا اور نائب افسر توپخانہ کو جو وزیر کی طرف سے مقرر تھا طلب کرکے دیا اور فرمایا کہ وزیر کو یہ شقہ پہونچا دو۔ اور زبانی بھی یہ باتیں اُن سے جاکر کہو اُسنے جانے سے عذر کیا بادشاہ نے فرمایا کہ ضروری کام ہے وہ بے عقل شقہ لیکر قلعہ سے نکلا اُسی دن بادشاہ نے اپنے آدمیوں کو حکم دیا کہ قلعہ کے دروازے بند کردیں اور وزیر کے آدمیوں کو یہاں سے نکالدیں۔ حسب الحکم تعمیل ہوئی صبح کو قلعہ کے برجوں پر توپیں چڑھا دیں اور دارا شکوہ کی حویلی کی طرف نشانہ باندھ کر آتشباری پر آمادہ ہوے وزیر لاچار ہوکر بعد سوال وجواب کے اُس حویلی سے نکلکر اپنی حویلی میں جو قلعہ سے دور تھی چلے گئے اور چند روز متامل رہے جب اُنھوں نے دیکھا کہ معاملہ قابو کا نہیں رہا اور بادشاہ کے ساتھ جنگ کرنے میں بدنامی و نمکحرامی کا شہرہ ہوگا اِس لیے اپنے صوبجات کو رخصت چاہی۔ احمد شاہ نے منظور نہ کیا۔ آخر صفدر جنگ نے دلی سے نکلکر شہر سے دو کوس پر قیام کیا۔ اِس ارادے سے کہ بے جنگ و پیکار اپنے صوبوں کو چلے جائیں۔ واقعی یہ رائے اُنکی بہت عمدہ تھی مگر اُنکے اُمراے فتنہ جو نے خیالات فاسد اُن کے ذہن نشین کرکے آمادہ جنگ کردیا۔

لہ دیکھو سیر المتاخرین ۱۲

لیکن شیو پرشاد نے فرح بخش میں لکھا ہے کہ بادشاہ نے خود صفدر جنگ کو اُن کے صوبوں میں چلے جانے کا حکم دیا۔ صفدر جنگ کی خواہش یہ تھی کہ دلّی میں رہکر مہمات سرانجام دیں اسلیے باربرداری نہونے کا عذر کیا۔ بادشاہ نے اپنے ہاں سے رتھ اور چھکڑے بھی دلوائے نواب صفدر جنگ مع عیال و اطفال اور سامان وغیرہ کے دلّی سے نکلکر جھروکے کے تلے جہاں سے مجرا ہوتا تھا آئے۔ بادشاہ نے خفگی کی وجہ سے مجرا بھی معاف فرمایا اور اپنے پاس نہیں بُلایا۔ اس وجہ سے صفدر جنگ کی بہت تحقیر ہوئی اور جھروکے کو تسلیمات کرکے خضر آباد میں پڑاؤ ڈالا۔ چار گلشن محمد شاہی سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ بادشاہ نے صفدر جنگ کو حکم دیا تھا کہ اپنی طرف سے کسی پر نیابت وزارت مقرر کرکے اودھ کو چلے جاؤ۔ صفدر جنگ نے حکم کی تعمیل کی اور شہر کے باہر خیمے کھڑے کراکے اُن میں چلے گئے۔ بادشاہ کے ہاں سے اُنکو تاکید پر تاکید کی گئی کہ جلدی روانہ ہوں اور اُن کے پاس کئی سزاول مقرر کیے گئے کہ ایک دو منزل آگے کو اُن کا کوچ کرادیں۔

تاریخ مظفری میں یوں بیان کیا ہے کہ جبکہ صفدر جنگ نے بادشاہ کو عرضی لکھکر اجازت چاہی کہ مجکو میرے صوبوں کو جانے کی رخصت عطا ہو جائے تو بادشاہ نے یہ حکم لکھا کہ وزیر الممالک بہادر غبار ملال خاطر کے رفع کرنے کے لیے کچھ دنوں کے واسطے چلے جائیں بعد درست ہونے مزاج کے جلدی حضور میں حاضر ہوں۔ صفدر جنگ کو جواب صاف ہو جانے کی توقع نہ تھی اس حکم کو پڑھکر دوسرے روز تیاری کرکے حویلی سے سوار ہوئے اور دریا کے کنارے کی طرف چلے۔ جبکہ قلعہ شاہی کے مقابل پہنچے سواری سے اُترکر آداب بجالائے اُسوقت تھوڑا سا ترشح ہو رہا تھا صفدر جنگ کی آنکھوں سے آنسو ٹپک پڑے اور آگے کو روانہ ہوئے۔ اُس دن اکثر منجم کہتے تھے کہ

صفدر جنگ جو جاتے ہیں پھر نہیں لوٹینگے اور بادشاہ کے حق میں اُن کا جانا بہتر نہوگا بے شک یہ حکم اُنکا بہت دُرست نکلا جس کا پھل آخر کار بادشاہ نے بُرا پایا صفدر جنگ شہر سے نکلکر دو تین دن اس انتظار میں رہے کہ بادشاہ پھر بُلا لیں۔ شہر کے آس پاس رہے۔ کبھی سیدھی طرف سے اُلٹی طرف جاتے کبھی اُلٹی طرف سے سیدھی طرف چلے آتے۔ انتظام الدولہ خان خانان اور شہاب الدین خان نے برجوں اور شہر پناہ کو خوب مضبوط کر لیا اور جنگی تیاری استحکام کو پہونچادی جبکہ صفدر جنگ کو یہ خوب یقین ہو گیا کہ یہ دونوں نوجوان میرے کام کے خراب کرنے کے درپے ہیں اور اپنی بساط کے موافق جھگڑا بڑھانے میں قصور نکرینگے تو وہ بھی لڑائی کے لیے آمادہ ہو گئے۔

مرآت آفتاب نما میں تحریر کیا ہے کہ جبکہ بادشاہ نے صفدر جنگ سے خدمت میر آتشی کا نکالنا چاہا تو اُنھوں نے اس امر کو ناپسند کر کے رُخصت کی درخواست کی کہ میں صوبہ اودھ کو جانا چاہتا ہوں وہاں کا بندوبست کروں گا خود بادشاہ اور صفدر جنگ کے دشمنوں نے یہ بات مغتنمات اور فتوحات غیبی سے تصور کی اور جلد خلعت رُخصت اُنکی حویلی پر بھیجدیا۔ صفدر جنگ نے باہر جانا مناسب نہ تصور کیا اور شہر میں ٹھہرے رہے بادشاہ نے تقاضا شروع کیا کہ اپنے صوبجات کو جاویں۔ جبکہ طرفین کی کدورت بر ملا ہوئی وزیر نے اس خوف سے کہ مبادا امرائے تورانی بادشاہ کے اتفاق سے اور عوام شہر مجکو لوٹ لیں۔ اپنا اسباب اور سامان لیکر اسمعیل خان کے باغ میں تال کٹورہ اور خضرآباد تک مقام کیا اور یہ توقف اس واسطے تھا کہ سورج مل جاٹ آ گئے۔

وقائع راجپوتانہ میں ذکر کیا ہے کہ صفدر جنگ نے لڑائی کے ارادے سے مشرق سے فوج طلب کی اور کنور سورج مل کو بُلایا اُسنے مع لالہ جواہر سنگھ کے بجمعیت پندرہ ہزار سوار

گھاسیرہ سے کوچ کر کے فرید آباد میں ڈیرہ کیا۔ مرآت آفتاب نما میں کہا ہے کہ جب سورج مل آگیا تو صفدر جنگ نے بادشاہ سے عرض کرایا کہ شہاب الدین خان اور انتظام الدولہ کو حضور میرے حوالے فرما دیں اور نواب قدسیہ کو کہدیں کہ وہ قلعہ سے نکل کر جعفر خان کی حویلی میں سکونت اختیار کریں اس لیے کہ صفدر جنگ کو یقین کُلّی تھا کہ انتظام الدولہ نے ۱۱۶۶ھ ہجری میں عید الضحےٰ کے دن مقام نکمود کے پاس گولیاں لگوائی تھیں اور قدسیہ بیگم جاوید خان کے مارے جانے سے میری دشمن جان ہیں اور شہاب الدین خان میر بخشی سے اسلیے رنج تھا کہ جب اُس کا باپ جاوید خان مرا تو وزیر نے بادشاہ سے مکابرہ اور معارضہ کر کے اُسکی حویلی اور جاگیر کو ضبطی سے بچایا اور باوجود صغر سنی کے خدمت میر بخشی گری کی دلوائی اور علاوہ اسکے بیٹا بنایا تمام معاملات میں اُس کے حامی رہے اب وہ وزیر کی طرفداری نہیں کرتا تھا۔ بادشاہ کا شریک تھا۔ بادشاہ نے صفدر جنگ کو جواب بھیجا کہ یہاں سے صوبے کو جانے کی رخصت لیکر گئے تھے اور اب جاٹ کی پُشت گری سے اس قسم کی باتیں کرتے ہو۔

صفدر جنگ اور بادشاہ میں معرکہ آرائی

غلام پرشاد کی فرح بخش میں ہے کہ نواب سادات خان ذو الفقار جنگ جو ایک عرصے سے جاوید خان کی وجہ سے بادشاہ کے حضور سے معاتب تھا اور اُسکی جاگیر ضبط ہو گئی تھی۔ منصب چھین لیا گیا تھا اور بادشاہ نے اُسکو سلام مجرے سے محروم کر دیا تھا اب بادشاہ نے ملکہ زمانی اور صاحبہ محل کو جو اُنکی سوتیلی مائیں تھیں[۵] سادات خان کے پاس

[۵] سیر المتاخرین میں لکھا ہے کہ ملکہ زمانی فرخ سیر کی بیٹی تھی اور محمد شاہ کے عقد نکاح میں تھی اور صاحبہ محل محمد شاہ کی دوسری زوجہ تھی اور یہ دونوں خالہ زاد بہنیں تھیں محمد شاہ کی یہ دونوں بیویاں عالمگیر ثانی کے عہد میں احمد شاہ دُرانی کے ساتھ افغانستان کو چلی گئیں ۱۲

جو سوری دروازے کی حویلی میں مقیم تھا بھیجکر اگلی گذری ہوئی باتوں سے معذرت چاہی
اور کہلایا کہ سابق کی بے توجہی جاوید خان کے اغوا سے تھی اور اپنے پاس بلایا
جب وہ بادشاہ کے پاس پہونچا تو تخت سے اُتر کر گلے سے لگایا اور بدستور سابق
منصب وجاگیر بحال کی اور حکم دیا کہ سپاہ جمع کرو تاکہ صفدر جنگ کو نکالا جائے
ملک و دولت تمھارا ہے جس طرح مناسب سمجھو بند و بست کرو۔ سادات خان نے
فوج کی بھرتی شروع کی صفدر جنگ کی سپاہ بے طلب آنے اور نوکر ہونے لگی اور
صفدر جنگ کی جمعیت کم ہونے لگی عنقریب تھا کہ صفدر جنگ کا کام بگڑ جائے۔
صفدر جنگ کو سادات خان پر بادشاہ کی مہربانی سے بیحد رشک پیدا ہوا اسمٰعیل خان
ملازم صفدر جنگ کو سادات خان کے مزاج میں بہت رسائی تھی۔ صفدر جنگ نے
اُسکو سادات خان کے پاس بھیجکر ربط و اتحاد بڑھانے کا سلسلہ ڈالا اور ایک رات
بازاری ڈولی میں سوار ہو کر جریدہ نواب سادات خان کے پاس خود چلے گئے اور
اُس سے عہد و پیمان کر کے بادشاہ کی خیر خواہی سے منحرف کر دیا۔ صفدر جنگ نے
اُس سے کہا کہ بادشاہ لونڈا ہے اُس کو علیحدہ کر دیں وزیر ہم رہیں اور میر بخشی گری
کا عہدہ تم لو۔ اگر ہم کوشش میں ناکامیاب ہوے تو صوبۂ اودھ میرا ہے اور الہ آباد
تم کو دیدونگا اس قول و قرار پر عہد و پیمان کر کے اور خدا و رسول کی قسمیں کھا کر
قرآن شریف اور پنجتن پاک کو ضامن دیا یہ راز سربستہ سوائے اسمٰعیل خان کے کہ بانی مبانی
اس فساد کا تھا کسی کو معلوم نہ تھا۔ سادات خان ذو الفقار جنگ کو یہ یقین تھا کہ
صفدر جنگ ضرور غالب آئینگے اسلیے اُنکے پاس چلے جانے کا ارادہ کیا سادر جس رات کو
صفدر جنگ سے عہد و پیمان ہوا اُسکی صبح کو بادشاہ سے عرض کیا کہ اس غلام نے

حضرت شاہ مرداں کی جناب میں منّت و نیاز مانی تھی کہ جب بادشاہ کی مجھپر مہربانی ہو تو مع عیال و اطفال کے زیارت کرونگا اور اپنے بادشاہ کے حق میں دعا کرونگا اب اُسکی ایفا کا وقت ہے اُمیدوار ہوں کہ رخصت مرحمت ہو تاکہ اس بار کو سر سے اُتاروں اب شاہ مرداں کی حقیقت سُنیے کہ دلی میں ایک مکان ہے اُس میں پتھر پر قدم کا نشان بنا ہوا ہے اُس نشان کو امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کے قدم کا نشان بیان کرتے ہیں اور اس وجہ سے اُس مکان کو شاہ مرداں کہتے ہیں[لہ]۔ بادشاہ نے اجازت دی اور اجازتی عرضی پر حکم لکھدیا۔ نواب سادات خان کہ بوجہ پیرانہ سالی کے عقل میں فتور تھا حویلی موری دروازہ سے مع متعلقین کے سوار ہوکر حضرت شاہ مرداں کی درگاہ میں پہونچا اور اپنے ڈیرے سے صفدر جنگ موافق عہد پیمان کے سوار ہوکر سادات خان کے پاس گئے اور اُنسے ملے اور اپنے لشکر میں لیجا کر بڑی خاطرداری کے ساتھ ٹھہرایا اور ہر روز گرمجوشی کرنے لگے بادشاہ نے سادات خان کی بدنیتی اور صفدر جنگ کے پاس چلے جانے پر مطلع ہوکر شہاب الدین خان المخاطب بہ عماد الملک غازی الدین خان کو صفدر جنگ کے مقابلے کے لیے ان کاموں کا کار پرداز بنایا اور اُسکو سپاہ جمع کرنے کا حکم دیا اور انتظام الدولہ خلف قمر الدین خان کو خلعت وزارت بخشا۔ اور میر آتشی کی خدمت صمصام الدولہ کو عطا کی صفدر جنگ نے یہ خبر سُنکر ایک خواجہ سرا کو جو کم عمر۔ خوبصورت۔ وجیہ تیرہ برس کا تھا اور شجاع الدولہ نے تازہ خریدکیا تھا اکبر شاہ نام رکھکر تخت نشین کیا[لہ]۔ اور خود وزیر ہوے اور ذو الفقار جنگ کو میر بخشی بنایا اور دوسرے اُمرا بھی مقرر کیے۔ لیکن وقائع راجپوتانہ میں لکھا ہے کہ صفدر جنگ

[لہ] دیکھو آثار الصنادید ۱۲ [لہ] دیکھو سیر المتاخرین و مرآت آفتاب نما ۱۲

کا ارادہ تھا کہ یکبارگی حملہ کر کے معمورہ دہلی کو خراب کرے اور تورانیوں کو سزا دے۔ کنور سورج مل نے صلاح دی کہ اول خاندان شاہی میں سے کسی کو اپنی طرف کر کے اُسکے نام سے حملہ کرنا مناسب ہے۔ چنانچہ اِس صلاح کے بموجب نواب وزیر نے نبیرہ کام بخش بن عالمگیر کو بُلا کر تخت شاہی پر بٹھایا اور اُس کا نام عادل شاہ رکھ کر اُسکی طرف سے لڑائی شروع کی۔ ۶ رجب ۱۱۶۶ ہجری سے لڑائی شروع ہو گئی صفدر جنگ کے ساتھ پچاس ہزار سپاہ تھی اور بادشاہ کی سپاہ کم تھی اور وہ بھی پریشان حال صفدر جنگ نے ساکنان دہلی پر کچھ ترحم کے خیال سے اور کچھ اِس نظر سے کہ بادشاہ کی طرف سپاہ کم ہے خزانہ خالی ہے خود بخود مجھ سے التماس کر کے اطاعت کر لینگے اول میں صرف دھمکانا اور ڈرانا شروع کیا اور دلی پر دھاوا کرنا مناسب نہ جانا وہ تو ابھی اسی طرح مصروف تھے کہ عاقبت محمود خان کشمیری نے جو عماد الملک کی حویلی میں صاحب اختیار کامل تھا اور حافظ بختاور خان اور نواب قدسیہ والدہ بادشاہ کے اقربا نے بہت سی سپاہ نوکر رکھ لی اور باہر سے فوجیں طلب کیں اُدھر صفدر جنگ نے بھی اپنے دوستوں کو بُلایا۔ سورج مل بھرت پور سے پندرہ ہزار سوار لے کر پہونچ گیا تھا اور فریدآباد میں مُقیم تھا صفدر جنگ نے حافظ رحمت خان روہیلہ مدار المہام نواب سید سعد اللہ خان کو بھی لکھا کہ آپ ہماری اعانت کریں۔ چونکہ معاہدۂ چلکیا کے وقت یہ عہد و پیمان دونوں میں مستحکم ہو چکا تھا کہ وقت ضرورت ایک دوسرے کی کُمک کیا کرے اِسلیے حافظ صاحب چالیس ہزار پیادہ و سوار کے ساتھ صفدر جنگ کی مدد کو روہیلکھنڈ سے روانہ ہوے۔ جب مقام ہاپڑ میں پہونچے تو میر مناقب اور راجہ دیبی دت اور بسنت خان خواجہ سرا بادشاہ کا فرمان حافظ صاحب کے پاس لیکر آئے جس کا مضمون یہ تھا کہ صفدر جنگ ہم سے نافرمان ہو گیا ہے۔ گستاخیاں

کرنا ہے تمکو چاہیے کہ ہمارے پاس فوج لے کر آ جاؤ اِس حُسن خدمات کے صلے میں تمپر حضور
کی عنایات مبذول ہوگی۔ جب یہ حکم دیکھا تو حافظ صاحب یہیں ٹھہر گئے اور شاہی سفیروں
سے کہا کہ مجھ میں اور صفدر جنگ میں عہد و پیمان ہو چکا ہے۔ نقض عہد مجھ سے نہیں ہو سکتا
اور اسی مضمون کی عرضی لکھ کر بادشاہ کی خدمت میں روانہ کی اور جواب کے انتظار میں
یہیں ٹھہرے رہے۔ تھوڑے دنوں کے بعد بادشاہ کا دوسرا فرمان اِس مضمون کا پہونچا
کہ اگر ہمارے پاس حاضر ہونے میں نقض عہد جانتے ہو تو اپنے مُلک کو لوٹ جاؤ کیونکہ
بغاوت میں شریک ہونا دین اسلام میں مذموم ہے۔ جب بادشاہ کا یہ فرمان پہونچا
تو اُسکے دیکھتے ہی اپنے مُلک کی طرف لَوٹنا پڑا اور بادشاہ کے مقابلے میں جانا مناسب
نظر نہ آیا اور صفدر جنگ کو اِس بات کا عذر کہلا بھیجا۔

گُلِ رحمت میں لکھا ہے کہ میر مناقب وغیرہ جو فرمان شاہی لائے تھے درپے اسکے
ہوے کہ کچھ جمعیت یہاں سے صفدر جنگ کے مُقابلے کے لیے دلّی کو لے جائیں جب
یہ دیکھا کہ حافظ رحمت خان اپنے مُلک کو لوٹے جاتے ہیں تو اُنکے رسالہ داروں جمعدار اور
اور سپاہیوں کو مخفی ملانا شروع کیا اور روپے کا بہت سا لالچ دیا تاکہ حافظ صاحب
کے لشکر میں سے ایک شایستہ جماعت اُنکے ساتھ ہو جائے۔ نجیب خان بن اصالت خان
بن عنایت خان بن صید خان بن جہان خان بن نظیر خان بن اسمعیل خان بن عمر خان
کہ دوندے خان کے داماد تھے اور انتظام علاقجات نگینہ و شیر کوٹ و چاندپور و
بھالو و بجنور واقع آن روے دریاے گنگ اُن سے متعلق تھا اُنھوں نے جانے کا اقرار
کر لیا اور بہت سا روپیہ سفیروں سے لے کر مفلس اور طماع سپاہیوں کو دیکر متفق کر لیا۔
چنانچہ تین ہزار پیادہ و سوار حافظ صاحب کے بغیر حکم دلی کو روانہ ہو گئے۔ تاریخ مظفری

میں لکھا ہے کہ جس وقت نجیب خان نے گھوڑے پر سوار ہو کر اور اپنی جماعت سے نکل کر یہ آواز دی کہ جس کسی کو مذہب سُنت و جماعت کا پاس اور خلیفۂ وقت کی رعایت و رفاقت منظور ہو وہ میرے ہمراہ چلے جسکو یہ بات منظور نہ ہو وہ جائے اس اعلان سے وہ روہیلے جو صفدر جنگ سے دلی بغض رکھتے تھے نجیب خان کے ساتھ ہو گئے اور جو روہیلے صفدر جنگ کو مدد دینے کا خیال رکھتے تھے وہ بھی خلاف مذہب طعن کی وجہ سے اپنے مقام کو لوٹ گئے بیان الواقع میں مذکور ہے کہ دس ہزار پیادہ و سوار کی جمعیت سے غرۂ شعبان سنہ مذکور کو نجیب خان جنگاہ میں داخل ہوے علاوہ ان روہیلوں کے بادشاہ کی کمک کے لیے اور لوگ بھی آپہونچے۔ تھوڑے دنوں میں جمال الدین خان دکن سے اور سادات بارہ اور بہادر خان وغیرہ بلوچ اور چنا گوجر اور میواتی اور سردار زادہاے قدیم جیسے محمد صادق خان ولد سیف الدین خان صوبہ دار ٹھٹھہ حضور معلیٰ میں آپہونچے آشوب قیامت دلی کی نواح میں برپا تھا۔ بادشاہی افسروں نے توپیں لگا کر مخالفین کو شہر میں گھسنے سے روکا تو شہر کے رہنے والے جو وزیر کے لشکر میں تھے اپنی جان و مال کی حفاظت کی غرض سے اور سپاہ تورانی پاس مذہب اور رہم قومی کی وجہ سے لشکر وزیر سے بھاگ کر بادشاہی لشکر میں شریک ہو گئے۔ عماد الملک نے سب کو انعام و اکرام سے مالامال کیا سعادت خان برہان الملک نے ایک رسالہ بھرتی کیا تھا اور اُس کا نام داغ سین تھا کیونکہ یہ حرف سعادت خان کے نام کے شروع میں ہے۔ صفدر جنگ نے بھی یہ رسالہ اُسی نام سے تیمنًا بحال رکھا تھا۔ غازی الدین خان نے منادی کر دی کہ جو سوار صفدر جنگ کا ملازم جس کا گھوڑا داغ سین رکھتا ہو گا ہمارے پاس نوکری کو آئے گا تو سو روپے مد خرچ کے اور ساٹھ ماہوار مشاہرہ پائے گا۔ سیر المتاخرین میں اسی طرح لکھا ہے۔

اور مرآت آفتاب نما سے ثابت ہوتا ہے کہ غازی الدین خان نے فی سوار انعام کی اشرفی مقرر کی تھی اور رسالہ سین داغ اُس کا نام رکھا تھا اور اس رسالے کو عاقبت محمود خان کشمیری کے سپرد کردیا یہ اعلان ہوتے ہی اکثر تورانی لشکر وزیر سے نکل کر عماد الملک سے جا ملے اور رسالۂ سین داغ میں ہزار دس آدمی جاکر نوکر شاہی ہوے اور ایک دوسری صورت بلوے کی یہ ہوئی کہ محمدی جھنڈا کھڑا کر کے کہا کہ صفدر جنگ رافضی ہے خلیفۂ زماں پر لشکر کش ہوا ہے اُس سے مقابلہ کرنا بمنزلۂ جہاد کے ہے اس صدا سے ہزاروں سُنّی جمع ہو گئے۔ جسکو ایرانی یا صفدر جنگ کا ملازم پاتے بے عزت کرتے بلکہ مار ڈالتے۔ فریقین کے قضیے اختلاف مذہب کے غیظ و غضب سے چوگنے ہو گئے۔ چنانچہ سُنّی شیعوں کے لڑنے والوں کا نشان اور ما بہ الامتیاز انکی ایک آواز تھی یعنی سُنّی دم چار یار اور شیعہ دم پنجتن کہتے تھے۔ صفدر جنگ کے بہت سے نمکخوار اختلاف نمک کی وجہ سے انکی کمک سے دست کش ہو گئے۔ اور باوجود اس کے سوال و جواب صُلح کے بھی جاری تھے۔ ایک دن ہاں قلعہ میں بہونچا لوگوں نے اُڑایا کہ محمد اسحاق خان کی حویلی سے آیا ہے اس وجہ سے اُسکی حویلی لٹوا دی۔ مرزا محمد علی سالار جنگ اور مرزا علی افتخار الدولہ کو پیادہ پا کشاں کشاں لاکر قلعہ کے اندر کچہری خانساماںی میں قید کر دیا۔ اور اسمٰعیل خان وغیرہ سرداران صفدر جنگ کے مکانات بھی غارت کر دیے جسکے عوض میں سورج مل جاٹ نے پرانی دلی کو جسکی آبادی شاہ جہان آباد سے کسی قدر زیادہ تھی لوٹ لیا اور رعایا کی جان و مال اور ناموس کو برباد کیا تاریخ مظفری میں لکھا ہے کہ صفدر جنگ کی جانب سے توپ کے گولے اور بندوق کی گولیاں اس طرح برستی تھیں کہ مکھی اور مچھر کا میدان معرکہ میں اُڑنا مشکل تھا۔ مگر بادشاہی سپاہی بڑی مستعدی سے

مردانہ حملے کرتے تھے صفدر جنگ نے شہرت دی کہ ہمنے کشمیری دروازے کی طرف
امن مقرر کیا ہے اسلیے ساکنان اطراف دیگر کشمیری دروازے کی طرف جمع ہونے لگے
عجب ہنگامہ تھا کہ شہر پناہ کے باہر جاٹ اور قزلباش لوٹتے تھے۔ اور اندر بادشاہ
نے حکم دیا کہ ہمراہیان وزیر کا گھر لوٹ لو اس وجہ سے مفسدوں نے بڑا تھلکہ ڈالدیا
محمد اسحاق خان کا گھر جس دن لٹا تھا تو اُس کے ساتھ ایک عالم پامال ہو گیا تھا اسلیے
کہ لوگ یہ جانتے تھے کہ سالار جنگ اور افتخار الدولہ شجاع الدولہ پسر وزیر کے سالے
ہیں جو بادشاہ کے پاس حاضر ہیں اس لیے اپنی عیال و اطفال کو وہاں محفوظ کیا تھا۔
اسی طرح خواجہ باسط ولد شاہ محمد جعفر کے گھر میں جو وزیر کے پیر و مرشد تھے ایساہی حادثہ
واقع ہوا ان کا گھر شہر پناہ کے باہر تھا وزیر نے پیام دیا کہ حضرت خاطر جمع رکھیں پس
وہ اپنے گھر سے نہیں نکلے تھے اور بہت سے آدمی یہاں جمع ہو گئے تھے جاٹوں نے
جنگورام دل کہتے تھے یہاں بھی دست درازی کی وہاں جس قدر مال تھا لٹ گیا۔
اس قضیے سے خلائق کو کمال پریشانی پیدا ہوئی۔ کشمیری دروازے کی طرف جس کو
دار الامان جانتے تھے جا کر جمع ہوئے لوگ نہایت مضطرب تھے اور انکی کہیں پناہ
سوا خدا کے نہ تھی۔ صفدر جنگ کے بھی اکثر رفیق جویائے نام و ننگ تھے۔ اسمعیل خان
کابلی بچہ نے جو وزیر کا سپہ سالار تھا اور صلابت خان کی حویلی میں اُس کا مورچہ تھا
برج شہر پناہ میں کہ قمر الدین خان کی حویلی کے متصل تھا اور اُس میں سپاہ بادشاہ کا
مورچہ تھا نقب لگا دیا اور ۳ شعبان کو اُس میں آگ دیدی باوجودیکہ تمام عمارت
منہدم نہ ہوئی مگر بہت سے آدمی ہلاک ہوئے عماد الملک کے نوکر اور سنگ تراش جو نقب
کو باطل کر رہے تھے فنا ہوئے۔ اور نیلے برج کے پتھر بھی اُس برج کی طرف سے جس میں

آگ لگائی تھی بہت ٹوٹ گئے جس سے بہت سی مخلوق ہلاک اور زخمی ہوئی اور اُس کے بعد وزیر کی فوج نے حملہ کیا قریب تھا کہ اُسکو غلبہ حاصل ہو عمادالملک میر بخشی اور حافظ بختاور خان اور نجیب خان وغیرہ نے پائمداری کی اور خوب مقابلہ کیا طرفین سے بہت سے آدمی قتل و زخمی ہوے۔ نجیب خان کے گولی کا زخم آیا مگر وہ قائم تہے۔ رات کے وقت اسمٰعیل خان اپنے مورچوں کو خالی کرکے صفدر جنگ کے لشکر کو لوٹ گیا۔ اس وجہ سے اہل شہر کو قدرے رفاہ ملی کیونکہ معرکہ قریب ہونے سے گولی اور بان ہر وقت بلاے ناگہانی کے مثل برستے تھے۔ اسمٰعیل خان کے پسپا ہونیکے بعد میر بخشی اور بختاور خان وغیرہ نے اپنے مورچے آگے بڑھائے اور کوٹلہ فیروزشاہ اور قلعہ کہنہ پر قبضہ کرلیا[۵۱]۔

وقائع راجپوتانہ میں لکھا ہے کہ غازی الدین خان نے مع شادل خان و نجیب خان روہیلوں کے دریاے جمنا کے قریب بگہیں مورچہ بندی کی۔ نواب صفدر جنگ کی طرف سے راجہ اندر گر گوشائیں اور اسمٰعیل خان نے کچھ فاصلے پر مقابل میں اپنا توپخانہ لگایا اور خود نواب اور سورج مل شاہزادہ عادل شاہ کو لے کر پرانی دلی سے لڑائی پر چڑھے سورج مل کی فوج کو حکم ہوا کہ شہر کو لوٹے۔ فوج نے شہر میں داخل ہو کر ہزار ہا آدمیوں کو قتل کیا مکانات میں آگ لگائی اور لال دروازے تک پہونچکر لاکھوں روپے کا مال و اسباب لوٹا۔ جب دیکھا کہ فوج شہر کی بربادی میں مصروف ہے اور دشمن حملہ آور ہوتا ہے تب شہر کی تخریب سے باز رکھ کر فوج کو لڑائی میں لگایا۔ سورج مل مع اپنی کل فوج کے شادل خان سے مقابل ہوا۔ جنگ عظیم واقع ہوئی صدہا آدمی طرفین سے

۵۱ دیکھو مرأت آفتاب نما[۲]۔

مارے گئے چار گھڑی دن باقی رہے لڑائی ختم ہوئی۔ مرآت آفتاب نما میں بیان کیا ہے کہ صفدر جنگ نے تھوڑے دنوں کے بعد جنگ دریا کی جانب جدھر بادشاہی مورچے مضبوط تھے مصلحت نہ دیکھی اور تال کٹورہ کی طرف چلے گئے اور بازار ملک الموت کو رونق بخشی۔ میر بخشی وغیرہ بھی اُدھر مورچے دُرست کرا کے مقابلہ کرنے لگے اس لڑائی میں راجہ اندر گر گوشائیں نے جسنے قلعہ الہ آباد میں احمد خان کے مقابلے میں بقاء اللہ خان اور علی قلی خان کی رفاقت کی تھی بڑی جرأت دکھائی یہ شخص بادشاہی توپخانے میں کود پڑتا تھا اور اکثروں کو ہلاک کرتا تھا یہانتک کہ لوگوں کو سحر و جادو کا گمان ہوا کہ اس وجہ سے اُسپر توپ و تفنگ اثر نہیں کرتی آخرکار نجیب خان کے ہاتھ سے گولی کھا کر مارا گیا تو عام کا منظنہ جادو باطل ہوا۔ اور سب کو یقین ہوا کہ یہ اُسکی صرف بہادری تھی اسی طرح بخشی گوکل رام کمال دلاوری سے قتل ہوا اور لڑائی بلا فیصلہ موقوف رہی۔ نواب وزیر نے اُمراؤ گر گوشائیں چیلہ اندر گر کو اُسکی جگہ مقرر کیا اور جبکہ اِس طرف سے بھی صفدر جنگ کی فوج شہر میں نہ داخل ہو سکی تو تبدیل مقام کر کے موضع تلمیٹھ میں مورچہ قائم کیا اور خضر آباد اور دریا کی سمت پھر وہی آتش افشانی شروع کر دی اور شاہی فوج نے اُنکے مقابلے میں چوہڑ اکی گڑھی میں مقام کیا۔ لڑائی ہوئی۔ غازی الدین خان اپنی فوج لے کر مقابلے کے واسطے آیا۔ طرفین کے بہادروں نے بخوبی داد شجاعت دی۔ سورج مل نے دشمنوں سے قلعہ تغلق آباد چھین لیا فوج شاہی سفر ور رہی ئی سار دول گوجر اور گھمنڈی پروہت نے دہلی دروازے تک اُسکا تعاقب کیا۔

جبکہ بہت سی لڑائی کے بعد بھی صفدر جنگ کامیاب نہوے تو اُنھوں نے سمجھ لیا کہ

بادشاہی سپاہ شہر کی وجہ سے آرام میں ہے۔ شہر پناہ کی آڑ ہے اسلیئے یہ مناسب سمجھا
کہ اپنی فوج کو پیچھے ہٹا کر غنیم کو میدان میں لائیں یہاں تک کہ آہستہ آہستہ پیچھے
ہٹ گئے۔ اور جس قدر وہ پیچھے ہٹے اُتنے ہی عماد الملک کے مورچے آگے بڑھے اور
اُس کے حکم سے شادل خان و نجیب خان نے مع بیس ہزار سوار و توپخانہ کے چورا کی گھڑھی
سے کوچ کر کے میدان بدر پور میں کہ دلی سے آٹھ کوس ہے مقام کیا۔ صفدر جنگ اور
جاٹ کی فوجوں نے وہاں جا کر مقابلہ کیا اور صفدر جنگ کو یہ بات نصیب نہ ہوئی
کہ پیچھے سے گھوم کر عماد الملک کے مورچوں کو گھیر لیں۔ کیونکہ اُنھوں نے شہر کو بالکل خالی
نہیں کیا تھا اس عرصے میں سید جمیل الدین پانچہزار سواروں کے ساتھ معین الدین عرف
میر منو کی طرف سے جو صوبہ دار پنجاب کا اور عماد الملک کا حقیقی ماموں اور خسر تھا لک کو
آگیا جس سے بادشاہی سپاہ کو اور تقویت ہوئی پھر فوج شاہی نے فرید آباد میں ڈیرہ کیا
وہاں بھی جاٹوں نے حملہ کر کے بہت کچھ لڑائی کی پھر ایک لڑائی بلب گڑھ میں واقع ہوئی
اسمیں بھی بہت کشت و خون ہوا مگر فیصلہ نہوا

بادشاہ اور صفدر جنگ میں مصالحت ہونا صفدر جنگ کا اپنے صوبوں کو چلا جانا

اِن لڑائیوں میں چھ مہینے کامل گزر گئے۔ غازی الدین خان نے باجراے شقہ بادشاہ
مادھو سنگھ بن جے سنگھ سوائی والی جیپور اور ملہار راؤ ملکر کو طلب کیا۔ چنانچہ اول
مادھو سنگھ دس ہزار سواروں کی جمعیت کے ساتھ دلی میں داخل ہوا۔ اُسنے طرفین کے
امیروں کو صلح پر آمادہ کیا جبکہ صفدر جنگ نے آخر کار اپنے آپ کو کمزور پایا اور مرہٹوں کو

بزیر حکم ہلکر کے قریب پہونچا دیکھا جنکو غازی الدین حیدر نے اپنی مدد کے لیے بُلایا تھا تو پریشان ہوے اور اس طرح صلح کرنے پر مجبور ہوے کہ اودھ اور الہ آباد اُنکے قبضے میں رہیں چنانچہ مادھو سنگھ اور انتظام الدولہ کی ثالثی سے قبل پہونچنے مرہٹوں کے صلح ہو گئی اور صفدر جنگ محرم ۱۱۶۵ ہجری کو اپنے صوبوں کو چلے گئے رنناتھ سنگھ متخلص بہ بیدل نے تاریخ صلح یوں موزوں کی ہے۔

شکر اللہ کہ جاٹ و صفدر جنگ صُلح کروند با وزیر و شاہ
ہاتف غیب سال تاریخش گفت الصلح خیر قال اللہ

صفدر جنگ اودھ میں پہونچکر گومتی کے کنارے مہدی گھاٹ پر مقیم ہوے (جیسا کہ سیر المتاخرین میں ہے اور تاریخ مظفری میں مہدی گھاٹ کی جگہ ناہر گھاٹ بتایا ہے اور یہ باہر گھاٹ کی تحریف معلوم ہوتی ہے) اور وہاں ایک خاص مکان اپنی آسائش کے لیے آراستہ کر کے سپاہ کی آراستگی اور دوسرے سامان کی دُرستی میں مصروف ہوے مگر تحقیق یہ ہے کہ دار الحکومت اُنکا فیض آباد تھا۔

سادات خان اور صفدر جنگ میں ناموفقت

نواب سادات خان ذوالفقار جنگ صفدر جنگ کے ہمراہ اودھ کو گیا اور وہاں ٹھہرا آخر صفدر جنگ سے نباہ نہو سکا اور تمام عہد و پیمان باطل ہو گئے اور کوئی ثمرہ اُنکا ظاہر نہوا۔ ایکدن صفدر جنگ نے ذوالفقار جنگ کے مصارف کے واسطے فرد خیر آباد کی لکھوا کر مُہر و صاد سے دُرست کر کے بھیجی۔ ذوالفقار جنگ اُسکے ملاحظے سے سخت برہم ہوا اور اُس فرد کو چاک کر ڈالا اور وہاں سے کوچ کر کے اکبر آباد کو چلا گیا سورج مل نے وہاں

خاطرداری کی تھوڑے دنوں کے بعد مرگیا۔ اُس کا تابوت بریلی کر لیگئے اور ساداتِ خان کلاں کے مقبرے میں دفن ہوا۔

صفدرجنگ کی وفات اور اُنکے طبعی عادات

جبکہ عماد الملک کے ہاتھ سے احمد شاہ تنگ ہوئے تو صفدرجنگ کو لکھا کہ تم یہاں آجاؤ اور کئی شُقّے عنایتی مضامین کے اُنکو بھیجے اور عماد الملک کی شکایات لکھیں نواب صفدرجنگ اُس وقت بیمار تھے پُشت پا مین دانہ بڑے زور سے نکلا تھا آہستہ آہستہ بڑھنے لگا یہاں تک کہ پنڈلی تک پہونچ گیا آخر مادۂ سرطانی ہو گیا جسکو تاریخ مظفری والے نے شقاقلوس کے ساتھ تعبیر کیا ہے اور فرح بخش میں شیو پرشاد نے طاعون بتایا ہے اطبا نے علاج کیا کچھ نفع منہوا ارادہ کیا کہ جب صحت ہو دلی کو روانہ ہوں اور اُن لوگوں کے ہاتھ سے بادشاہ کو نجات دیں کہ دانے کے صدمے سے ۱۷ ذی الحجہ ۱۱۶۶ھ ہجری کو مقام پاپڑ گھاٹ میں قریب سلطانپور کے کہ تین منزل لکھنؤ سے ہے انتقال کیا جیساکہ مفتاح التواریخ میں ہے اور محمد فیض بخش نے بھی فرح بخش میں ذکر کیا ہے کہ پاپڑ گھاٹ میں انتقال کیا۔[۱]

تاریخ وفات بطور تعمیہ

بہر سال رحلتش چون کردم از ہاتف سوال   با قلوب ریش گفتا فوت صفدرجنگ کرد

دیگر

ہفدہم ماہ ذیحجہ   شد چو نافذ در یغ حکم قضا

---

[۱] دیکھو فرح بخش مولفہٗ شیو پرشاد ۱۲

شد بجنت مقیم صفدر جنگ | شور محشر بہ خلق شد برپا
دو روز نزدیک در غمش برگفت | حسرتا وا دریغا وا اسفا
سر آہ کشید رضوان گفت | انما جنتہ لہ المثوٰی

یہ تاریخ سلطان الحکایات میں مندرج ہے اور اس سے ۱۱۶۶ھ نکلتے ہیں۔

اول گلاب باڑی فیض آباد میں مدفون ہوے یہ باڑی صفدر جنگ نے تیار کی تھی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ گلاب اُس میں کثرت سے تھا انکی بیوی نواب عالیہ بھی شوہر کی قبر پر چند روز تک معتکف رہیں تھوڑے دنوں کے بعد انکی لاش نکالکر دلی کو لے گئے اور روضۂ شاہ مردان کے متصل دفن کیا اور اسپر بڑا مقبرہ بنایا گلاب باڑی فیض آباد میں بھی قبر کا نشان باقی رکھا ہے بعض کہتے ہیں کہ لاش کو مرزا ہجو (یا بجھو) جد حکیم مسیح الدولہ کی معرفت کربلا کو بھجوا دیا وہاں طاق بہشت روضۂ مقدس میں مدفون ہوے۔

صفدر جنگ کے مقبرۂ دہلی کا حال سید احمد خان نے آثار الصنادید میں بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ اس عمارت کی خوبصورتی بیان سے باہر ہے یہ مقبرہ سر سے پانوں تک سنگ سُرخ کا بنا ہوا ہے اور جابجا سنگ مرمر کی دھاریں اور چوکے لگے ہوے ہیں برج اس کا تمام سنگ مرمر کا ہے اور اندر اجارے تک سنگ مرمر لگا ہوا ہے اور قبر کا تعویذ بڑا سنگ مرمر کا ہے اور اُس میں ایک تہ خانہ ہے جس میں اصل قبر بنی ہوئی ہے اس عمارت کے گرد چار دیواری کھنچی ہوئی ہے اُس میں بہت عمدہ باغ آراستہ ہے اور چاروں طرف اس مقبرے کے چار نہریں بہت پاکیزہ بنائی ہیں۔ باغ کے تین طرف مکانات دلکشا بنے ہوے ہیں۔ یہ مقبرہ شیدی بلال محمد خان کے اہتمام میں تین لاکھ روپے

لہ دیکھو فرح بخش ۱۲ ٥ دیکھو فرح بخش مولفہ محمد فیض بخش وحصہ اول قیصر التواریخ ۱۲

خرچ ہو کر تیار ہوا ہے اور مفتاح التواریخ میں لکھا ہے کہ کہتے ہیں کہ تیس لاکھ روپیہ اسکی تعمیر میں صرف ہوا ہے۔ اور عماد السعادت میں اکتیس لاکھ روپے اسکی تیاری کے مصارف بتائے ہیں ابتدا میں ہر سال ۲۵ ہزار روپے اور تھوڑے دنوں کے بعد دس ہزار روپے پھر بعد میں پانچ ہزار روپے سالانہ سوائے تنخواہ بلال محمد خان اور دوسرے خدّام مقبرہ کے روشنی کے خرچ کے لیے فیض آباد سے بھیجے جاتے تھے۔ مقبرہ کے اندر یہ تاریخ کندہ ہے ؎

چو آن صفدر عرصۂ مردمی　　زدار فنا گشت رحلت گزیں
چنیں سال تاریخ او شد رقم　　کہ بادا مُقیم بہشت بریں

جام جہاں نما میں بیان کیا ہے کہ کہتے ہیں کہ صفدر جنگ نے مرتے وقت میاں حسن شاہ سے کہا میاں صاحب ہم جاتے ہیں دیکھیے اب سلطنت ہندوستان کی کون کرے گا یہ کلمات کہکر دونوں آنکھوں سے آنسو ٹپک پڑے۔ تاریخ عالم شاہی میں ذکر کیا ہے کہ عماد الملک نے جب ۱۱۶۷ھ میں خانخانان انتظام الدولہ کو وزارت سے خارج کر کے خود یہ منصب لیا اور صمصام الدولہ کو امیر الامرا بنایا اور احمد شاہ کو نابینا کر کے مع اُن کی والدہ کے قید کر دیا اور عزیز الدین محمد عالمگیر ثانی بن معز الدین جہاندار شاہ بن شاہ عالم بہادر شاہ کو تخت نشین بنایا تو صفدر جنگ نے عماد الملک کو لکھا تھا کہ من در پیرانہ سالی سیاہ کردہ بودم و با بروے ما نرسیدہ بود آں قدح آن فرزند بروی خود کشیدند صفدر جنگ بہت اولوالعزم عالی حوصلہ صاحب غیرت اور اہل فطرت مجمع سخاوت و کرم تھے۔ سیر المتاخرین کا مؤلف باوجودیکہ صفدر جنگ کے خلاف نہیں ہے مگر ایک موقع پر وہ لکھتا ہے کہ وہ پوری پوری جرأت و عقل نہیں رکھتے تھے۔ آروِن صاحب نے

اپنی تاریخ میں اُنکو بزدل کہا ہے۔ تاریخ ہندوستان میں الفنسٹن صاحب کی تحریر سے
معلوم ہوتا ہے کہ انکی دوستی قابل اعتماد نہ تھی اور وہ وقت پر دوست کو نقصان پہونچانے
میں کوتاہی نہیں کرتے تھے۔ تواریخ کی اکثر کتابیں اس بات کی شاہد ہیں کہ وہ خدا و رسول
اور قرآن و پنجتن کو درمیان میں واسطہ کرکے عہد و پیمان باندھتے اور پھر بے سبب
وعدہ خلافی کرجاتے اور جہاں تک دھوکے اور دغا سے کام نکلتا تھا جرأت و دلاوری
سے کام نہیں لیتے تھے اور دوسروں کی مدد پر زیادہ بھروسا کرتے تھے۔ عماد السعادت
میں مذکور ہے کہتے ہیں کہ صفدر جنگ جس کسی غریب آدمی سے کلام کرتے تھے تو بات
تمام کرنے کے بعد اُسکو پچاس اشرفیاں عطا کرتے اور یہی دستور اُن کا ہمیشہ رہا۔ اور
جس کسی پیادہ و سوار کی طرف غور سے دیکھتے تو اُسکی تنخواہ میں دس روپے اضافہ
کردیتے۔ اُنکے عہد میں پیادہ و سوار تمام مرفہ الحال اور اسلحہ جنگ سے درست تھے
انکی سرکار میں سواران مغلیہ بیس ہزار تھے لیکن اکثر ہندوستانی بھی صفدر جنگ
کا ادھر میلان پاکر اُن کا سا لباس پہن کر ایرانی زبان میں بات چیت کرتے تھے اور
تنخواہ پاتے تھے۔ انکی سپاہ میں شرح دو قسم تھی۔ سوار ہندوستانی ۳۵ روپے سے
کم مشاہرہ نہ رکھتا تھا اور مغل پچاس سے کم نہ پاتا تھا۔ اُنکے سواروں کے گھوڑوں کے
پٹھوں پر داغ حرف سین کا تھا کہ نواب سعادت خان برہان الملک نے اپنے نام کے
حرف اوّل کو لیکر جاری کیا تھا۔ وہ تورانیوں کے ساتھ بھی فیاضی سے پیش آتے
تھے۔ اُنھوں نے ایکبار چاہا کہ محمد خان وغیرہ سرداران تورانی کو اپنا رفیق بنائیں
اُن لوگوں نے کہا ۷۰ ہزار روپیہ مہاجن کا ہم پر قرض ہے اگر نواب یہ قرض ادا کردیں
تو ہم نواب کے شریک ہیں۔ جبکہ اسمٰعیل خان کابلی نے یہ بات عرض کی تو فوراً لاکھ روپیہ

بعید یا کہ یہ سوائے تنخواہ کے ہے۔ اُنھوں نے اپنے نام سے منصوری پیسہ جاری کیا تھا۔ تاریخ مظفری میں ذکر کیا ہے کہ صفدر جنگ میر حشیمی اور دوسرے مراتب امارت میں اپنے زمانے میں اپنا نظیر نہیں رکھتے تھے۔ آٹھ ہزار پیادہ و سوار ہمیشہ اُن کی رکاب میں حاضر رہتے تھے۔ اُن کا دستر خوان نہایت پُر تکلف کھانوں سے ایسا وسیع چُنا جاتا تھا کہ اُس وقت میں کسی بادشاہی امیر کے ہاں یہ بات نہ تھی اُنھوں نے اپنے بیٹے کی شادی ایسی دھوم دھام سے کی کہ یادگار زمانہ ہو گئی۔ انصاف یہ ہے کہ اگر احمد شاہ کے عہد میں اُن کے مرتبے کو صدمہ نہ پہونچتا تو سلطنت کا انتظام ایسی خوبی سے کرتے جیسا کہ اگلے اُمرا نے کیا تھا۔ نقل ہے کہ ایک دن صفدر جنگ اپنی وزارت کے زمانے میں چھتے میں جو نکھمود کہلاتا تھا اور ساہر کا پانی اُس چھتے کے اوپر سے گذر کر قلعہ میں جاتا تھا پہونچے تو وہاں کسی خاص وجہ سے گھوڑا روک دیا۔ مرزا عظیمائے اصفہانی اکسیر تخلص اُن کے ساتھ تھا اُس سے فرمایا کہ اپنا کوئی شعر پڑھو جو وہ نواب کی نیت کو تاڑ گیا حسب الحال فی البدیہہ یہ شعر پڑھا ؎

قدِ خمیدہ سدِ رہِ گریہ ام نشد
ایں آب رفتہ رفتہ زبالائے پُل گذشت

صفدر جنگ بہت خوش ہوئے۔ پانچہزار روپے اور ایک تُرکی گھوڑا ساز تکلف کے ساتھ عطا کیا۔

سلہ تاریخ مظفری میں سے الفاظ گذارہ ابو المنصور خان صفدر جنگ در ساباط نکھمود کہ آب ساہر از بالائے ساباط مرقوم اندرون قلعہ مے رود گردید ساباط سے مراد چھتہ ہے مرآت آفتاب نما میں لکھا ہے کہ شاہ جہان آباد میں ایک چھتہ تھا جو نکھمود کے نام سے مشہور تھا اور چھتہ ایسے راستے کو کہتے ہیں جو ڈھکا ہوا ہو ۱۲

شاہ حمزہ صاحب اگرچہ قصبۂ مارہرہ کی بربادی کی وجہ سے نواب وزیر سے ناراض تھے تاہم اپنی راست بازی کو ہاتھ سے نہ دیکر کشف الاستار میں لکھتے ہیں کہ وہ بہت بھاری آدمی تھے۔ اُن کا شمار اُمرائے عظیم الشان میں تھا۔ اُنکی مجلس بالکل لہو ولعب سے خالی تھی۔ اُمرا کی مجال نہ تھی کہ بغیر دریافت کیے کوئی بات بطور خود منھ سے نکال سکتے۔ اُنکے ہاتھ کے حروف غور وتردد کے ساتھ پڑھے جاتے تھے جب قصبہ مارہرہ کے قرب وجوار سے گذرنے کا اتفاق ہوتا تو بہت سی نذریں اور خط اپنے ہاتھ سے لکھ کر بھیجتے۔ شاہ حمزہ صاحب نے یہ باتیں اُن کی طبعی عادتیں مانی ہیں۔ حالانکہ وہ بڑے قابو طلب اور کینہ توز تھے شاہ حمزہ صاحب کے خاندان کو محض اس وجہ سے اخلاق ظاہری دکھا کر ملتے تھے کہ افاغنہ ان سے بہت اعتقاد رکھتے تھے جس سے صفدر جنگ کو ہمیشہ کھٹکا لگا رہتا تھا ورنہ لکھنو اودھ کے شاہ ولایت مخدوم شاہ مینا صاحب کے قائم مقاموں کے پاس اس قسم کا ظاہری سہارا نہونے کی وجہ سے محض تعصب مذہبی کی بنا پر اُن کی درگاہ کی جاگیر ضبط کر لی۔

صفدر جنگ کے طفیل سے مسلمانوں کا بیحد مصائب میں مبتلا ہونا

مرہٹوں کا جو قدم ملک مابین دوآبۂ گنگا وجمنا میں آیا یہ صفدر جنگ کی پالیسی کا طفیل ہے چنانچہ عالم شاہی میں اس موقع پر لکھا ہے جہاں صفدر جنگ اور پٹھانوں میں صلح ہو جانے کا بیان ہے "ازان وقت رسم آمد مرہٹہ دریں ملک جاری شد دعاملے

از شومیٔ قدم او بباد رفت"۔ صفدر جنگ نے احمد خان بنگش کے مقابلے میں سنہ ۱۱۶۴ ہجری میں مدد دینے کے جلدو میں مرہٹوں کو سرحد کول وجالیسر و مئو و فرخ آباد و قنوج سے کوڑہ جہان آباد تک ملک حوالے کر دیا تھا۔ مرہٹوں نے رفتہ رفتہ نواح الہ آباد تک جو انتر بید کا منتہی ہے اپنا ہاتھ پہونچایا اور دس برس تک ایسی سخت گیری و جزرسی کے ساتھ حکومت کی جس سے مسلمانوں پر بے حد مصائب گذرے۔ اگر گنگا و جمنا کا پانی روشنائی بن جائے تو بھی اُن مصائب کا ایک شمّہ تحریر نہ ہو سکے۔ گانوٗں اور ملکین جو سادات اور مشائخ اور علما کو سلاطین اسلام نے وقتاً فوقتاً دی تھیں اور اُن کی معاش اُنھیں میں منحصر تھی یک لخت ضبط کرلیں اُن لوگوں کی نوبت بھیک تک پہونچگئی۔ اور برہمن فقرائے اسلام کو اُسکا دینا بھی پاپ سمجھتے تھے۔ اگر کوئی پیٹ پالنے کے لیے اُنکی سرکاروں میں نوکری تلاش کرتا تو وہ بھی متعذر تھی کیونکہ یہ لوگ سوا اپنے ہمجنسوں کے دوسروں کو جگہ کم دیتے تھے۔ خاصکر مسلمانوں کو تو نوکری نہیں رکھتے تھے اور اگر رکھتے بھی تھے تو سپاہیوں کے زمرے میں اقتدار کسی قسم کا نہیں دیتے تھے۔[1]

---

[1] دیکھو خزانۂ عامرہ مولفۂ مولوی سید غلام علی آزاد بلگرامی ۱۲

اشاریہ شخصیات

تاریخِ اودھ ۔ حصۂ اوّل

[1] دونوں ایک ہی فرد کے نام ہیں۔

تاریخِ اودھ

(حصّہ سوم)

نواب آصف الدولہ کی مسند نشینی سے وزیر علی خان پسر لطفی آصف الدولہ کے عزل ونصب تک کے کل واقعات، آصف الدولہ کی رکیک حرکات، ان کے چھپے رازوں کا انکشاف و پوست کندہ حالات، ان کی عجیب وغریب سخاوت اور بیجا ولایعنی اسراف، آصف الدولہ کی اپنی ماں یعنی بہو بیگم کے ساتھ سختیٔ معاملات و سوءِ ادبی و تحکمات، ان کی صحبت میں پواج اور ذلیل لوگوں بھڑووں کی مداخلت اور نواب وزیر کی ان سے صحبت، وزیر علی خاں ایک خادمہ کے لڑکے کا آصف الدولہ کے انتقال پر مسند نشین سلطنت ہونا اور چار ماہ تک حکومت کرکے اپنی نالائقیوں کے ہاتھوں اور نیز اصلیت ظاہر ہو جانے پر سلطنت سے معزول ہو کر دربدر ٹھوکریں کھاتے پھرنا اور انگریزوں سے برسرِ مقابلہ ہونا اور آخر کو قید ہو کر آنا اور حالتِ قیدہی میں دنیا سے کوچ کرنا اور اس کے عزل کے بعد نواب سعادت علی خاں کا سلطنت اودھ کے تخت پر بیٹھنا اور حق بہ حقدار رسد کا غلغلہ اٹھنا اور انگریزوں کا نواب وزیر سے نیا معاہدہ کرنا یہ تمام واقعات حسرت اندوز وسبق آموز درج ہیں۔

مصنفہ

جناب مولانا حکیم محمد نجم الغنی خاں رامپوری

ناشر:- نفیس اکیڈمی

اسٹریچن روڈ۔ کراچی

حضرت عثمان شہیدؓ

تالیف

محمدؐ بن یحییٰ بن ابی بکر مالکیؒ

تحقیق و ترتیب

ڈاکٹر محمدؐ یوسف زاید

پروفیسر تاریخِ عرب امریکن یونیورسٹی، بیروت (لبنان)

ترجمہ : کوکب شادانی

ناشر

نفیس اکیڈمی

اسٹریچن روڈ ——— کراچی ۱

